رجب تا رمضان ۱۴۴۲ھ | فروری تا اپریل ۲۰۲۱ء

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ

ڈھاکہ سے دِلّی تک اور سری نگر سے اسلام آباد تک کے تمام اہلِ ایمان کا اعلان ہے:

”لِغیرِ اللہ لَن نرکع!“

”ہم اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے!“

جِہاد کی حقیقت!

امیر المومنین حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے رفیقِ خاص اور معتمد مولوی خیر الدینؒ صاحب شیر کوٹی کی
رنجیت سنگھ کے یورپی جرنیل وینتورا کے ساتھ گفتگو

''یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جہاد جنگ و ملک گیری کا نام نہیں۔ جہاد کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ، کفار کا زور توڑنے اور ان کے دین و مذہب کی شورش کو دفع کرنے کی امکانی کوشش کی جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جماعتِ مجاہدین کے امام کے لیے یہ بھی شرط نہیں کہ اس کی تیاریاں اور ساز و سامان دشمن کے ساز و سامان کے مساوی ہو۔ دین کی ترقی اور اس کے سامان کی فراہمی کی کوشش البتہ شرط ہے۔ پس اگر جنگ پیش آجائے اور مصلحت کا تقاضا ہو، تو جنگ کی جائے گی اور اگر فتح ہوجائے، تو دشمنوں کے مال کو مالِ غنیمت بنانا اور ان کے زن و فرزند کو اسیر کرنا اور ان کے ملک پر قبضہ کر لینا بھی روا ہے۔ بہر حال اصل مقصود ترقیٔ دین ہے، فتوحات اُس کا ثمرہ ہیں، بلکہ اعلیٰ درجے کی فتح یہ ہے کہ جب تک جان میں جان ہے، غازی و مجاہد ہی رہیں۔ جن کے فضائل و مناقب قرآن مجید میں واضح اور مفصل طریقے پر بیان کیے گئے ہیں، اور اگر کفار کے ہاتھ سے خدا شہادت نصیب فرمائے، تو زہے نصیب! رسالت کے بعد اس مرتبے سے بڑھ کر کوئی مرتبہ ہی نہیں۔''

وینتورہ نے کہا کہ ''ہاں، بے شک آپ کے مذہب میں شہید کا بڑا مرتبہ ہے''۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ''آپ پر بڑا تعجب ہے کہ آپ نے ابھی اقرار کیا تھا کہ تمام پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانے میں جہاد کیا، پھر آپ یہ کہتے ہیں کہ 'تمہارے مذہب میں'۔ بھلا 'تمہارے مذہب' کی اس قید کی کیا ضرورت تھی؟ آپ کو تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ 'پیغمبروں کے یہاں یہ عبادت اعلیٰ مرتبے کی ہے'۔''

وینتورا نے کہا کہ ''میں نے یہ مانا، لیکن یہ بات عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ اس بے سرو سامانی کے ساتھ خلیفہ صاحب (سیّد احمد شہید) کے پاس نہ افواج ہیں، نہ توپ خانہ، نہ سرمایہ، نہ ملک۔ لیکن اُن کے عزائم یہ ہیں!''۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ''ہاں، اہلِ دنیا کو فوج، توپ اور خزانوں پر اعتقاد ہوتا ہے اور ہم کو اللہ تعالیٰ کی قوت و قدرت پر توکّل و اعتماد۔ ہم نہ فتح کا دعویٰ کرتے ہیں، نہ شکست سے ملُول ہوتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (سورۃ البقرۃ: ۲۴۹)، 'بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے'۔''

تاریخ دعوت و عزیمت ج ۶، حصہ دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سابقہ نوائے افغان جہاد

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۴، شمارہ نمبر: ۲

رجب تا رمضان ۱۴۴۲ھ — فروری تا اپریل ۲۰۲۱ء

بحمد اللہ ... مسلسل اشاعت کا چودھواں سال!

افغانستان — کشمیر — پاکستان — بنگلہ دیش — ہندوستان — برما

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ

’’اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے اللہ کی قسم کھا لوں کہ بے شک تمہارے سب سے بہتر اعمال میں جہاد اور مسجدوں کی طرف جانا ہے۔‘‘

[کنز العمال (کتاب الجہاد)]

اس شمارے میں

قارئینِ کرام!

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور ان کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

قیمت: اس مجلے کی قیمت آپ کی دعا...... اور اس دعوت کو فی اللہ آگے پھیلانا ہے!

لِغیرِ اللہ لَن نرکع!

مشرق سے سورج کا طلوع ہونا اور مغرب میں اس کا غروب ہونا تو لائقِ بحث ہو سکتا ہے لیکن شرعاً، اخلاقاً و عقلاً یہ بات ہر شک و شبہ سے بالا ہے کہ آج 'لا الٰہ الا اللہ' کا اقرار کرنے اور 'محمد رسول اللہ' کے عشق کا دم بھرنے والے ہر شخص پر جہاد 'فرضِ عین' ہے (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔ اس بات پر فقہا، محدثین، مفسرین و اصولیین کا 'اجماع' ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کی زمین پر حملہ آور ہو جائیں یا چپہ برابر زمین کا ٹکڑا، جس پر ایک لحظے کے لیے بھی مسلمانوں کی حکومت رہی ہو کفار کے قبضے میں چلا جائے تو جہاد کے لیے 'نکلنا' اسی طرح فرضِ عین ہو جاتا ہے جیسے نماز و روزے کی ادائیگی، بلکہ اسلامی سرزمینوں کا دفاع 'ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین ہے'![1]

ہر اہلِ ایمان کو، وہ چاہے ہلکا ہو یا بوجھل، اللہ اور اس کے حبیب (علیہ ألف صلاۃ وسلام) کے عشق کا دعویٰ ہے اور ہر ذی روح بخوبی واقف ہے کہ عشاق کے یہاں دلیل طلب کرنا لغو و بے کار بات ہوتی ہے۔ جہاد کے فرضِ عین ہونے میں بھی سچ یہی ہے کہ دلیل کی طلب آج بے ہودہ بات بن چکی ہے۔ ہم اس 'طلبِ دلیل' کو شاید بے ہودہ قرار نہ دیتے لیکن، 'بعد از خدا بزرگ و برتر'، محمدِ مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ، راحتِ قلب و جاں، آنکھوں کی ٹھنڈک ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہونے والے کلام اللہ کی شان میں گستاخیوں کا خسیس سلسلہ [امریکہ و یورپ میں نہیں بلکہ 'لا الٰہ الا اللہ' کی اساس پر قائم ہونے والے ملکِ خداداد میں بھینسوں، کتوں اور خنزیروں کے نام سے موسوم 'چوپایوں' کی زبان و قلم سے اور ان پلید ہاتھوں سے جن سے قرآنِ پاک کے نسخوں کو چند ہفتے قبل (اور چودہ سال قبل بھی 'آپریشن سائلنس' کے بعد) اسلام آباد کے گندے نالوں میں پھینکا گیا] اور پھر اس سب کو دیکھ سن کر، ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر کے دلیل طلب کرنا اپنے ایمان کے نور سے منور دل سے پوچھ کر بتائیے کہ کیا ہے؟!

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ان گستاخیوں کے سلسلے کو روکنے اور ان کا بدلہ لینے کا اولین اور مؤثر ترین طریقہ جہاد ہے اور یہ منہج، رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابۂ اطہارؓ کا منہج ہے۔ آپ کی ماں، بہو، بیٹی اور گھر کی عزت پر کوئی ہاتھ ڈالے تو آپ بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں کو لے کر 'دراندازی' کی تکا بوٹی کرنے کو لپکیں، لیکن جہاں ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ناموسِ قرآن، ناموسِ دخترانِ امت اور اٹھارہ سال سے کفر کی قید میں سسکتی و چلاتی عافیہ صدیقی کی بات آئے تو ٹویٹ، سٹیٹس، بیان، کالم، مظاہرہ اور پتلے جلا کر 'انتقام' لینا 'جہاد' قرار پائے؟! امام ابنِ حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "اس بات پر اجماع ہے کہ 'جہاد' سے مراد 'قتال' ہے اور جہاں 'فی سبیل اللہ' کی اصطلاح آ جائے تو اس سے مراد 'جہاد' ہے۔"[2]

اپنی مرضی سے کچھ اعمال کر لینا 'جہاد' نہیں بلکہ 'جہاد' میں وہ اعمال داخل ہیں جو کسی نہ کسی صورت 'قتال یعنی جنگ' کے عمل کو تقویت دیتے ہوں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہر مسلمان کے نکلنے یا اس اہم ترین فرضِ عین کی ادائیگی کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ہر عمل چاہے وہ تحصیلِ علمِ دین ہو، مال کا

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف 'اہم ترین فرضِ عین' اور امام ابنِ نحاس شہید رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء تالیف 'مشاری الاشواق' نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد یوسفزئی حفظہ اللہ کی تالیف 'دعوتِ جہاد'۔

[2] بحوالہ صوتی حلقہ جاتِ درسِ کتاب 'مشاری الاشواق' از شیخ انور العولقی شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

خرچنا ہو، دعوت و تبلیغ ہو، حصولِ علوم وفنونِ عصریہ (میڈیکل وانجنیئرنگ وغیرہ) ہو، قلم واعلام کا استعمال ہو یا دیگر اعمال وافعال، یہ سب کچھ 'قتال فی سبیل اللہ' میں مدد ومعاون ہوں۔ پھر ایسا بھی بارہا ہوتا ہے کہ عملِ جہاد میں 'قتال' کا پہلو بہت کم ہوتا ہے، جبکہ اس جہاد کی تیاری، مال کی فراہمی، دعوت، سفر وحضر، انتظام وانصرام وغیرہ بہت بڑے بڑے پیمانے پر جاری وساری ہوتے ہیں[1]۔ اس کی ایک بڑی مثال 'غزوۂ تبوک' ہے جس میں رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم (جو امیر تھے) نے نفیرِ عام فرمائی، دعوت دی گئی، اس وقت کے اعلام (میڈیا) یعنی اشعار کا استعمال ہوا، مال اتنا لگا کہ 'سرکاری خزانہ' خالی ہو گیا، حتیٰ کہ امت بھی قریباً کنگال ہو گئی، ایک طویل سفر کیا گیا، اس کے انتظام وانصرام میں بے پناہ قوتیں صرف ہوئیں اور عملاً قتال کی نوبت ہی نہیں آئی (گو کہ اصل ہدف قتال ہی تھا)[2]۔

پس آج بھی جہاد فرضِ عین ہے، بلکہ اس دن سے فرضِ عین ہے جس روز فرڈینینڈ اور ازابیلا کی فوجیں مسلم اندلس میں داخل ہوئی تھیں۔ یہی جہاد فی سبیل اللہ، اسلام واہلِ اسلام کی سربلندی کا طریق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا دفاع اور آپؐ کے لائے دین کا نفاذ اسی جہاد کے اساسی شعبہ جات 'دعوت'، 'اعداد' اور 'قتال' سے ہو گا۔ امت کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں، اور اٹھارہ سال سے اہلِ کفر کے تعذیب خانوں میں پڑی 'عافیہ صدیقی' کی عصمت کے دفاع اور اہلِ کفر سے ان پاکباز خواتین کا انتقام لینے کا طریقہ یہی ہے۔ مسجدِ اقصیٰ سے مسجدِ حرام ومسجدِ نبویؐ کو اہلِ صلیب وصہیون کے گھیرے سے آزاد کرانے کا راستہ یہی ہے۔ بابری مسجد جس کی بنیادوں پر آج رام مندر کھڑا ہے، اس رام مندر کی خاک اڑانے اور پھر سے مسجدِ بابری کو تعمیر کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہی سے ممکن ہے۔ بنارس میں اورنگزیب عالمگیرؒ کی تعمیر کردہ 'جامع مسجد گیان واپی' کو منہدم کر کے 'کشی وشواناتھ مندر' (جسے بھگوا دہشت گرد آج کل اپنا 'مکہ' قرار دے رہے ہیں) بنانے کے عزم[3]، دِلّی کے قطب مینار اور اس سے ملحقہ 'مسجدِ قوتِ اسلام' کو اور اس سے بھی اہم تر 'جامع مسجد دلی' جہاں شاہ ولی اللہؒ وشاہ عبد العزیزؒ نے مسندِ حدیث سجائی اور سیّد احمد شہیدؒ ومولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبد الحی بڑھانویؒ جیسے مجاہدین بستے تھے، کو مندر قرار دینے کی مہم اور تاج محل کو 'تیج' مندر بنانے کا تہیہ کرنے والوں کی گردنوں کو فولاد کی قوت سے ہی توڑا جا سکتا ہے۔ اسلام آباد کی لال مسجد اور ڈھاکہ کی بیت المکرم مسجد کا پہرہ جہاد فی سبیل اللہ ہی کی صورت ممکن ہے تاکہ کسی امریکہ اور کسی بھارت کے فرنٹ لائن اتحادی پاکستانی وبنگلہ دیشی فوجی ان مسجدوں کو اپنے بوٹوں سے پامال نہ کر سکیں۔ کشمیر کو دار الاسلام جہادی نبیؐ کے جہادی غلام ہی بنا سکتے ہیں۔ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کی شیطانی مثلث کو اسی جہاد کے ذریعے ٹکڑے ٹکڑے کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] بحوالہ صوتی حلقہ جاتِ درسِ کتاب 'مشاری الاشواق' از شیخ انور العولقی شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

[2] جو لوگ جہاد کے فرضِ عین ہونے پر کہتے ہیں کہ 'اگر پوری امت جہاد کے لیے نکل کھڑی ہو گی تو امت کے باقی معاملات کا کیا ہو گا؟' ان کے لیے غزوۂ تبوک کے واقعے میں بڑی نشانی ہے کہ اگر اہلِ ایمان جن کی تعداد محض 'تیس ہزار' ہی کیوں نہ ہو سب کے سب دشمن کے بالمقابل نکل آئیں تو بھلے وقت کی 'سپر پاور' ہی کیوں نہ مقابل ہو، وہ مقابلے کے لیے ڈر کے مارے نکلتی ہی نہیں اور اہلِ ایمان فتح وظفر سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ پھر آج کے دور میں افغان قوم کا 'امارتِ اسلامیہ' کی قیادت میں وقت کی 'سپر پاور' اور اس کے چھل حواریوں کو شکست دینا اسی جہاد فی سبیل اللہ کی فرضیت پر من حیث القوم لبیک کہنے کے سبب ممکن ہوا ہے!

یہ نقطہ بھی مستحضر رہنا چاہیے کہ غزوۂ تبوک وہ غزوہ ہے، جس غزوے میں عملاً جنگ ہی نہ ہوئی، جنگ یعنی وہ 'سبب' جس کو لوگ موت خیال کرتے ہیں وہ اس غزوے میں ہوئی ہی نہیں، لیکن یہی وہ غزوہ ہے جس نے مومنینِ صادقین اور منافقینِ کاذبین میں تفریق کی۔

[3] اداریے (زیرِ نظر مضمون) کی یہ سطریں لکھی جا چکی تھیں کہ ہندوستان سے نہایت غم ناک خبر موصول ہوئی کہ ''بنارس کے سول جج نے 'جامع مسجد گیان واپی' کے احاطے کا سروے کا کرنے کا حکم دے دیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مسجد کی عمارت مندر کو ڈھا کر تعمیر کی گئی تھی''، دراصل یہ اقدام اورنگ زیب عالمگیرؒ کی تعمیر کردہ مسجد کے انہدام کا پہلا قدم ہے۔ اللهم اكفنا من حيث شئت ومن أين شئت!

آج مملکتِ خداداد پاکستان میں ایف اے ٹی ایف[Financial Action Task Force (FATF)] کے ایما و شرائط پر جو 'او قافِ مساجد و مدارس' کے لیے 'قانون سازی' کر کے انہیں 'منی لانڈرنگ' سے مطعون کرتے ہوئے منبر و محراب کو گھیرے میں لیا گیا ہے، اس منبر و محراب کی بازیابی کا طریق بھی جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ یہ ناممکن تھا کہ نفاذِ شریعت کی محنت کرتے علما و داعیان اور مجاہدین کو جیلوں میں بھر کے، خفیہ تعذیب خانوں میں ان کے جسموں کو ڈرل مشینوں سے ادھیڑنے واستریوں سے داغنے، ان کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کی عزتوں کو محاصرے میں لینے اور ان کے خلاف بڑے بڑے فوجی آپریشن کرنے کے بعد 'او قافِ مساجد و مدارس' کی 'باری' نہ آتی جو آج ایف اے ٹی ایف کی شرائط کے مطابق آ چکی ہے اور جس پر آج تمام مسالک و مکاتب کے علمائے کرام اور مذہبی قائدین نے اجتماعات منعقد کر کے مذمت کی ہے اور حکومتِ وقت کو اس قانون کو واپس لینے کا کہا ہے، نیز اس قانون کو 'شریعت سے متصادم' قرار دیا ہے اور یہ سوال اٹھایا ہے کہ 'پاکستان کا اسلامی دستور و قانون کہاں گیا؟'۔ یہاں یہ بات بھی دہرانا لازم ہے کہ محض 'جمہوری' دائروں میں محدود اجتماعات، مظاہرات، قراردادوں اور مطالبات سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، بلکہ یہ مسئلہ بھی جہاد فی سبیل اللہ (دعوت، اعداد و قتال) اور تحریکِ اقامتِ دین و نفاذِ شریعت ہی سے حل ہونے والا ہے کہ 'جو چیز قوت سے چھینی جاتی ہے اس کو قوت سے ہی واپس لیا جا سکتا ہے'۔ نیز اگر یہ مسئلہ بنا دعوت و جہاد کے حل ہو سکتا تو وہ اجتماعات جو پورے پاکستان کی تمام دینی جماعتوں اور تمام مکاتبِ فکر کے پلیٹ فارم 'آل پارٹیز تحریکِ تحفظِ مساجد و مدارس' کے زیرِ اہتمام ہوتے رہے، جن میں جمعیت علمائے اسلام، جماعتِ اسلامی، جمعیتِ اہلِ حدیث، اتحادِ تنظیماتِ مدارس، وفاق المدارس العربیہ، وفاق المدارس السّلفیہ، رابطۃ المدارس اور دیگر تنظیمات نے متفقہ قراردادیں پیش کیں، تو ان سے یہ مسئلہ حل ہو چکا ہوتا![1]

یہاں یہ بات البتہ نہایت خوش آئند ہے کہ الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ سوال ایک بڑے پلیٹ فارم پر اٹھا ہے کہ 'پاکستان کا اسلامی دستور و قانون کہاں گیا؟' اور اس قانون کو 'شریعت سے متصادم' قرار دیا گیا، دراصل یہی وہ مباحث ہیں جنہیں نظامِ کفر اٹھنے نہیں دینا چاہتا۔ کیسی ستم ظریفی ہے کہ سات آسمانوں کے اوپر سے اتری ہوئی شریعتِ مطہرہ اور اس کی حدود کے متعلق تو 'رائے زنی' کی جا سکتی ہے لیکن اس 'آئین و قانون' کے اسلامی ہونے پر سوال اٹھانا ایسا بنا دیا گیا ہے گویا کفرِ بواح سے بھی بڑھ کر کوئی معاملہ ہو؟! دراصل جدید ریاستوں میں 'آئین' ہی وہ 'صحیفہ' ہے جسے 'وحی' کے 'مساوی' بلکہ وحی سے 'اعلیٰ' قرار دیا جاتا ہے، تبھی تو کالی انگریزی کتابوں کو سامنے رکھ کر وضع کردہ آئین و ریاست کے باغی کی سزا قتل، جبری گمشدگی اور تعذیب خانے ہیں جبکہ گستاخانِ شارع علیہ الصلاۃ والتسلیم صوبوں کے گورنر، اعلیٰ ترین عدلیہ کے چیف جسٹس اور مرزائیوں کے نہایت قریبی رشتہ دار آرمی چیف لگ جاتے ہیں۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ آج اس نو وضع کردہ قانون کے سبب جو سوالات اٹھائے گئے ہیں انہیں کسی بھی دباؤ کے سبب دبنے نہ دیا جائے اور اس ریاست و آئین کا محاکمۂ شرعی کیا جائے کہ 'پاکستان' و 'اہلِ پاکستان' برِّ صغیر میں ایک کلیدی حیثیت کے حامل ہیں اور نصرتِ دین و نصرتِ مستضعفینِ کشمیر و گجرات و آسام و برما جس قدر اہلِ پاکستان پر اس خطے میں واجب ہے شاید کسی اور پر نہیں ہے۔ پھر اہلِ پاکستان پر اس کے 'واجب' ہونے کا سبب ان کا اپنا دعویٰ بھی ہے کہ 'پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!'، لا الٰہ الا اللہ محض ایک کلمہ ہی نہیں جسے بس زبان سے ادا کرنے سے فرض ادا ہو جائے۔

خرد نے کہہ بھی دیا 'لا الٰہ' تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

---

[1] بحوالہ ماہنامہ بینات، فروری ۲۰۲۱ء

پاکستان جس کے وردی و بے وردی حکمران اس کو مدینۂ ثانی بنانے کے بجائے ’سدومیوں‘ کا گڑھ، کبھی ’پی ایس ایل‘ میں حیا باختہ و عریاں ناچ کی صورت، کبھی عورت مارچوں کے فروغ کی صورت، تو کبھی ’جہادی‘ ڈراموں (’میرا سلطان‘ سے ’ارطغرل‘ تک) میں ’مجاہدوں‘ کی فنکارہ ’بیویوں‘ کے ’ممنوع‘ عشقیہ ’ڈائیلاگوں‘ کی صورت بنا رہے ہیں اور قوم کے نوجوانوں کو جس ’ہیجان‘ میں مبتلا کر رہے ہیں اس کا حل جہاد کے سوا کیا ہے؟[1] ایسی میٹھی میٹھی دعوت جس میں نہی عن المنکر کا وجود ہی نہ ہو نقار خانے میں طوطی کی آواز سی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ کلمة حقٍ عند سلطانٍ جائرٍ کے بجائے، سلطانوں کی بیگمات کے نقاب دیکھ کر خوش ہونا اور اسی کو ’مدینۂ ثانی‘ کا ’حُسن‘ سمجھ لینا اپنی آنکھوں اور قلوب و اذہان پر نقاب ڈالنا ہے۔ پس یہاں یہ نقطہ بھی از حد قابلِ غور و اعتنا ہے کہ آج پاکستان میں جاری کورونا وائرس کی ’شدید ترین‘ لہر، دین و شریعت سے منہ موڑنے بلکہ دین و شریعت کی مخالف ڈگر پر اپنی اجتماعی زندگیوں کو جاری و ساری رکھنے کا نتیجہ ہے۔

وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ○ (سورۃ الانفال: ۲۵)

”اور ڈرو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا ہوگا۔ اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔“

یقیناً اہلِ ایمان میں سے بہت سے از کیا و اتقیا بھی کورونا کا شکار ہوئے اور اس دنیا سے رخصت ہوئے، ان کے لیے یہ وبا ان شاء اللہ، سبب مغفرت و رحمت ہو گی۔ لیکن، پچھلے ڈیڑھ سال میں کورونا وائرس کی وبا کے پھیلاؤ کا عمومی رجحان بالکل واضح ہے کہ یہ عذاب کا آسمانی کوڑا خاص طور پر اللہ کے باغیوں پر برسا ہے اور جہاں جہاں، جس جس قوم نے من حیث القوم، اللہ کی نافرمانی میں زیادتی کی اسی قدر وہ اس عذابِ الٰہی کے شکار ہوئے۔

بھارت میں خفیہ ایجنسی ’را‘ کے دباؤ اور ’غیر مسلم بھائیوں‘ سے خیر خواہی و اخوت کے جذبے کے ساتھ ’مخبر صادق‘ علیہ الصلاۃ والتسلیم کے فرامین (آخر الزمان میں غزوۂ ہند کے برپا ہونے) کو ’سنگھ پریوار‘ کا پراپیگنڈا قرار دینا ہندوؤں کے خنجروں سے ذبح ہونے کے بجائے خودکشی کا اقدام ہے، ایسی خودکشی جس کے نتیجے میں جسم سے پہلے روح کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

ماہِ اپریل (۲۰۲۱ء) کے پہلے عشرے میں ’حاجی شریعت اللہؒ کی سرزمین بنگال‘ کے دار الحکومت ڈھاکہ میں، مسلمانوں کے قاتل اور اسلام کے دشمن بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی کو ’آزادی‘ کی پچاس سالہ تقریبات میں شرکت کے لیے نظریۂ ’ہندوتوا‘ کی پرچارک حکومت کی ’وائسرائے‘ حسینہ واجد کی طرف سے مدعو کیا گیا۔ ’آزادی‘ کی تقریبات میں مودی کی شرکت، دراصل بنگلہ دیش کی ’اصل‘ حکومت اور ’اصل‘ نظریے و نظام کی بالادستی دکھانے کے لیے ’پلان‘ کی گئی۔ اس موقع پر حاجی شریعت اللہؒ، سیّد تیتومیر شہیدؒ اور نواب سراج الدولہ شہیدؒ کے بنگال سے تعلق رکھنے والے کثیر اہلِ ایمان اپنے گھروں سے ’مودی‘ کی آمد کے خلاف احتجاج و مظاہروں کے لیے نکلے۔ لیکن سرکاری (دراصل آر ایس ایس کی) آشیر باد حاصل کیے ہوئے غنڈوں نے بیت المکرم مسجد میں محوِ نماز مسلمانوں پر حملہ کر دیا، نتیجتاً ڈھاکہ سمیت پورے بنگلہ دیش میں بیسیوں اہلِ ایمان کو بے دردی

---

[1] شرعی اخلاق و کردار کے جنازے کی ایک صورت یہ ہے کہ نوجوانوں کے لیے حلال کی راہ (یعنی نکاح جو سکونِ روح و جسم کا ذریعہ ہے) درجنوں معاشرتی روڑوں کے ذریعے مسدود کی جا رہی ہے اور دوسری طرف ٹی وی و سمارٹ فونوں سے لے کر سڑکوں پر رقصاں ’میرا جسم میری مرضی‘ تک ’ہیجان‘ کو ایسا بُوسٹ (boost) دے رہے ہیں کہ الامان والحفیظ اور اس سب کے بعد قصور سے لے کر لاہور-سیالکوٹ موٹروے تک کے وہ سانحات ہیں، جن کی نہ ہمیں وجہ سمجھ میں آ رہی (جو حقیقتاً ہم سمجھنا نہیں چاہتے) اور نہ جن کا کوئی حل ہمیں سجھائی دے رہا ہے (جنہیں حل کرنا ہم دراصل چاہتے ہی نہیں ہیں)!

سے شہید کیا گیا اور پچاسیوں اہلِ ایمان خنجروں اور کرپانوں کے وار سے گھائل کیے گئے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ایک معروف دینی جماعت کے امیر اور بزرگ عالمِ دین کو 'بدکاری' جیسے قبیح فعل سے 'ہندوتوا بنگلہ دیشی سرکار' اور اس کے غلام میڈیا نے مطعون کیا۔ سیّد تیتومیر اور حاجی شریعت اللہ نے جس نفاذِ اسلام کے لیے ارضِ بنگال میں جہادی و دعوتی تحریکات کھڑی کیں اور نواب سراج الدولہ نے جس 'ورلڈ آرڈر' کی استعماری قوتوں کے خلاف لڑتے ہوئے 'مرشد آباد' میں جامِ شہادت نوش کیا، ان مقاصد کو جِلا بخشنے کا طریقہ کیا ہے؟ پس ان مقاصدِ ارفع سے لے کر ارضِ بنگال میں مسجدِ بیت المکرم سے لے کر سندر بن میں قائم چھوٹے سے جھونپڑے کی مسجد تک کے 'نمازی' مسلمانوں، مسلمان بہنوں کی عزتوں اور علمائے کرام کی ناموس و عظمت کی حفاظت کا واحد طریق 'جہاد فی سبیل اللہ' ہے!

جہاد ہی وہ طریق ہے جس کے نتیجے میں 'دنیا کی تنگیوں سے نجات' اور 'دنیا و آخرت کی وسعتوں تک رسائی' ممکن ہے۔ ورنہ ہمارا وہ 'فہم' جو صحابہؓ کو نہ حاصل ہوا ہمیں دنیا و آخرت میں ذلیل کروادے گا۔

پس ان 'ملاحم' کے لیے اپنی اولادوں کو، اپنی جانوں کو، اپنے مالوں کو، اپنی فکر و فن کو، اپنی زبانوں کو اور اپنے قلم و اعلام کو وقف کرتے غازی اور شہیدی حملہ آور، طائفۃ المنصورۃ کا حصہ علما و داعیان اور مجاہدین و مقاتلین بڑھ رہے ہیں، ان کے لیے جہنم سے آزادی کے پروانے، ولایتِ الٰہی کے عظیم مقام 'شہادت فی سبیل اللہ' کی بشارتیں اور سیّدنا مسیحؑ و سیّدنا مہدیؒ کی معیت اور سب سے بڑھ کر ہمارے اللہ کی رضا اور حضور سرورِ کونین علیہ اَلف صلاۃ و سلام کے ہاتھوں حوضِ کوثر پر جامِ حیات عطا ہونے کے وعدے ہیں۔ آیئے ہر بت کو توڑتے ہیں، چاہے وہ نفس و خواہشات کا ہو یا قومیت و وطنیت کا یا امریکہ و بھارت کے ورلڈ آرڈر کا، ان غازیوں کے دست و بازو بنتے ہیں اور انہی کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے اعلان کرتے ہیں:

ألا قـــولـــوا لأمـــريكـــا
لغـــــير الله لـــن نركـــع

نجـــاهد في سبيـــل الله
لم نخضـــع ولن نخشـــع[1]

"اے عالمی طاغوتو! سن لو! کہ ہم امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے والے نہیں۔ ہم اللہ کی راہ کے مجاہد ہیں، ہم اپنی تنگی و آسانی، غمی و خوشحالی اور زندگی و موت کو نہیں دیکھتے، ہم تو بس اس وحدہٗ لاشریک کے سوا نہ کسی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور نہ ہی ہم اس کے سوا کسی سے ڈرتے ہیں!"

اللهم وفقنا كما تحب و ترضى وخذ دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

[1] اشعار: حکیم الامت فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری (اَدام اللہ فیوضہٗ و برکاتہٗ)

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحاؐ کی حرمت پر!

فرانس میں ہونے والے حالیہ واقعات کی بابت ایک پکار

مسلمانانِ عالَم! سنو! سنو! تمہارے دروازے پر دستک ہو رہی ہے۔ دیکھو! دیکھو! شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد تمہارے دروازے پر کھڑا ہے۔ یہ قاصد کوئی پیغام نہیں لایا۔ یہ ایلچی تو یہ دیکھنے آیا ہے کہ ہم اور تم ابھی زندہ ہیں یا مر چکے ہیں؟!

مسلمانو! محمد کو اپنا نبی اور رسول کہنے والو! (صلی اللہ علیہ وسلم)

چند دن پہلے، فرانس میں کچھ سگانِ صلیب تمہاری مسجدوں میں گھس گئے۔ انہوں نے تمہارے نبی کے منبر کی توہین کی اور دیواروں پر لکھا کہ 'یہ صلیبی جنگ کا آغاز ہے'۔ ان پلیدوں نے لکھا کہ 'چارلی ہیبڈو ہمارا فخر ہے اور چارلی ہیبڈو ہمارے ابطال میں سے ایک بطل کا نام ہے'۔

مسلمانو! یہ قاصدِ رسولؐ، شاید اسی لیے آیا ہے۔ مسلمانو! بس اب دو اور دو چار روٹیاں جمع کرنے کا وقت گزر گیا ہے۔ اب فیصلے کی گھڑی ہے۔ یا تو اپنے نبی کا انتقام لو یا اس نبی کا نام لینا چھوڑ دو۔

مسلمانو! ہم 'لا الٰہ الا اللہ' پڑھنے اور 'محمد رسول اللہ' کے عشق کا دم بھرنے والے مستحق ہیں کہ مر جائیں۔ ہم مر جائیں اپنے نبی کی حرمت کے دفاع میں یا مر جائیں اس غم سے کہ ہم اتنے بے غیرت ہو گئے، اتنے ذلیل ہو گئے کہ اپنے نبی کا دفاع بھی نہیں کر سکتے!

اللہ کی قسم! یہ مبالغہ آرائی نہیں، یہ محض جذباتی باتیں نہیں۔ آنکھوں کا حق ہے کہ یہ بہہ بہہ کر سفید ہو جائیں، دلوں اور کلیجوں کا حق ہے کہ مارے غم کے یہ پھٹ جائیں۔ مسلمانو! اپنے نبی کے دفاع میں اٹھو، اپنے نبی کے منبر کے دفاع میں اٹھو۔

غور سے دستکِ قاصدِ رسولؐ سنو، قیامت کے روز اگر شافعؐ کے ہاتھوں جامِ کوثر چاہیے تو آج سر پر کفن باندھ لو، پھر جو ہاتھ آئے اسی کلاشن کوف، خنجر، چھری، ڈنڈے اور کچھ نہیں تو اسی ہاتھ کی انگلیوں کو جمع کر کے کوئی مکا بنالو، پھر اس ہاتھ کو کفر کے سر پر مارو۔ کفر کا سر کچلا گیا تو فبہا، ورنہ اپنے ہاتھ نبی کے دفاع میں شل کروالو۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے، جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں!

قیامت کے دن کہیں ایسا نہ ہو کہ شافعؐ کی محبت جوش میں ہم اور تم پیاس کے ماروں کو جامِ کوثر پلانا چاہے لیکن فرشتے یہ کہہ کر روک دیں کہ آپ کا دفاع تو درکنار، آپ کی گستاخیوں کے غم میں ان کی تو نیند بھی متاثر نہ ہوتی تھی اور آقاؐ، رخِ انور پھیر لیں تو اس روز کیا کرو گے۔ جس سے شافع نے رخ پھیر لیا اس کا ٹھکانہ خود ہی سوچو کہاں قرار پائے گا؟

مسلمانانِ عالَم! سنو! سنو! تمہارے دروازے پر دستک ہو رہی ہے۔ دیکھو! دیکھو! شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد تمہارے دروازے پر کھڑا ہے۔ یہ قاصد کوئی پیغام نہیں لایا۔ یہ ایلچی تو یہ دیکھنے آیا ہے کہ ہم اور تم ابھی زندہ ہیں یا مر چکے ہیں؟!

◆◆◆◆◆

اللہ کے ساتھ حُسنِ ظن!

انتخاب واستفادہ: مریم عزیز

جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے وصال سے تین روز قبل کہتے سنا کہ:

"تم میں سے کوئی شخص دنیا سے اس حالت میں رخصت نہ ہو، الا یہ کہ وہ اپنے رب سے حسنِ ظن رکھتا ہو۔" (صحیح مسلم)

حدیثِ قدسی میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے خلوت میں یاد کرے تو میں اسے خلوت میں یاد کرتا ہوں، جلوت میں کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، وہ میری جانب ایک بالشت آگے بڑھے تو میں ایک گز بڑھتا ہوں، وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں دوڑ کر اس کی جانب جاتا ہوں۔" (بخاری و مسلم)

اللہ کے بارے میں حسنِ ظن، ایمان باللہ کی بنیاد ہے۔ اس کی رحمت، جُود و سخا، اس کی ہیبت، اس کے قادرِ مطلق ہونے پر یقین؛ ہمارے عقیدے کا لازمی جزو ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں اللہ تعالیٰ صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ عبد کو معبود کی بابت ہمیشہ بہترین گمان رکھنا چاہیے کہ اللہ کے بارے میں حسنِ ظن رکھنے والا کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ جب بندہ اللہ کو دل کے یقین کے ساتھ پکارتا ہے تو اس کا رب اس کی پکار کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا کہ یہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کی شان کے برعکس ہے کہ اس کا بندہ بہت مان سے دستِ سوال دراز کرے اور وہ عطا کرنے میں بخل کرے۔ وہ تو غنی اور علیٰ کل شئ قدیر ہے! اس کا بندہ جب بھول چُوک کر گزرے اور نفسِ لوامہ کی تنبیہ پر پلٹ کر اس غفور الرحیم کی جانب توبۃ النصوح کی نیت سے رجوع کرے تو اس کی شانِ کریمی جوش میں کیوں نہ آئے؟ اس کا بندہ اس کی رضا پانے کی طلب میں اعمالِ صالحہ کے لیے حریص ہو تو وہ جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے، کیوں اس کے اجر میں کمی کرے؟ بات صرف اس سے آس لگانے کی ہے کہ اس کے خزینے تو بھرے پڑے ہیں!

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ○ (سورۃ یوسف: ۸۷)

"اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اس کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔"

امام ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ سے اچھی امید رکھنا تقویٰ سے مشروط ہے کہ ایک متقی انسان کو یقینِ کامل ہوتا ہے کہ اللہ سے بڑھ کر سچا قول اور کسی کا نہیں، لہٰذا اس کے کہنے کے مطابق اس سے خیر کی توقع رکھنے والا مراد کو پہنچے گا، ان شاء اللہ۔ اس کے برعکس فاسق اور منافق انسان کا دل خطاکاری پر تکرار، ظلم اور نافرمانی کے باعث رحمتِ الٰہی سے متعلق سُوئے ظن کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے، گناہوں کی سیاہی اس کے دل کو سخت کر دیتی ہے اور یہی چیز اس کو اللہ سے دور لے جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کی مثال اس بھگوڑے غلام کی سی ہے جو چاہے بھی تو اپنے آقا سے حسنِ سلوک کی توقع نہیں رکھ سکتا۔ بے شک اس کے اطاعت گزار بندے ہی اس کی بارگاہِ رحمت سے جھولی بھروانے کے امیدوار ہوتے ہیں۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (سورۃ الفتح: ۶)

"اور ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے متعلق برا گمان رکھتے ہیں۔"

امام حسن بصری رحمہ اللہ کے الفاظ میں مومن اپنے رب سے حسنِ ظن رکھتا ہے اس لیے نیکی کی تاک میں لگا رہتا ہے اور فاسق بدگمانی رکھنے کے باعث بداعمالیوں میں گھرا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ خود بدگمانی رکھنے والوں کے رویے کو منافقت کی علامت قرار دیتے ہوئے ملامت کرتے ہیں۔ جب وہ منافقین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے غزوۂ احد کے موقع پر عین وقت پر بدعہدی کی:

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ○ (سورۃ آلِ عمران: ۱۵۴)

"اور یہ معاملہ جو پیش آیا، تو یہ اس کے لیے تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے، اللہ اسے آزما لے اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے، اسے چھانٹ دے، اور اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔"

مختصر یہ کہ اللہ سے اچھا گمان رکھنا ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہماری امیدوں کا مرکز وہی ہستی ہو جو رحمٰن بھی ہے اور قہار بھی، لیکن ان صفات پر ایمان ہمارے یقین کو متزلزل نہ کرنے پائے کہ اگر ہم اخلاص کے ساتھ اس کی راہوں پر نکل پڑیں گے، گناہوں سے بخشش کے طلب گار ہوں گے اور نیکی میں سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے تو اس کی رحمت کو ان شاء اللہ، ضرور پالیں گے کہ ہمارے گناہ آسمانوں اور زمینوں کی حدود تک چھا جائیں تو بھی وہ قادر ہے کہ ہماری گریہ وزاری کی شرفِ قبولیت سے سرفراز فرما دے۔ إنهٗ سميعٌ مجيب الدعوات!

☆☆☆☆☆

استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لیے نسخے

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۱

ہر فرض نماز کے بعد الحاح سے یہ دعا پڑھنا:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن:

"اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیے بعد اس کے کہ آپ ہم کو حق کی طرف ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمتِ خاصّہ عطا فرما دیجیے (اور وہ رحمت یہ ہے کہ راہِ مستقیم پر ہم قائم رہیں)۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت اور حسنِ خاتمہ کی درخواست کا بندوں کے لیے سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے اور جب شاہ خود درخواست کا مضمون عطا فرمائے تو اس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے لہٰذا اس دعا کی برکت سے استقامت اور حسنِ خاتمہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور عطا ہو گا۔ تفسیر روح المعانی میں سے اس آیت کے متعلق کچھ اہم نکتے تحریر کیے جا رہے ہیں جس کے پیشِ نظر اس دعا کا لطف کچھ اور ہی محسوس ہو گا۔

یہاں رحمت سے مراد استقامت علی الدین ہے۔ قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ السَّیِّدُ مَحْمُوْدُ الْبَغْدَادِیُّ فِی الرُّوْحِ: اَلْمُرَادُ بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ التَّوْفِیْقُ لِلْاِسْتِقَامَةِ عَلٰی طَرِیْقِ الْحَقِّ اور وَهَبْ کے بعد لَنَا اور مِنْ لَّدُنْكَ دو متعلقات نازل فرما کر اصل مطلوب خاص یعنی نعمتِ استقامت اَلْمُعَبَّرُ بِالرَّحْمَةِ کا کچھ فاصلہ کر دیا۔ تَشْوِیْقًا لِّلْعِبَادِ تاکہ بندوں کے شوق میں اضافہ ہو۔ جیسے باپ چھوٹے بچے کو لڈو دکھا کر ہاتھ کچھ اوپر کر لیتا ہے تو بچہ شوق سے کودنے لگتا ہے۔ یہ قدر نعمت کا لطیف عنوان ہے۔

لفظ ہبہ سے کیوں تعبیر فرمایا؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ بات یہ ہے کہ حسنِ خاتمہ اور استقامت علی الدین دونوں نعمتیں مترادف ہیں اور لازم و ملزوم ہیں۔ پس یہ دو عظیم الشان نعمتیں جن کی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنت عطا ہو جاوے یہ ہماری محدود زندگی کے ریاضات کا صلہ ہرگز نہیں ہو سکتی تھیں، اس لیے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کو اس اہم حقیقت سے مطلع فرما دیا کہ خبردار! اپنے کسی عمل کے معاوضہ کا تصور بھی نہ کرنا۔

یہ استقامت جس کو حسنِ خاتمہ لازم ہے یہ وہ عظیم اور غیر محدود دولت ہے جو دخولِ جنت کا سبب ہے جس کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتے کیوں کہ مثلاً اسّی برس کے نماز روزوں سے اسّی برس کی جنت ملنے کا قانون اور ضابطہ سے جواز ہو سکتا تھا، لیکن ہمیشہ کے لیے غیر فانی حیات کے ساتھ جنت کا عطا ہونا اور محدود عمل پر غیر محدود اجر و انعام صرف حق رابطہ اور عطائے حق ہے۔ پس لفظ ہبہ سے درخواست کرو کیوں کہ ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور ہبہ میں واہب اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے دے دے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اسی نکتے کو بیان فرماتے ہیں وَفِی اخْتِیَارِ صِیْغَةِ الْهِبَةِ اِیْمَاءٌ اَنَّ بِهٰذِهِ الرَّحْمَةَ اَیْ ذَالِکَ التَّوْفِیْقَ لِلْاِسْتِقَامَةِ عَلَی الْحَقِّ تَفَضُّلٌ مَحْضٌ بِدُوْنِ شَائِبَةِ وُجُوْبٍ عَلَیْهِ تَعَالٰی شَانُهٗ یعنی اور صیغۂ ہبہ سے تعبیر میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرما دیا کہ اس رحمت سے مراد وہ توفیقِ حق ہے جس کی برکت سے بندہ دین پر قائم رہتا ہے اور جو کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ان کا کرم ہے جس کو عطا فرمائیں۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَہَّابُ یہ معرضِ تعلیل میں ہے کہ تم کو ہم سے ہبہ مانگنے کا کیا حق ہے اور کیوں حق ہے کیوں کہ ہم بہت بڑے داتا اور بخشش کرنے والے ہیں۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۲

حسنِ خاتمہ کے لیے کثرت سے پڑھیں 'یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیْثُ'، یعنی اے زندہ حقیقی کہ جس کی برکت سے تمام کائنات قائم ہے اور ہر ذرّہ کائنات کا بقا جس کے فیض پر منحصر ہے آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔ یَا حَیُّ: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے انسان نفس کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ أَزَلًا اَبَدًا وَّحَیَاةُ کُلِّ شَیْءٍ بِهٖ مُؤَبَّدًا، حی کے معنیٰ ہیں جو ازل سے ابد تک حی ہو اور ہر شے کی حیات اس سے قائم ہو۔ حی اور قیوم میں اسمِ اعظم کا اثر ہے۔ یَا قَیُّوْمُ: أَیْ قَائِمٌ بِذَاتِهٖ وَیُقَوِّمُ غَیْرَهٗ بِقُدْرَتِهٖ، قیوم وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور تمام کائنات کو اپنی قدرتِ غالبہ کاملہ سے قائم رکھنے والا ہو۔ اَسْتَغِیْثُ: أَیْ أَطْلُبُ الْاِغَاثَةَ وَأَسْأَلُ الْاِعَانَةَ، طلب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے فریاد رسی کو اور اس کی اعانت کو۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ کا وِرد استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لیے اور ہر بلا اور غم سے نجات کے لیے اکسیر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم اور صدمہ اور کرب و اضطراب لاحق ہوتا تھا تو آپ اس وِرد کو کثرت سے پڑھتے تھے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا کَرَبَهٗ أَمْرٌ یَّقُوْلُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیْثُ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ایک لمحہ بھی انسان نفس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن: نفس تو ہر ایک کا بُری بات بتلاتا ہے بجز اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ جیسا کہ انبیا کے نفوسِ مطمئنہ ہوتے ہیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نفس بھی داخل ہے۔ خلاصہ یہ کہ میری عصمت میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ رحمت و

عنایتِ الٰہیہ کا اثر ہے۔ اَمَّارَۃٌ:كَثِيْرَةُ الْأَمْرِ (لِلْمُبَالَغَةِ) یہاں الف لام عَلَى السُّوْءِ لِلْجِنْسِ ہے۔ پس قیامت تک کے معاصی کے تمام انواعِ موجودہ اور مستقبلہ اس لفظ میں شامل ہیں کیوں کہ جنس انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے۔ پس وہ نئے نئے ایجادات و آلاتِ معاصی بھی اس سوء میں شامل ہوگئے جو قیامت تک ایجاد کیے جائیں گے۔

روح المعانی میں ہے کہ مارحم میں مامصدریہ، ظرفیہ، زمانیہ ہے۔ جس کی تفسیر یہ ہے کہ نفس ہر وقت بُرائی کی طرف راہ دکھاتا ہے، مگر جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کے سائے میں رہتا ہے نفس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو بامائی نباشد ہیچ غم

ترجمہ: اگر ہزاروں گناہ کے جال ہر قدم پر ہوں، مگر اے خدا! آپ کی عنایت کے ہوتے ہوئے کوئی غم نہیں۔

رَحِمَ جو ماضی تھا مامصدریہ نے اسے مصدر بنادیا۔ پس علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی کے مذکورہ مضامین سے معلوم ہوا کہ کسی کا نَفْس اگر ایک نَفَس بھی عصمتِ حق اور رحمتِ حق سے محروم ہوجاوے تو جس سوء میں بھی مبتلا ہوجاوے سب کا خوف ہے۔ (روح المعانی، پارہ:۱۳، صفحہ:۲)

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۳

مسواک کرنا ہے۔ علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ جلد ا، صفحہ ۸۴ پر رقم طراز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مسواک کرنے والے وضو سے جو نماز ادا کی جائے گی اس کا ثواب ستّر گنا ان نمازوں سے زیادہ ہوگا جو بغیر مسواک والے وضو سے پڑھی جاویں گی۔

سنتِ مسواک کی برکت سے موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد آجاوے گا۔ اور مسواک کی سنت کے منافع سے موت کے وقت کلمۂ شہادت کا یاد آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرماویں احسان و کرم سے، آمین۔ مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ: بحوالہ شامی جلد ا، صفحہ ۸۵ بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ چھنگلیا (چھوٹی انگلی) کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے اوپری حصے کے نیچے رکھے اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۴

ایمانِ موجودہ پر شکر کرنا، یعنی ہر روز موجودہ ایمان پر شکر ادا کرنا، اور وعدہ ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ، اگر تم لوگ شکر ادا کروگے تو ہم اپنی نعمتوں میں ضرور ضرور اضافہ کردیں گے۔ پس ایمان پر شکر ایمان کی بقا بلکہ ترقی کا ذریعہ ہے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۵

بد نظری سے حفاظت پر حلاوتِ ایمان عطا ہونے کا وعدہ ہے اور حلاوتِ ایمان جب دل کو ایک مرتبہ عطا ہوجاوے گی تو پھر کبھی واپس نہ لی جاوے گی۔ پس حسنِ خاتمہ کی بشارت اس عمل پر بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: إِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ إِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ أَبْدَلْتُهُ اِيْمَانًا يَّجِدُ حَلَا وَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ۔ یہ حدیثِ قدسی ہے جس کی تعریف ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمائی ہے: ہُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَفْظِهٖ وَيُنْسِبُهٗ إِلٰى رَبِّهٖ، حدیثِ قدسی وہ ہے کہ جس کو نبی اپنے الفاظ سے بیان کرے اور نسبت اس کی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف کرے۔ ترجمۂ حدیث: تحقیق نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر میں بجھایا ہوا ایک تیر ہے، جس بندے نے میرے خوف سے اپنی نظر کو (نامحرم لڑکی سے یا حسین لڑکے سے) محفوظ رکھا، اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'اور یہ حلاوتِ ایمان کبھی واپس نہ ہوگی'۔ پس اس عمل پر بھی ایمان پر خاتمہ کی بشارت ثابت ہوگئی۔ یہ دولت حسنِ خاتمہ آج کل سڑکوں پر تقسیم ہورہی ہے۔ نظر کی حفاظت کیجیے اور یہ دولت حاصل کرلیجیے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۶

اذان کے بعد کی دعا ہے جس کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں۔ اذان کے کلمات کا جواب دے دیجیے۔ پھر جب اذان ختم ہو تو آپ درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھیے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، إِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ "إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" یہ آخری جملہ مسند امام بیہقی میں ہے۔

اس دعا پر وعدہ ہے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو اس دعا کو پڑھے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوجاوے گی، اور جب اس دعا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی تو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کافر کو نہیں مل سکتی۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۷

اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے محبت کرنا صرف اللہ کے لیے۔ بخاری شریف کی دو روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ اس عملِ مذکور سے حسنِ خاتمہ کا فیصلہ مقدر ہوجاتا ہے۔ پہلی روایت: اہلِ ذکر یعنی صالحین اور اہل اللہ کی شان میں حدیث وارد ہے کہ ایک شخص مجلسِ ذکر میں صالحین اور اہل اللہ کے مجمع میں کسی حاجت سے جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا،

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان فرمایا۔ تو ایک فرشتہ نے کہا کہ یا اللہ! مگر فلاں شخص تو کسی ضرورت سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اور وہ خطاکار بھی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِہِمْ جَلِیْسُہُمْ یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا، وَلَہٗ قَدْ غَفَرْتُ میں نے اس کو بھی بخش دیا۔

حضرت ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ تحقیق اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا ان ہی کے ساتھ درج ہو جاتا ہے، تمام ان نعمتوں میں جو ان پر اللہ فضل فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہے۔ (جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی اعلیٰ نعمتیں ان کی خاطر دے دی جاتی ہیں)۔ دوسری روایت: بخاری و مسلم میں ہے کہ تین خصائص جس میں ہوں گے وہ ان کی برکت سے ایمان کی حلاوت پائے گا: ۱) جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوں۔ ۲) جو کسی بندے سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے۔ ۳) اور جو ایمان عطا ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسا کہ آگ میں جانے کو۔

ایمان پر خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت کرنا ایک عظیم ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ والوں ہی کے ساتھ اعلیٰ اور کامل درجہ کی ہوتی ہے۔ پس اس کا کامل نسخہ کسی اللہ والے سے محبت کرنا ہے۔ حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ، جلد ا، صفحہ ۴۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جب ایک مرتبہ عطا ہو جاتی ہے تو کبھی واپس نہیں لی جاتی (یہ شاہی عطیہ ہے، شاہِ کریم عطیہ دے کر کبھی واپس نہیں لیا کرتا ہے) پس اللہ والوں کی محبت سے حلاوتِ ایمانی کا عطا ہونا اور اس پر حسنِ خاتمہ کا عطا ہونا نہایت واضح ہو گیا۔

اللہ والی محبت کی پانچ شرطیں

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت خالص اللہ والی جب ہوتی ہے: لَایُحِبُّہٗ لِغَرَضٍ وَ عَرَضٍ وَعِوَضٍ وَلَا یَشُوْبُ مَحَبَّتَہٗ حَظٌّ دُنْیَوِیٌّ وَلَا أَمْرٌ بَشَرِیٌّ۔

۱) یہ محبت غرض سے نہ ہو۔ ۲) سامانِ دنیوی مطلوب نہ ہو۔ ۳) معاوضہ مطلوب نہ ہو۔ ۴) دنیوی لطف مطلوب نہ ہو۔ ۵) بشری تقاضے سے پاک ہو۔

حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات

۱) اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ عبادات میں لذت ملتی ہے۔ ۲) اِیْثَارُہَا عَلٰی جَمِیْعِ الشَّہَوَاتِ تمام خواہشات پر طاعات کو ترجیح دیتا ہے۔ ۳) تَحَمُّلُ الْمَشَاقِ فِیْ مَرْضَاۃِ اللّٰہِ اپنے رب کو راضی کرنے میں ہر تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔ ۴) تَجَرُّعُ الْمَرَارَاتِ فِی الْمُصِیْبَاتِ ہر مصیبت میں صبر و رضا کا گھونٹ پی لیتا ہے۔ ۵) اَلرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ ہر حال میں اپنے مولیٰ کی قضا پر راضی رہتا ہے۔ اعتراض اور شکایت نہیں کرتا نہ زبان سے نہ قلب میں۔

وعظ ''محاسنِ اسلام'' میں ہے کہ ہندو آریوں نے جب سارے مسلمانوں کو ہندو مذہب میں لانے کی تحریک چلائی تو وہ لوگ جو اللہ والوں سے تعلق رکھتے تھے ان کو سخت مایوس کرتے تھے۔

چناں چہ کانپور میں ایک موقع پر کسی نے کہا کہ اتنے جوتے سر پر لگاؤں گا اگر تم نے اسلام کے خلاف کوئی بات کی۔ تم لوگ جانتے نہیں ہو کہ ہم مولانا گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مرید ہیں۔ اور دہلی کے آریہ مرکز کے دفتر میں رپورٹ آئی کہ ہمارا اثر ان لوگوں پر بالکل نہیں ہوا جو کسی اللہ والے سے تعلق رکھتے ہیں

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ترجمہ:۔ ایک زمانہ اولیاء اللہ کی صحبت سو سال کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔ اس لیے کہ ان کی صحبت سے ایسا یقین اور ایمان عطا ہوتا ہے کہ جو مرتے دم تک سلب نہیں ہوتا۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ صحبتِ اہل اللہ سے قلب میں ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا۔ خواہ فسق و فجور ہو جاوے، مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مردودیت تک نوبت نہیں پہنچتی، لیکن اس کے برعکس ہزار برس کی عبادت شیطان کو مردود ہونے سے نہ روک سکی۔ یہی معنیٰ ہیں اس شعر کے کہ

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دے وہ ہزار سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۸

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّدَقَۃَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات میں تحریر فرمایا ہے کہ بُری موت کے دفع کرنے سے مراد سوئے خاتمہ سے حفاظت ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صدقہ بُری موت سے حفاظت کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ موجودہ بلا و ناگوار امور سے محفوظ رکھتا ہے اور انجام میں سوئے خاتمہ کو دفع کرتا ہے یعنی حسنِ خاتمہ کا ذریعہ ہے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۹

اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنا ہے اور محبت کے اعمال اختیار کرنا ہے اور ان دونوں کا ذریعہ اہلِ محبت اللہ والوں سے محبت کرنا ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 15 پر)

امیر المومنین
شیخ هبة الله اخوندزاده نصره الله
کی ہدایات...... مجاہدین کے نام
امرا و مسئولین کو نصیحتیں[۱]

(۱)نیک افراد کے ساتھ قربت

امرا و مسئولین کو چاہیے کہ علما و صالحین کی قربت میں رہیں، ان سے مشورہ لے اور ان کے نصائح کو سنیں، یہی ماضی کے نیک امرا و مسئولین کا دستور تھا۔

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ منتخب ہوئے تو اس دور کے ولی اللہ سالم بن عبد اللہ، محمد بن کعب اور رجاء بن حیوۃ رحمہم اللہ کو بلایا اور ان کو کہا: 'میں اس آزمائش میں گرفتار ہوں آپ سب مجھے مشورہ دے کہ میں کیا کروں؟'۔

سالم بن عبد اللہ نے کہا: 'اگر تمہیں نجات چاہیے تو دنیا سے ایسے روزہ میں رہو جس کی افطاری تمہاری موت ہو!'۔

محمد بن کعب نے کہا: 'اگر اللہ رب العزت کے عذاب سے نجات چاہیے تو مسلمانوں کے امیر کو اپنا والد سمجھو، جوان لڑکے کو اپنا بھائی سمجھو اور چھوٹے بچے کو اپنا بیٹا سمجھو۔ والد کا احترام کرو، بھائی کے ساتھ نیک سلوک کرو اور بچے پر شفقت کرو!'۔

رجاء بن حیوۃ نے کہا: 'اگر کل کے سخت دن سے نجات چاہیے تو مسلمانوں کے لیے وہ کچھ کرو جو اپنے لیے پسند ہو اور ان کے لیے ان چیزوں کو ناپسند رکھو جن کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو!'

امیر کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی نااہل بندے کو امور کی مسئولیت دے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> "اس شخص کو جنت کی خوشبو بھی سونگھنے کو نہیں ملے گی جو شخص رشتہ داری کی خاطر اپنے رشتہ داروں کو کام (مسئولیت) پر لگائے جبکہ اس سے زیادہ کام کے اہل لوگ موجود ہو۔"

دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> "اگر امیر نے مسلمانوں پر کسی کو مقرر کیا، اور امیر یہ جانتا تھا کہ اس سے زیادہ کام کا اہل اور قرآن و سنت پر عمل کرنے والا موجود ہے، تو اس امیر نے اللہ تعالی، رسول اللہ ﷺ اور سب مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔"

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> "اگر کسی نے فاجر شخص کو کام کی مسئولیت دی اور اس کو اس کے فجور کا علم بھی ہو تو اس فاجر کو اس کام پر مقرر کرنے والا بھی فاجر ہے۔"

(۲)راز کی حفاظت

امرا کو چاہیے کہ اپنے رازوں کو خفیہ رکھیں، حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ کئی بار ایسا ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ پر جانے کا ارادہ فرماتے تو لوگوں کو اس غزوہ کے اصل کے بجائے دوسری سمت کا بتاتے تھے، آپ ﷺ یہ کام اس لیے کرتے تھے، تاکہ ہدف تک پہنچنے کے لیے مسلمانوں کی نقل و حرکت راز میں رہے، کیونکہ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی نقل و حرکت کی خبر دشمن تک پہنچ جائے اور دشمن راستے میں مسلمانوں کو نقصان پہنچائے، ہر اس کام کو راز میں رکھنا لازم ہے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔

حضرت ماوردیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا، کہ 'تمہارا راز تمہاری قید میں ہے، اگر تم نے اس سے متعلق کسی کے سامنے بات کی اور راز افشا ہو گیا تو تم اس راز کے قیدی بن جاؤ گے!' یعنی کہ پھر اس راز کے افشا ہونے کی وجہ سے ہونے والے نقصان پر تم خود جوابدہ ہو گے۔

حضرت ماوردیؒ نے کہا 'راز کی حفاظت کامیابی کا سب سے بڑا سبب اور کاموں کو احسن طریقے سے ادا کرنے کا وسیلہ ہے'۔

ابن حبانؒ نے کہا 'جس نے اپنے راز کی حفاظت کی اس کی تدبیر پکی اور کامیابی یقینی ہے'۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا 'دل رازوں کے برتن ہیں، ہونٹ تالے اور زبان چابیاں ہیں، ہر بندے کے لیے لازم ہے کہ رازوں کو کھولنے والی چابیوں کی حفاظت کرے یعنی اپنی زبانوں کو رازوں کے افشا ہونے سے محفوظ رکھے'۔

مجاہدین کی حفاظت رازوں کی حفاظت میں پنہاں ہے، لہٰذا امیر کو چاہیے کہ اس ساتھی کے ساتھ مشورہ کرے جو رازوں کی حفاظت کرنے والا ہو۔

(۳)مجاہدین اور شہدا کے گھرانوں کا خیال رکھنا

امرا و ذمہ داران کو چاہیے کہ مجاہدین کے گھرانوں کے مسائل کو حل کریں، خصوصاً ان ساتھیوں کی بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھیں جو شہید ہو گئے ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجاہدین کی خواتین کی حرمت بیٹھنے والوں پر ان کی اپنی ماؤں کی حرمت کی مانند ہے، اگر جہاد سے پیچھے بیٹھنے والا کوئی شخص ایک مجاہد کے گھر کی حفاظت کرتا ہو اور پھر اس کے اہل خانہ کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہو تو قیامت کے دن خیانت کرنے والے شخص کو اُس مجاہد کے لیے کھڑا کیا جائے گا اور خائن

کے نیک اعمال میں سے جتنا اس کو پسند ہو اتنا وہ مجاہد لے لے گا"، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیکھا اور فرمایا: "آپ سب کا کیا گمان ہے؟"۔

(حرمة نساء المجاہدین) یعنی مجاہدین کی خواتین کو غلط نظر سے دیکھنا، یا ان کے بارے میں بدکلامی کرنا ایسا حرام ہے جیسا کہ اپنی ماں کے بارے میں، حرمت سے مراد ان کا احترام کرنا اور ان کے ساتھ احسان و نیکی والا معاملہ کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا، یہ پیچھے بیٹھنے والوں پر ایسا لازم ہے جیسا کہ اپنی ماؤں کا احترام ان پر لازم ہے۔ 'فما ظنکم؟' آپ سب کا کیا گمان ہے کہ کتنی نیکیاں اس سے لی جائیں گی؟ مطلب یہ کہ اس کی ساری کی ساری نیکیاں لے لی جائیں گی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 'یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ غازی کے اہل خانہ کے ساتھ خیانت باقی خیانتوں سے بڑی خیانت ہے، کیونکہ باقی کاموں میں خیانت کرنے والے کے لیے یہ سزا نہیں کہ جس کے ساتھ خیانت کی ہو وہ اپنے اندازے کے مطابق جتنا چاہے اس کی نیکیوں سے لے سکتا ہے، بلکہ جتنے اندازے سے اس کے ساتھ خیانت ہوئی ہو اتنے اندازے کے مطابق اس کی نیکیوں کو اٹھایا جاسکتا ہے، لیکن یہاں یہ مجاہد خائن کی نیکیوں سے جتنے اندازے کے مطابق اٹھا سکتا ہو، اتنا اٹھائے گا۔

(وما علينا إلّا البلاغ المبين!)

بقیہ: استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لیے نسخے

حدیثِ نبوی میں ارشاد ہے: اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا اور ان اعمال کا جو آپ کی محبت کا ذریعہ بنیں۔ محبتِ حق اور محبتِ اعمال برائے محبتِ حق کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کی درخواست کی گئی ہے جو دونوں کا ذریعہ ہے یعنی اللہ والوں کی محبت سبب ہو گا ان کی صحبت اور مجالست کا اور یہ سبب ہو گا محبتِ حق اور اعمالِ صالحہ کا۔

اہلِ محبت سوئے خاتمہ سے محفوظ ہوں گے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جو تم میں سے مرتد ہو گا دینِ اسلام سے تو اللہ تعالیٰ جلد ایسی قوم پیدا فرمائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اپنی محبت کی تقدیم میں اشارہ فرمادیا گیا کہ تمہاری محبت اصل نہیں ہماری محبت کا عکس اور ظل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارتداد کے مجرمین کے مقابلے میں اہلِ محبت کو بیان فرمانا واضح دلیل ہے کہ یہ ارتداد سے محفوظ ہوں گے۔ پھر اہلِ محبت کی تین علامات بیان فرمائیں: ۱) اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ...... الخ، ایمان والوں سے اپنے کو مٹا کر نہایت تواضع سے ملتے ہیں اور کفار پر سخت ہوتے ہیں۔ ۲) یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اللہ کی راہ[1] میں ہر مجاہدہ کو برداشت کرتے ہیں۔ ۳) وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے اندیشہ نہیں کرتے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فنائیت اور عبدیت کی تعلیم دی ہے کہ محبت کی مذکورہ نعمتیں جن کو عطا ہوں وہ اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ ہمارا فضل سمجھیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن کے مسائل السلوک میں فرمایا ہے: بعض صوفیا دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنے کمالات کو بجائے فضلِ حق سمجھنے کے اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور یہ عین ناشکری ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور اس کے حقوق غیر محدود ہیں۔ پس ہمارا کوئی مجاہدہ خواہ کتنا ہی عظیم الشان ہو وہ محدود اور ناقص ہو گا اور واجب الاستغفار ہو گا اور ناقص پر ثمرات کا عطا ہونا عقلاً بھی محض فضل ہے۔ علمِ عجیب: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ جس کے قلب کی بستی میں اپنا نورِ خاص داخل کرتے ہیں تو اس کے قلب کے تکبر اور عجب کے چودھریوں کو فنا کر دیتے ہیں۔ پس تعلق مع اللہ کے لیے فنائیت لازم ہے۔ اِنَّ الْمُلُوْكَ...... الخ (سورۃ النمل: ۲۴)۔

(مضمون ہٰذا ماخوذ از: 'کشکولِ معرفت')

☆☆☆☆☆

ہم مجاہدین شریعت کے پابند ہیں!

"ہم مجاہدین شریعت کے پابند ہیں۔ شرعی جہاد کر رہے ہیں۔ کسی ایک مسلمان کو بھی ہدف بنانا ہم شرعی طور پر حرام سمجھتے ہیں۔ عوام ہماری طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ ہم اِن کے خیر خواہ محافظ اور مسلمان بھائی ہیں۔ امریکہ کے لیے قومی وقار قربان کرنے والے، ان شاءاللہ بہت جلد منطقی انجام تک پہنچائے جائیں گے۔"

(محترم اعظم طارق محسود شہید رحمہ اللہ)

[1] 'امام ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں: 'جہاں 'فی سبیل اللہ' کی اصطلاح آجائے تو اس سے مراد 'جہاد' ہے۔" بحوالہ صوتی حلقہ جاتِ درسِ کتاب 'مشاری الاشواق' از شیخ انور العولقی شہید رحمہ اللہ۔ (ادارہ)

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق ؒ

پہلی شرط یہ کہ اللہ ہی کی خاطر جہاد کرے، یعنی اخلاصِ نیت کے ساتھ جہاد کرے۔ دوسری شرط یہ کہ امیر کی اطاعت کرے، تیسری شرط یہ ہے کہ اپنا بہترین مال جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کے لیے راحت کا باعث بنے اور پانچویں شرط یہ ہے کہ زمین میں فساد سے اجتناب کرے۔

حدیث کیا کہتی ہے کہ 'جس نے یہ پانچ شرطیں پوری کیں، اس کا سونا اور جاگنا سب اجر ہے'۔ اس سے بڑا کوئی مقام ہے کہ یہاں پر ہم جیسے سست لوگوں کے لیے بالخصوص جو ویسے ہی بہت زیادہ سوتے ہیں کہ ان کا سونا اور جاگنا سب اجر ہو جائے صرف ان پانچ شرطوں کو پورا کرنے کی وجہ سے؟! تو ان شاء اللہ جو یہ پانچ شرطیں پوری کر رہا ہے، جو کسی فساد اور کسی خرابی کا ذریعہ نہیں بن رہا، تو اس کا وجود باعثِ رحمت ہے۔ مجاہدین کی صفوں میں اس کا وجود باعث محبت ہے، اس کا وجود مجاہدین کو جوڑنے کا اور مجاہدین کو اللہ سے بھی جوڑنے کا اور مجاہدین کو آپس میں بھی جوڑنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایسے بابرکت نفوس کا وجود باعث خیر ہوتا ہے تمام جہاد کے لیے اور انہی کے بارے میں حدیث یہ کہتی ہے کہ ان کا سونا اور جاگنا اجر ہے۔

جبکہ دوسری طرف حدیث کہتی ہے کہ جس نے اس لیے جنگ کی، جہاد کا لفظ نہیں 'غزا' کا لفظ ہے یعنی کہ عملاً قتال بھی جس نے کیا۔ جس نے قتال جیسا عمل بھی فخر کے لیے، ریاکاری کے لیے، لوگوں کے اندر اپنے چرچے کے لیے کیا تو جس نے اس خاطر کیا تو یہ پہلی شرط ہے بربادی کی کہ اخلاص کی جگہ یہ چیزیں لے لیں کہ میں فخر کی بنیاد پر قومیت و عصبیت کی بنیاد پر قومی تعصب کی بنیاد پر یہ کام کروں۔ قومیتاً یا فخراً یہ کام کروں یا میں نے اپنی جماعت کو دوسری جماعت پر یا میں نے اپنی قبیلے کو دوسرے قبیلے پر فضیلت دلوانی ہے تو اس خاطر قتال کرتا ہے۔ تو یہ برباد کرتا ہے اپنے آپ کو جو اس خاطر قتال کرتا ہے۔ کہ لوگوں کے اندر میرا چرچہ ہو جائے اور یہ اتنی خطرناک چیز ہے کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ آخری وقت جو آخری گولی آپ کی طرف آ رہی ہو اس وقت بھی یہ بات آپ کے دل میں داخل ہو گئی ناں کہ دیکھو ساتھی میری شجاعت دیکھ رہے ہیں، ساتھی میری بہادری دیکھ رہے ہیں، میں آگے بڑھ رہا ہوں تو لوگ واپس جا کے میری تعریف کریں گے ہو سکتا ہے وہ آخری لمحے آپ کا سارا بیڑہ غرق کر دے۔ تو اس وقت تک نیت کی حفاظت کرتے رہنا اللہ سے ڈرتے ڈرتے ہر کام میں اترنا اور کوئی ایسی بات نہ دل میں آنے دینا اور نہ اس کو زبان پر کبھی منتقل ہونے دینا کہ جو اللہ کو ناراض کرنے کا یا اپنی نیت کو برباد کرنے کا باعث بنے۔ یہ اتنا سخت امتحان ہے کہ اس کے بعد کوئی مجاہد یہاں مطمئن نہیں ہو سکتا کہ بس یہاں پہنچ گیا تو امتحان ختم۔ امتحان ابھی شروع ہو ہے آگے امتحان ابھی بہت سے باقی ہیں۔ اور ان میں سے شاید بہت مشکل امتحان ہر لمحے اپنی نیت کی تجدید کرتے رہنا، حفاظت کرتے رہنا، تازہ کرتے رہنا بالخصوص ان مواقع پر جب کوئی اجتماعی اعمال ہوں۔ قتال ایک ایسا موقع ہے، ہر کارروائی ایک ایسا موقع ہوتی ہے کہ جب اور لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہاں نیت اللہ کے لیے خالص رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ ذمہ داران کے لیے اپنے اجتماعی کاموں میں نیت اللہ کی طرف خالص رکھنا، کسی قسم کی بھی ذمہ داری پر کوئی ہو تو جب لوگ اس کو احترام کی نیت سے ذرا دیکھتے ہوں، جب انگلیاں اس کی طرف اٹھتی ہوں، جب اس کا نام لوگوں کی زبان پر آتا ہو تو یہ اتنا بڑا فتنہ ہے۔ پس اللہ سے مدد مانگے کہ اللہ ان ساری آزمائشوں سے اس ذمہ داری سے اس کو خیریت سے باہر نکال لیں، اس لیے کہ یہ آزمائش بالکل ہلاک کر دینے والی ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو یہ دوسری چیز ہے۔

اسی طرح اگر فخر ہو رہا ہو یا لوگوں میں چرچے کی خواہش ہو کہ ان میں کسی بھی نیت سے قتال کرے گا تو قتال بھی رد ہو جائے گا۔ ایک اور چیز یہ ہے کہ جو امیر کی نافرمانی کرے گا تو اس کا بھی قتال اللہ کے ہاں قبول نہیں ہو گا۔ تیسری بات یہ کہ وفسادا فی الارض، زمین کے اندر فساد پھیلائے گا چاہے وہ ساتھیوں کو تنگ کر کے پھیلائے، چاہے وہ ساتھیوں کی غیبت کر کے پھیلائے، چاہے وہ لوگوں میں اختلاف ڈال کر پھیلائے، کسی بھی ذریعے سے وہ فساد کا باعث بنتا ہے، لوگوں کو جوڑنے کا نہیں، لوگوں کو قریب لانے کا نہیں، چیزوں کو بگاڑنے کا باعث بنتا ہے۔ تو جس کے اندر یہ صفات ہیں کہ نیت بھی خالص نہیں ہے، امیر کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور فساد کا ذریعہ بنتا ہے، نیکی کا بھلائی کا ذریعہ نہیں بنتا مجاہدین کو بحیثیت مجموعی کمزور کرتا ہے اپنے وجود سے یہاں پر اور ان کی ہمت و حوصلوں کو توڑتا ہے اور ان کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اس کی زبان یا اس کا عمل ایک دوسرے کے خلاف لڑانے کا ذریعہ بنتا ہے تو بھائیو ایسی صورت میں حدیث اتنی خطرناک بات کرتی ہے۔ بات اتنی نہیں حدیث کر رہی کہ وہ جہاد قبول نہیں ہو گا اور وہ خالی ہاتھ چلا جائے گا۔ حدیث کہہ رہی ہے وہ ہرگز جو کچھ وہ لے کے بھی جہاد میں آیا تھا، جتنا نیکیوں کا سرمایہ وہ اتنا لے کر واپس بھی نہیں جائے گا الٹا اپنا نقصان کرے گا یعنی وہ اگر ہزار دس ہزار نیکیاں لے کر جہاد میں آیا تھا تو جو ان صفات کے ساتھ جہاد کرے گا قتال کرے گا وہ اپنی سابقہ نیکیاں بھی گنوا دے گا۔ وہ الٹا نقصان کر کے اور گناہ کما کے میدان سے واپس جائے گا۔

تو اتنا بڑا فرق ہے ان دونوں بندوں میں۔ دونوں میدان جہاد میں کام کر رہے ہیں، دونوں قتال کر رہے ہیں ایک کے اندر یہ صفات اور ایک کے اندر وہ صفات ہیں دونوں صفات کی بنیاد پر

ایک کا سونا جاگنا اجر ہے۔ ہو سکتا ہے ایک ہی مرکز میں دونوں بندے رہتے ہوں ساتھ ساتھ اٹھتے بیٹھتے، نماز پڑھتے، جاگتے سوتے، کام سب کچھ کرتے ہوں ایک کا سونا جاگنا اللہ کے ہاں اجر لکھا جارہا ہے ایک کے ساتھ فرشتے موجود ہوں اللہ کی رحمتیں ہوں اور ایک وہ ہو کہ جس کا سب کچھ ضائع ہو کچھ بھی اللہ کے ہاں قبول نہ ہو رہا ہو الٹا وہ گناہ کمارہا ہو دوسروں کے لیے بھی نحوست کا اور مجاہدین کے لیے بھی رسوائی کا اور مصیبت کا سبب بنتا ہو۔

تو پیارے بھائیو یہ ایک ایسی حدیث ہے کہ جو اگر انسان تھوڑی دیر بھی اس پر بیٹھ کے غور کرے وہ یقیناً ایک دفعہ ضرور کانپے گا کہ اللہ جانتا ہے کہ آج تک میں نے یہ پانچ شرطیں پوری کی ہیں، اتنا عرصہ میدان جہاد میں گزارا ہے کوئی میرا ایک دن بھی ایسا آیا ہے جو اللہ کے میزان میں قبول ہوا کہ نہیں؟ اس کا دنیا کے اندر کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ یہ قیامت کے دن ہی سارا کچھ کھلنا ہے۔ وہ ساری پوشیدہ باتیں جن کا یہاں پر کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکتا میں اپنی نیت کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہوں میں ابھی آپ کو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں اس وقت جو آپ سے گفتگو کر رہا ہو یہ کس نیت سے کر رہا ہوں یہ جو بالخصوص ابھی بات کی ہے یہ کس نیت سے بات کی ہے؟ اللہ جانتا ہے کہ یہ کہتے ہوئے میری نیت کیا ہے اللہ تعالیٰ خالص کرلے اس کو اپنے لیے۔ لیکن شیطان اتنی خطرناک چیز ہے، اس طرح رگوں کے اندر دوڑتا ہے۔ اس کا تو کام اور کیا ہے؟ کہ شیطان انسان کے برے اعمال کو مزین کرکے دکھاتا ہے اور برے اعمال اس کو نیکیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ جو سب سے بری چیز ہے اللہ کے نزدیک وہ اس کو اپنی سب سے بڑی خوبی سمجھ رہا ہوتا ہے۔ تو یہ اللہ جانتا ہے کہ ہمارا اٹھنا بیٹھنا کس کے لیے ہے۔ اللہ ہی جانتے ہیں کہ ہمارا سونا جاگنا کس کے لیے ہے۔ ہمارا تھکن برداشت کرنا ہمارا سردی میں اپنے آپ کو گھلانا، ہمارا اس سردی کے اندر محاذ کے اوپر بیٹھنا یہ سب کچھ کس کے لیے ہے؟ یہ اللہ جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی اپنا معاملہ ہر ایک کو سمجھنا چاہیے کہ میں ساری دنیا کو دھوکہ دے سکتا ہوں، سب کو بے وقوف بنا سکتا ہوں، سب کو راضی کر سکتا ہوں، سب کو خوش کرکے دنیا سے جا سکتا ہوں، سب مجھے شہدا کے القاب سے نواز سکتے ہیں، میرے بارے میں حسن ظن قائم کر سکتے ہیں لیکن معاملہ میرا اللہ کے ساتھ ہے اس میں سے کسی چیز نے کوئی نفع نہیں دینا ہے۔

وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا، اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر ایک نے اکیلے آنا ہے۔ تو میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہونا ہے اللہ کے سامنے جواب دہی ہے، اللہ کے سوا اور کوئی نہیں بچا سکتا، اللہ کے سوا اور کوئی کام نہیں آنے والا۔ تو پیارو اتنا سخت معاملہ، جب اتنا سخت امتحان ہے تو اسی لیے اللہ فرماتے ہیں کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ، نہ تمہیں موت آئے اس حالت میں کہ تم اسلام کے سوا کسی اور چیز پر ہو۔ مرتے دم تک نیتیں اللہ کے لیے خالص رکھنا، توحید پر جمے رہنا، مرتے دم تک ایمان پر قائم رہنا، یہ اتنا بڑا امتحان ہے، اتنا بڑا امتحان ہے کہ اسی لیے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں وہ سب کچھ پتہ ہوتا جو مجھے پتہ ہے، آخرت کی سختیاں جو مجھے معلوم ہیں، اگر تمہیں معلوم ہوتیں، اللہ نے جو کچھ مجھ پر منکشف کیا ہے ان میں سے اگر بعض چیزیں تم پر منکشف ہوتی،ں تم نے معراج کا سفر نہیں کیا اس میں سے کچھ بھی نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا ہے اگر تمہیں پتہ ہوتا وہ سارا کچھ، تو تم بہت تھوڑا ہنستے اور بہت زیادہ رویا کرتے، اس لیے کہ اتنا سخت معاملہ آگے درپیش ہے......وماھو بالھزل...... یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ سنجیدہ معاملہ ہے یہ ہمیشہ کا خسارہ ہے۔ یہ ہمیشہ کی کامیابی ہے۔ تو اس کو کوئی احمق ہی ہو سکتا ہے جو اس کو گپ شپ میں لے لے، جو ان چیزوں کو، جہاد کو، سنجیدگی سے نہ اختیار کرے جو ان پانچ شرطوں کو اپنے اندر پورا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ تو اتنا سخت امتحان دن رات ہمیں درپیش ہے اور اللہ جانتے ہیں کہ کس کا خاتمہ خیر پر ہونا ہے؟ مجھ سمیت اور آپ کے سمیت اور کس کا شر پر ہونا ہے؟

تو حدیث میں سلف کے بارے میں یہ بات آتی ہے کتابوں کے اندر کہ سب سے زیادہ صحابہؓ بھی ان کے بعد تابعین و تبع تابعین بھی اور جو بھی ان کے بعد جو جو صالحین میں سے رہے ان سب کے اندر جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے، وہ اپنے برے خاتمے سے ڈرتے تھے سب سے زیادہ اس چیز سے گھبراتے تھے۔ اس لیے کہ شیطان کا سب سے سخت وار احادیث کے مطابق اس وقت ہوتا ہے جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے۔ کیونکہ اس وقت امام جوزی لکھتے ہیں کہ اس وقت وہ اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ اب اس کو جانے نہ دینا اب اس کو پکڑ کے رکھو اس لیے کہ اگر آج یہ نکل گیا تمہارے ہاتھ سے پھر دوبارہ کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ تو موت کے وقت جب بالکل سب کچھ سامنے عیاں ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنا پورا آخری پر زور حملہ کرتا ہے۔ اور اس وقت وہ ایمان سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے یہ کوئی چھوٹی موٹی چیز نہیں موت آزمائش بھی ایسی ہوتی ہے۔ جب موت سر پر نظر آرہی ہو جب روح قبض کرنے کے لیے فرشتے پہنچ چکے ہوں یا بالکل یہ نظر آرہا ہو کہ میں دشمن کے کسی ایسے نرغے میں پھنسا ہوں کہ بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ تو شیطان اس وقت ہر طرح کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے یہاں سے لے کے کہ جہاد میں ٹھیک آئے بھی تھے کہ نہیں یہ جگہ بھی صحیح ہے کہ نہیں صحیح ہے تو اتنا ضروری تھا بھی کہ نہیں؟ کیوں اپنے آپ کو مروالیا؟ پتہ نہیں کیا کیا باتیں ہیں جو دل میں لے کے آتا ہے؟ یہاں سے لے کے وہ اللہ پر سے ایمان اٹھانے کی ہر طرح کی کوشش اور ہر طرح کا وسوسہ دل میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس وقت کون کام آسکتا ہے اللہ کے سوا؟ تو اللہ ہی ہے جو اس وقت بچاتا ہے نبی ﷺ نے دعائیں خود بھی مانگیں اور ہمیں بھی سکھائیں، کہ اے اللہ میری عمر کا آخری حصہ خیر کا بنادے اور میرا بہترین عمل آخری عمل بنادے کہ اختتام جس کے اوپر میرا ہو اور میرا زندگی کا بہترین دن وہ دن بنادے جس دن تجھ سے میری ملاقات ہونی ہے۔ تو یہ ہم میں سے ہر ایک کو سوال کرنا چاہیے کہ خاتمہ ہمارا خیر کے ساتھ ہو جائے اس لیے کہ دنیا میں جس حال پر رہیں گے، ساری زندگی دھوکہ بھی دیتے رہے نعوذ باللہ اپنے آپ کو، اہل ایمان کو، دنیا والوں کو تو موت کے وقت وہ چیز عیاں ہو جاتی ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

امریکہ اور اس کی ذلت آمیز صورتِ حال

شیخ خالد باطرفی حفظہ اللہ (امیر القاعدہ جزیرۃ العرب)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله معزّ الإسلام بنصره، ومذلّ الشرك بقهره، ومصرّف الأمور بأمره، ومستدرج الكافرين بمكره، الذي قدّر الأيام دولًا بعدله، وجعل العاقبة للمتقين بفضله، والآمر بما يشاء فلا يُراجع، والحاكم بما يُريد فلا يُدافع، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، شهادة من طهّر بالتوحيد قلبه، وأرضى به ربّه، وأشهد أن محمد عبده ورسوله، داحضُ الشرك ورافضُ الإفك، صلى الله عليه وسلم، وعلى آله وأصحابه، والتابعين لهم بإحسان، أما بعد:

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو اسلام کو نصرت عطا فرماتا اور شرک کو شکست سے دوچار کرتا ہے، جو مصرّف الامور ہے اور کافروں کو انہی کے مکر و فریب میں الجھا دیتا ہے۔ تعریف اسی کے لیے ہے جس نے اپنے عدل سے دن مقرر کر رکھے ہیں اور اپنے فضل سے متقین کا مُقدر بہترین بناتا ہے، جو جیسے چاہتا ہے حکمرانی کرتا ہے، اور جو اپنی مرضی کے مطابق، بلا روک ٹوک حاکم ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، جو ہر اس شخص کی گواہی جس نے اپنے دل کو توحید کے ذریعے پاک کیا اور جس کا رب اس سے راضی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جنہوں نے شرک کو نیست کیا اور فریب کو رد کیا، اس کے عبادت گزار بندے اور رسول ہیں۔ امابعد

پوری دنیا میں بستے میرے مسلمان بھائیو!

دنیا ایسے بہت سے واقعات سے گزری ہے جس نے بہت سی قوموں کے حالات میں ابتری پیدا کی ہے، ان حالات میں حالیہ وبا بھی شامل ہے جس نے قوی کو ناچار کیا اور طبیبوں اور سیاستدانوں کو آپس میں لڑوا دیا ہے۔ خود پر ناز کرنے والے نہ تو اس وبا کا مقابلہ کر سکے اور نہ ہی اِس کے خطرات کو کم کر سکے۔ ان واقعات میں یہ بھی شامل ہے کہ کیسے عرب طواغیت نے اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمنوں، یہودیوں اور غاصبین کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کا اظہار کیا اور اس پر طمطراق کا مظاہرہ کیا۔ ہر سیکولر عرب نے تعلقات معمول پر آنے کی حمایت کی اور کروڑوں امتیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے، علاقے کے مرتد حکمرانوں کی شہ پر اس کا اعلان کرنے اور اسے برملا کرنے کی جسارت بھی کی۔

مگر میں اپنی بات میں ان مرتدین پر روشنی نہیں ڈالوں گا جن کا مقدر باذن اللہ ان کے نوتراشیدہ بت یعنی امریکہ کے گرنے کے بعد از خود یکے بعد دیگرے گرنا ہے۔ بلکہ میں ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اللہ کے ناقابلِ تبدیل قوانین کی بات کروں گا جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ان کا حساب نہیں ہو گا یا وہ لوگ جو خود کو یہ دھوکہ دیے بیٹھے ہیں کہ وہ اس کے غیض و غضب سے بچ جائیں گے۔ ہمارے مخبر صادق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مطلع فرمایا جیسا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا، ”اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا، پھر آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ’وَ كَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهٗ أَلِيمٌ شَدِيدٌ○‘ (اور جو بستیاں ظالم ہوتی ہیں، تمہارا رب جب ان کو گرفت میں لیتا ہے تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے۔ واقعی اس کی پکڑ بڑی دردناک، بڑی سخت ہے)۔“

اس دور میں امریکہ سے زیادہ ناانصاف بھلا اور کون ہو سکتا ہے؟ امریکہ جو کفر کی کفالت کرتا ہے، بد اخلاقی اور بد عنوانی کی وکالت کرتا ہے اور ہر جگہ لوگوں کی گردنوں پر مفسدین اور ان کے اختیار کے بوجھ کی حمایت کرتا ہے۔ آج امریکہ میں جو کچھ رونما ہو رہا ہے وہ اس کی غیر منصفانہ پالیسیوں اور دشمن و مجرمین کی متواتر حمایت کا متوقع نتیجہ اور اس کا ناگزیر مقدر ہے۔ امریکہ کے افعال صرف مسلمانوں اور اسلام پر اثر انداز نہیں ہوئے۔ امریکہ کی بے انصافی اور جرائم ان سب تک پہنچے جنہوں نے اس کی پالیسی کے ماتحت ہونے سے انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے امریکہ کو بہت مہلت دی، خطرے کی بہت سی گھنٹیاں اور انتباہی پیغام بھیجے کہ وہ سنگین ظلم اور تکبر کو ترک کر کے، اپنے مسلسل جبر اور جرائم سے باز آ جائے، لیکن اس کا تکبر بد سے بدتر کی طرف ہی بڑھتا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ○(سورۃ السجدۃ:۲۱)

”اور ہم ان کو قیامت کے بڑے عذاب کے سوا، عذابِ دنیا کا مزہ بھی چکھائیں گے۔ شاید وہ (توبہ کریں اور) ہماری طرف لوٹ آئیں۔“

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفاً○(سورۃ بنی اسرائیل:۵۹)

”اور ہم نشانات نہیں بھیجتے مگر تدریجاً (بُرائی سے) ڈرانے کی خاطر۔“

شروعات اللہ کے بھیجے طوفانِ باد و باراں سے ہوئی جس نے گھروں کو تباہ اور ان کی بہت سی زمینوں کو ویران کیا۔ پھر اللہ نے اس کے عوام کو بیماریوں اور وباؤں میں مبتلا کیا جو ان کے درمیان پھیل گئیں جیسے کہ اینتھراکس (anthrax) وغیرہ۔ اللہ نے امریکہ کو معاشی بحران کی سزا دی، اسے مفلوج کر دیا اور اس کے سیاست دانوں کو کمزور کیا، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے جو عذاب اس پر اپنے عبادت گزار مجاہدین بندوں کے ہاتھوں نازل فرمایا اس کا تو ذکر بعید البیان ہے۔ اِس کا آغاز ریاض میں العلیا اور سال ۱۹۹۳ء میں نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے پہلے بم دھماکوں سے ہوا، اس کے بعد نیروبی اور دار السلام میں امریکی سفارت خانوں پر بموں سے حملہ، پھر عدن میں یو ایس ایس کول (USS Cole) نامی امریکی بحری جہاز کو نشانہ بنایا گیا پھر

نیو یارک اور واشنگٹن کے مبارک حملے (نائن الیون)، پھر جزیرہ نما عرب میں، ریاض، جدہ، کویت اور دیگر مقام پر مجاہدین کی جانب سے کی جانے والی کارروائیاں۔ پھر اس سب کے بعد عراق اور افغانستان میں جہادی ضربوں نے امریکہ کو عسکری اور معاشی طور پر نچوڑ کر رکھ دیا اور طالبان (امارتِ اسلامیہ افغانستان) کے ساتھ مذاکرات پر مجبور کر دیا، پھر صومالیہ اور پھر دیگر مقامات پر اس کے فوجیوں کو نشانہ بنانے کی اور امریکہ کے اندر جاری انفرادی معرکوں کی باری آئی۔

اس سب کے باوجود زمین پر امریکہ کی ناانصافی اور تکبر میں مزید دلیری آتی گئی۔ امریکہ کے اعمالِ بد صرف اس کی خارجی پالیسیوں تک محدود نہیں رہے بلکہ اس کے اپنے شہریوں کے حصے میں بھی اس کے ظلم و ستم اور ناانصافیاں آئیں۔ نسل پرستی اور غیر سفید فام نسل سے تعلق رکھنے والے شہریوں کے خلاف نسلی امتیاز اب بھی جاری ہے؛ یہ ایسا چلن ہے جسے امریکہ کے کہنہ مشق سیاست دانوں، بانیوں، اور پیشرووں کی حمایت حاصل ہے۔ استمراری اقتصادی پالیسیوں کی وجہ سے، جو غریب شہریوں کی بڑی تعداد کے حق میں نہیں ہیں، ذہنی امراض کی تعداد میں اضافہ ہوا، بے روزگاری بڑھی اور خودکشیوں کی شرح میں بھی تیزی آئی ہے۔

جہاں تک کورونا وائرس کے پھیلاؤ اور اموات کا تعلق ہے تو امریکہ تمام ممالک میں سب سے زیادہ اس سے متاثر ہوا ہے۔ وبا کی وجہ سے ہلاکتوں کی تعداد چار لاکھ سے زائد ہے۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اِن تباہ کاریوں اور مصائب کا تعلق امریکہ کے اعمال سے نہیں ہے تو وہ اللہ کے قوانین سے ناواقف ہے؛ اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے، اس کی پکڑ دُکھ دینے والی اور انتہائی سخت ہے! کتابِ الٰہی میں دی گئی مثالیں واضح دلیل ہیں۔ فرعون کو دیکھیں، وہ اور اس کی فوجیں زمین پر انتہائی مغرور اور سرکش تھیں جو عباد اللہ پر بدترین مظالم ڈھاتی تھیں۔ سو اللہ نے ان کے درمیان ایک نبی بھیجا اور اس کی حمایت میں اسے واضح وحی عطا کی لیکن انہوں نے اس کے خلاف کفر بکا اور نافرمانی کی۔ اس کے بعد اللہ نے انہیں کئی سزاؤں میں مبتلا کیا لیکن وہ مزید مغرور ہوتے گئے اور ان کے جرائم میں اضافہ ہوتا گیا اور پھر ان پر سخت ترین عذاب نازل کیا گیا۔ 'ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کی پکڑ کی اور ان سب کو سمندر میں غرق کیا'۔ جو ہوا اس کے لیے (سوائے فرعون کے) کسی کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔ اور اللہ نے انسانوں کو نشانی دکھائی لیکن انسان اللہ کی نشانیوں سے غافل تھے۔ اللہ نے اپنے موحدین عابدین کو نصرت اور رُتبہ عنایت فرمایا اور انہیں مشرق اور مغرب دونوں میں زمین کا وارث بنایا۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

> قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّهِ وَاصْبِرُواْ إِنَّ الأَرْضَ لِلّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ○قَالُواْ أُوذِينَا مِن قَبْلِ أَن تَأْتِينَا وَمِن بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الأَرْضِ فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ○ وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَونَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّن الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ○ فَإِذَا جَاءتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُواْ لَنَا هَـذِهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُواْ بِمُوسَى وَمَن مَّعَهُ أَلا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللّهُ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ○ وَقَالُواْ مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِن آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ○فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلاَتٍ فَاسْتَكْبَرُواْ وَكَانُواْ قَوْماً مُّجْرِمِينَ○وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُواْ يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَى أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ○فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا وَكَانُواْ عَنْهَا غَافِلِينَ○وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُواْ يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُواْ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُواْ يَعْرِشُونَ○(سورۃ الاعراف:۱۲۸-۱۳۷)

”موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا، اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے، اور انجام بخیر پرہیزگاروں کا ہی ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا، تیرے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور تیرے آنے کے بعد بھی، کہا، تمہارا رب بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کی بجائے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دے گا پھر دیکھے گا تُم کیا کرتے ہو۔ اور ہم نے فرعون والوں کو قحطوں اور میووں کی کمی میں پکڑ لیا تاکہ وہ نصیحت مانیں۔ جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہیے اور اگر انہیں کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے، یاد رکھو ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور کہا جو کوئی نشانی بھی تُو ہمارے پاس لے آئے، ہم پر اس کے ذریعہ سے جادو کرے، پھر بھی ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون، یہ سب کھُلے کھُلے معجزے بھیجے پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ لوگ گناہگار تھے۔ اور جب ان پر کوئی عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دُعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، اگر تو نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو بے شک ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم نے ان سے ایک مدت تک عذاب اٹھا لیا کہ انہیں اس مدت تک پہنچنا تھا اس وقت وہ عہد توڑ ڈالتے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا، پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈبو دیا اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو وارث کر دیا جو اس زمین کے مشرق و مغرب میں کمزور سمجھے جاتے تھے کہ

جس میں ہم نے برکت رکھی ہے، اور تیرے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کے باعث پورا ہوگیا اور ہم نے تباہ کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے بنایا تھا اور جو اونچی عمارتیں وہ بناتے تھے۔"

اور آج ہم اس مقام پر ہیں کہ ہم اللہ کے قوانین اور وعیدوں کو امریکہ میں برحق ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہاں کے سیاست دان سانڈوں کی طرح آپس میں لڑتے ہیں، گالم گلوچ کرتے ہیں جبکہ امریکہ کی مفلوک الحال عوام اسی کے ستونوں کو گراتی ہے، اس کے وجود کو لرزا دیتی ہے اور اس کے سیاست دانوں اور تکبر کو لعن طعن کرتی ہے۔ کانگریس پر لوگوں کا ہلہ بولنا تو باذن اللہ صرف شروعات ہے۔ اور جو کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ معاملہ یہیں اختتام پذیر ہو جائے گا یا کوئی شخص امریکہ کو دھڑام سے گر کر ڈھیر ہونے سے بچالے گا تو وہ دھوکہ کھا رہا ہے اور وہم کا شکار ہے۔ بخدا، اللہ ان ہاتھوں کو رد نہیں کرے گا جو امریکہ کے مظالم کے خلاف شکایت میں اٹھے۔ المنتقم، باری تعالیٰ ان شہدا کے لہو کے بہتے دریاؤں کا بدلہ لے گا جو امریکی جارحیت کو روکنے کے لیے بہائے گئے۔ لاکھوں کی عصمت امریکی فوجیوں کے ہاتھوں پائمال ہوئی۔ امریکہ کی غیر منصفانہ جنگوں کی وجہ سے کئی لاکھ خواتین بیوہ ہوئیں اور کروڑوں بچے امریکہ کی وجہ سے یتیم ہوئے۔ اِس مجرم سلطنت کی طرف سے ہمارے زخم زخم، دُکھتے سینے باذن اللہ شفا و ٹھنڈک پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت و طاقت کی مدد سے دنیا کے مظلوم جلد ہی اس سلطنت کے اختتام پر خوش ہوں گے۔ جابر اور قہار رب العزت فرماتا ہے:

فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ○وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ○ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُم مِّنَ الْمَقْبُوحِينَ○(سورۃ القصص:۴۰۔۴۲)

"پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انہیں دریا میں پھینک دیا سو دیکھ لو ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا وہ دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن انہیں مدد نہیں ملے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگادی اور وہ قیامت کے دن بھی بد حالوں میں ہوں گے۔"

پس امتِ مسلمہ خوشیاں منائے کہ فتح قریب آگئی ہے اور امتِ مسلمہ اللہ کے دین کے مطابق انسانیت کی قیادت سنبھالنے کے لیے تیار ہو جائے۔ امت کے علما، قائدین، مجاہدین اور مصلحین کو چاہیے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے مصالح کو ذاتی، تنظیمی اور مسالک و مکاتبِ فکر کی مصلحتوں کے مقابل ترجیح دیں اور امت کو ہر قسم کی غلامی [جس کا ذکر کتابِ الٰہی اور سنتِ محمدی (علی صاحبہا صلاۃ و سلام) میں نہیں ہے] سے آزاد کروانے کے لیے تمام رُکاوٹوں کو ہٹا دیں۔ انہیں چاہیے کہ امت کو بتائیں کہ امریکہ کے علاوہ آج کے دیگر دشمنانِ اسلام اس خلا کو پُر کرنے کے لیے نظریں جمائے بیٹھے ہیں جو امریکہ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ یہ دشمنانِ اسلام چاہتے ہیں کہ امتِ مسلمہ پر نئی قسم کی بالا دستی قائم کریں اور اس کے خلاف اعلانِ جنگ کریں، جس کا نشانہ و مقصد مسلمانوں کی گردنیں پیروں تلے روندنا، اپنے فائدے کے لیے امت کی دولت لوٹنا، اسلام کے خلاف جنگ کے لیے اسے استعمال کرنا اور نئے مظالم تلے دنیا کو زیر کرنا ہے۔ سو اپنی کوششوں میں متحد ہو کر، فی سبیل اللہ دین کی حمایت میں بطورِ امت حرکت میں آ کر ان کے لیے یہ دروازہ بند کر دیں۔

جوانانِ اسلام! آپ دین کے محافظ اور دنیا پر فی اللہ غلبے کی جنگ کا ایندھن ہیں۔ پس آپ اپنی مہار کسی کے حوالے نہ کریں، سوائے ان کے؛ کہ جن کا عمل اللہ کے لیے اور جو ہر مصلحت کو اللہ کے دین کی مصلحت کے مقابل پس پشت ڈال دیتے ہیں؛ وہ لوگ جنہوں نے کتاب و سنت کے منہج کے مطابق دین کی نصرت کی ہے؛ جن کی وفاداری اللہ، اس کے رسولؐ اور اللہ کے عبادت گزار مومنین کے ساتھ ہے؛ اور جو فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہیں تاکہ رب العالمین کی شریعت نافذ ہو؛ وہ لوگ جو اِس دین کے دشمنوں کو للکار کر مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں سینہ سپر ہیں۔ پس خوش نما نعرے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالیں اور کھوکھلے الفاظ آپ کو فریب میں مبتلا نہ کریں، اور دھوکہ دہی کے رونے اور آنسوؤں کو اجازت نہ دیں کہ آپ کی عقل و ذہن کے ساتھ کھیلیں۔ گزرے دنوں کے ناکام تجربوں کو کبھی پھر سے نہ دہرایئے۔ آپ اپنی نظریں اللہ کی شریعت پر جو آج دنیا میں نافذ نہیں ہے، ہمارے مقبوضہ مقدسات پر اور اس امت کی تاریخ پر، اس دین پر جو کسی زمانے میں دوسری قوموں پر غالب تھا کی منزل پر مرتکز رکھیں۔ جان لیں کہ اگر آپ اللہ کے انصار ہیں تو جواباً وہ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو گا اور اگر اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے تو کوئی بھی آپ پر غالب نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ○ (سورۃ محمد:۷)

"اے ایمان والو، اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔"

اور وہ فرماتا ہے:

إِن يَنصُرْكُمُ اللهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ○(سورۃ آلِ عمران:۱۶۰)

"اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔"

(اشعار کا نثری ترجمہ)

اے فرزندانِ امت! سُوئے عظمت بڑھو
آگے بڑھنے اور عزم و ہمت دنیا کو دکھانے کا وقت آ گیا ہے
کم ہمت شخص کبھی عظمتوں کو نہیں پا سکتا

بلکہ وہی اسے پاتے ہیں جو ثابت قدم اور صابر ہیں
بڑھو اے عزم و ہمت کے نشان جواں مَردو! آگے بڑھو!
بھلا عزت کے دن جیسا دن بھی کوئی اور ہے؟
عزت کے راستے پر بڑھتے ہوئے ہر مشکل خوشی سے جھیلو
کہ تمہیں اس کے بدلے میں جو انعام ملنے والا ہے وہ نہایت اعلیٰ ہے
اے عزت مند فرزندانِ جرأت و حریت
ساری دنیا کے کان تمہاری آواز سننے کے لیے منتظر ہیں
علم و فضل حاصل کرو کہ علم تمہارا رہنما ہو گا
اور علم کی فضیلت سے اہلِ عقل و دانش خوب واقف ہیں
پس تم اسلام کے بہترین سپاہی ہو
اور افراتفری کے زمانے میں تم دین کا بنیادی ستون بھی ہو
تُم ظلم کے انکاری ہو
اور تکان کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتے
میری امت کے بیٹو! تم بہترین اسلاف کی اولاد ہو
جن سے ہمیشہ افعالِ عظیم ظاہر ہوا کرتے تھے
اور ہم میں تو اللہ کے ایسے شیر ہیں جو کبھی ہتھیار نہیں ڈالتے
ایسے عالی ہمت جو نہ ڈرتے ہیں اور نہ خوف کے مارے چیخ و پکار کرتے ہیں
تم اللہ کی راہ میں جہد کھپانے والے ہو
تم اس دلیر شیر کی مانند ہو جو اپنی کچھار کی حفاظت کرتا ہے
ہمیں حوصلہ بخشنے والے ہمارے اجداد ہیں جو آزاد عُقابوں کی مانند تھے
انہوں نے اسی راستے کو اختیار کیا اور اسی کے لیے ابھارا
بڑے اپنے چھوٹوں کو بھی اسی عزم و ہمت کی تعلیم دیا کرتے تھے!

اللهم انصر الإسلام والمسلمين وارفع راية الدين وقوي جنودهم المخلصين وأذل الشرك والمشركين ونكّس راياتهم يا قوي يا عزيز، اللهم عليك بأمريكا ومن والاها، اللهم عليك بأمريكا ومن والاها، اللهم منزل الكتاب ومجري السحاب سريع الحساب هازم الأحزاب اهزم أمريكا وحلفاءها ومن والاها وزلزلهم وانصرنا عليهم يا قوي يامتين!

یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کی نصرت فرما، دینِ اسلام کا عَلم بلند فرما، اس کے مخلص سپاہیوں کو مضبوطی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو رسوا کر اور ان کے جھنڈے پست کر دے۔ یا قوی، یا عزیز، امریکہ اور اس کے حامیوں کو شکست دے، یا اللہ امریکہ اور اس کے حامیوں کو شکست دے۔ کتابِ پاک کی وحی بھیجنے والے، آسمانوں کے منتظم، فوری حساب چُکانے والے، اتحادیوں کو شکست دینے والے، امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو شکست سے دوچار فرما، اور جو کوئی بھی اس کی حمایت کرتا ہے اسے جڑ سے ہلا کر رکھ دے۔ یا قوی، یا متین ہمیں ان پر فتح عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

☆☆☆☆☆

بقیہ: خطوط از ارضِ رباط

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت عطا کرے آمین! اور دین کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں آمین! اَللّٰھُمَّ اَحْیَانَا سَعِیْدًا و اَمِتْنَا شَہِیْدًا۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّاوَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الکریم وعلی الہ و صحبہ اجمعین۔

آخر میں احباب کو سلام عرض کیجیے گا اور بچوں کو میری طرف سے دعا اور پیار دیجیے۔

والسلام علیکم

دعاؤں کا طلبگار آپ کا خیر اندیش

قاری
عبدُ العَزیز

'نوائے غزوۂ ہند' کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس

تمام معزز قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ 'نوائے غزوۂ ہند' کے 'سوشل میڈیا اکاؤنٹس' توزیعی مقاصد (propagation) کے لیے ہیں۔ ان اکاؤنٹس کو 'نوائے غزوۂ ہند' کی مجلسِ ادارت یا مدیر سے رابطے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

'نوائے غزوۂ ہند' سے رابطے کے لیے مجلّے کے تازہ ترین شمارے میں درج مجلسِ ادارت یا مدیر کے 'ای میل ایڈریس' کو استعمال کیا جائے۔

شکریہ، جزاکم اللہ خیراً کثیراً
(مجلسِ ادارت 'نوائے غزوۂ ہند')

رمضان المبارک کی آمد پر سرورِ دو عالم ﷺ کا خطبۂ استقبالیہ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری (نوّر اللہ مرقدہٗ)

[ایک بار رمضان المبارک کی آمد پر حضور سرورِ دو عالم، محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے درجِ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا]

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہُ ﷺ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ......

یٰاَیُّھَاالنَّاسُ! قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ، شَھْرٌ مُّبَارَکٌ، شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ، جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَقِیَامَ لَیْلَہٖ تَطَوُّعًا. مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنْ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ. وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُہٗ الْجَنَّۃُ، وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ، وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ. مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِذُنُوْبِہٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ.

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ کُلُّنَا نَجْدُ مَا نُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ......

یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّآءٍ، وَمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا، سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ.

وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَاٰخِرُہ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ.

مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ .

کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ عَنِ الْبَیْھَقِیْ فِیْ شَعْبِ الْاِیْمَانِ وَزادَ الْمُنْذِرَیْ فِی التَّرْغِیْبِ فَاسْتَکْثِرُوْا فِیْہِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالِ خَصْلَتَیْنِ تَرْضَوْنَ بِھِمَا رَبَّکُمْ، وَخَصْلَتَیْنِ لاَغِنَاءَ بِکُمْ عَنْھُمَا. فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تَرْضَوْنَ بِھِمَا رَبَّکُمْ: فَشَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَہٗ، وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَاَغِنَاءَ بِکُمْ عَنْھُمَا: فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ وَتَعُوْذُوْنَ بِہٖ مِنَ النَّارِ۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے بیان فرمایا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم کو خطاب فرمایا کہ......

اے لوگو! ایک باعظمت مہینہ آپہنچا ہے، جو ماہ مبارک ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کی تمام راتوں میں قیام کرنا تطوع (غیر فرض) قرار دیا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو ایسا اجر و ثواب ملے گا جیسے اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرتا اور فرض کا ثواب ملتا اور جو شخص اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے تو اس کو ستّر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اور یہ آپس کی غم خواری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھادیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا، مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

(حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ) ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں ہر شخص تو اتنا مقدور نہیں جو روزہ افطار کرادے۔ آپ نے فرمایا کہ......

اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو (بھی) دے گا جو پانی ملے ہوئے تھوڑے سے دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ) جو شخص (افطار کے بعد) کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کریں گے کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا اور جنت میں تو بھوک پیاس کا نام ہی نہیں۔ اس ماہ کا اوّل حصہ رحمت ہے، دوسرا حصہ مغفرت ہے، تیسرا حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔ جس نے اس ماہ میں اپنے غلام کا کام ہلکا کردیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اس ماہ میں چار کاموں کی کثرت کرو، ان میں سے دو کام ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو راضی کروگے اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہوسکتے ہو، وہ دو کام جن کے ذریعے خدائے پاک کی خوشنودی حاصل ہوگی یہ ہیں:

1. 'لا الٰہ الا اللہ' کا وِرد رکھنا۔
2. خدائے پاک سے مغفرت طلب کرتے رہنا۔

اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے ہو:

3. جنت کا سوال کرنا۔
4. دوزخ سے پناہ مانگنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۳ بحوالہ بیہقیؒ شعب الایمان والترغیب والتربیب للمنذریؒ)

رمضان المبارک کا استقبال...... قرنِ اول میں!

حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی عِلیہ الرحمۃ

آل انڈیا ریڈیو سے نشر کی گئی ایک عربی تقریر کا ترجمہ، جس میں حضرت مولانا نے اپنی بات رمضان کی زبان سے کہی تھی اور سامعین کو رمضان کا مخاطب بنایا تھا، تا کہ ایک مخصوص تاثر پیدا ہو سکے۔ تقریر کا وہ ابتدائی حصہ، جس میں سامعین کی طرف سے رمضان سے، قرنِ اول میں اپنے استقبال کا حال بیان کرنے کی فرمائش کی گئی تھی نذرِ قارئین ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی استقبال و اہتمامِ رمضان اہلِ قرنِ اول جیسا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین! (ادارہ)

میرے دوستو! تمہیں نیا رمضان مبارک! اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر پاک و بابرکت سلام! تمہاری یہ فرمائش گویا میرے دل کی خواہش ہے...... پتہ نہیں کیوں خود میرا جی کچھ بات کرنے کو چاہ رہا تھا، اور ایک تقاضا تھا جو مجھے بات کرنے پر مجبور کر رہا تھا، اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے تجویز کردہ عنوان سے بہتر اور محبوب عنوانِ گفتگو میرے لیے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

سنہ ہجری کے دوسرے سال میں میرا آنا، پہلے سالوں سے یکسر مختلف تھا، پہلے میں سال کے دوسرے مہینوں کی طرح ایک مہینہ تھا، اپنے دوسرے بھائیوں اور رفیقوں سے کسی قسم کا امتیاز مجھے حاصل نہیں تھا، نہ کوئی خاص بات میرے اندر تھی، نہ کسی پیغام کا میں حامل تھا، اور نہ دین کے ارکان سے کوئی رکن مجھ سے متعلق تھا رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم پر مجھے حسد، استغفر اللہ، رشک ہوتا تھا، کیوں کہ یہ أشھر حرم (محترم مہینے) تھے، اور ان میں سے ذی الحجہ پر مجھے ایک اور خاص وجہ سے رشک آتا تھا، وہ یہ کہ وہ حج کا مہینہ تھا۔ مجھے وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مجھے کبھی اتنا بڑا اعزاز بخشا جائے گا، اور روزے جیسا اہم اور مقدس پیغام کا مجھے حامل بنایا جائے گا، لیکن یہ روزہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ بہر حال، اب سنیے!

مسلمانوں نے شعبان سے میرا انتظار کرنا شروع کیا، انہوں نے شعبان کا بھی ایک مقدمۃ الجیش اور میرے مبشر کی طرح استقبال کیا، شعبان ہی میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ دیتے ہیں ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ رَمَضانَ، شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدَّى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَمَنْ اَدَّى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدَّى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَہُوَ شَہْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ اَلْجَنَّةُ، وَشَہْرُ الْمُوَاسَاةِ، وَشَہْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ." (رواه السيوطى)

"اے لوگو! رمضان کا مہینہ تم پر سایہ فگن ہو رہا ہے، بڑا عظیم الشان مہینہ ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں، اور رات کے قیام (تراویح) کو نفلی عبادت ٹھہرایا ہے۔ جو شخص اس ماہ میں ایک نفلی نیکی کرے گا، اس کا ثواب اور دنوں کے فرض کے برابر ہو گا، اور جو کوئی ایک فرض ادا کرے گا، اس کا ثواب اور دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ہو گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ غم خواری اور غم گساری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔"

تمام لوگ میرا چاند دیکھنے کے لیے بلند ٹیلوں اور مکانوں پر چڑھ گئے، غروب آفتاب کے بعد مدینہ میں کوئی شخص ایسا نظر نہ آتا تھا، جو آسمان کی طرف نظر اٹھائے میری جستجو نہ کر رہا ہو، ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ سب سے پہلے وہ میری آمد کا مژدہ سنائے۔

پروردگارِ عالم نے ارادہ فرمایا کہ مجھے اب مزید تاخیر نہ ہو، لہٰذا اس کی طرف سے حکمِ طلوع ہوا، اور مدینہ کے اس کونے سے اس کونے تک ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں کی زبانوں پر ایک نغمۂ مسرت جاری ہوا:

هِلَالَ رُشْدٍ وَخَيْرٍ، اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى!

سامعین کرام! مجھے اس کہنے میں معاف رکھیں کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کو میری آمد سے جو مسرت ہوتی تھی، حالانکہ میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، صبر و جہاد کا مہینہ تھا، وہ اس مسرت سے بڑھ کر ہوتی تھی جو آج عید کا چاند دیکھ کر ہوتی ہے۔ میں اس کے اسباب میں نہیں جاؤں گا، کیونکہ یہ ایک طویل بات ہے، اور ویسے بھی آپ کو کڑوی لگے گی۔

(میری آمد سے) مدینہ کے لوگوں میں ایک نئی زندگی اور ایک نیا نشاطِ عبادت ابھر آیا، یہ لوگ عشاء کے بعد ایک ایک، دو دو اور ٹکڑیاں ٹکڑیاں ہو کر نوافل میں مشغول ہو گئے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور نمازیں پڑھتے، یہاں تک کہ جب رات آخر ہوئی اور سحر قریب ہوئی، تو رات کی باسی روٹی یا کھجور اور پانی میں سے، جس کو جو میسر آیا، اس نے اس سے سحری کھائی، پھر مساجد کی راہ لی اور نماز فجر ادا کی۔

یہی وہ مقام ہے، جہاں وہ لوگ آج کل کے روزہ داروں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ آج اگر آپ میں سے کوئی، رات کو تھوڑی دیر عبادت کر لیتا ہے، اور پھر روزہ کی نیت کر لیتا ہے، تو وہ اپنا حق سمجھتا ہے کہ دن میں جتنا چاہے سوئے، چنانچہ آج شہر میں بہت کم لوگ ایسے روزہ دار ہوں گے جو سوتے یا اونگھتے نظر نہ آتے ہوں، رات کو خواہ کتنا ہی تھوڑا قیام کریں مگر اس کے بدلے میں دن کا ایک خاصا حصہ ضرور نیند کی نذر کر دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس صحابہ وتابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا حال یہ تھا کہ رات کا قیام، ان کے دن کے نشاط میں کوئی فرق نہیں ڈالتا تھا، وہ رمضان میں عبادت بھی کرتے تھے اور مشقتِ حیات بھی برداشت کرتے تھے، اور کبھی تو روزے کی حالت میں بھی جہاد کرتے تھے، ان کے زمانہ میں رمضان اشیا کی طبائع نہیں بدلتا تھا اور نہ دن کو رات بناتا تھا۔ وہ اُلٹا ان میں قوت اور نشاط بڑھا دیتا تھا اور کوئی وہ نیکی، جس کو لوگ پہلے سے کرتے تھے، رمضان کی آمد سے منقطع نہیں ہوتی تھی، میں آکر اہل مدینہ کے اخلاق میں کوئی فرق نہیں پاتا تھا۔ مثلاً انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد سے غیبت، فحش کلامی اور بدگوئی سے زندگی بھر کا روزہ رکھ لیا تھا، تو وہ روزوں میں بھی پاک زبان، پاک نفس اور پاک باطن رہتے تھے۔ ہاں! اگر فرق ہوتا تھا تو یہ ہوتا تھا کہ وہ ان دنوں میں جائز غصے کو بھی ضبط کرتے تھے، اگر ان میں سے کسی کو کوئی شخص گالی دیتا یا لڑنے کی باتیں کرتا تو اس کا جواب یہ ہوتا کہ: "میں روزہ دار ہوں"۔

میری آمد پر وہ لوگ نیکی اور غم خواری کے بے حد حریص ہوگئے، یوں سمجھیے کہ ہوا سے مقابلہ کرتے تھے، ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تھا:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجودبالخيرمن الريح المرسلة." (رواه بخاری)

"جب رمضان آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امورِ خیر میں آندھی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہو جاتے تھے۔"

وہ روزہ دار کو افطار کرانے، غلاموں کو آزاد کروانے، ستم رسیدوں کی امداد کرنے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے، چنانچہ اسی وجہ سے فقرا و مساکین میری آمد کے منتظر رہتے تھے۔

لوگوں نے اپنے مشاغل میں روزہ گزارا، لیکن اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے، اور نہ بیع وتجارت نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور جماعتوں کی حاضری سے غافل کیا، شام کو گھر لوٹے اور ذکر وتلاوت میں مشغول ہوگئے۔ مساجد کا حال اس وقت یہ ہو جاتا تھا کہ اگر تم جاؤ تو ذکر کی بھنبھناہٹ کے سوا کوئی آواز نہ سن پاؤ۔

آفتاب غروب ہوا، موذن نے اذان دی اور میں نے دیکھا کہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوہارے اور کچھ پانی سے افطار فرمایا، پھر اس پر اتنا شکر کہ انواع واقسام کی افطاریوں پر بھی لوگوں کو یہ مقام شکر نصیب نہیں ہوسکتا، سنیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں:

"ذَهَبَ الظَّمَأُ وَ ابتَلَتِ العُرُوقُ وَ ثَبَتِ الاَجرُ اِنْ شَا اللّٰهُ."

"تشنگی دور ہوئی، رگیں تر ہوئیں، اور اللہ نے چاہا تو اجر واجب ہوگیا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسی طرح چند کھجوروں اور پانی کے چند گھونٹوں سے روزہ کھولا، اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر نماز پڑھی، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا، صرف بقدر ضرورت کھالیا، نہ اس میں اسراف ہوتا تھا اور نہ ناک تک پیٹ بھرتا تھا۔

مہینہ بھر ان کا یہی معمول رہتا تھا، نہ اس میں کوئی فرق آتا تھا اور نہ وہ اس سے اکتاتے اور برداشتہ خاطر ہوتے، بلکہ ہر دن نشاط کی ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی، اور عبادت ونیکی کی حرص بڑھتی تھی، گویا روزوں سے ان کی روح کو غذا ملتی تھی، اور مہینے کے آخر میں ان کی قوت اور ان کا نشاط پہلے سے بھی بڑھا ہوا نظر آتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک مسلسل نشاط اور ذوق عمل سے مخمور رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آخری عشرہ آتا، تو بالکل ہی کمر کس لیتے تھے، رات عبادت میں گزارتے اور اہل خانہ کو بھی جگاتے اور پھر اعتکاف فرمالیتے تھے۔

میں جب اس دورِ سعادت کے روزہ داروں کا بعد کے روزہ داروں سے مقابلہ کرتا ہوں توصورت وشکل میں تو کوئی فرق نظر نہیں آتا، بلکہ بعض بعد والے زیادہ نفل پڑھتے اور زیادہ وقت تلاوت کرتے نظر آتے ہیں، مگر خشوع واخلاص اور ایمان واحتساب کی کیفیات میں کھلا فرق محسوس کرتا ہوں، اگر سابقین کی ایک رکعت کا وزن کیا جائے، تو بعد والوں کی بہت سی رکعتوں پر بھاری نکلے گی، کہ وہ اپنے ایمان واحتساب میں بھاری تھے۔

اور دوسرا فرق، جو میں بتلا سکتا ہوں، یہ ہے کہ ان پر روزہ اپنے بہت گہرے اخلاقی اور نفسیاتی اثرات چھوڑ کر جاتا تھا، یوں کہیے کہ ان کی طبیعتوں پر روزے کی ایک نہ مٹنے والی چھاپ پڑ جاتی تھی، اور اگلے سال جب میں پھر لوٹ کر آتا، تو ان میں وہی عفت، وہی تقویٰ، وہی صدق وامانت، وہی رقت، وہی کریم النفسی، وہی حرص، اطاعت، وہی لذاتِ نفس سے نفرت، وہی آخرت کی فکر اور وہی دنیا سے بے رغبتی پاتا۔ الغرض ہر دوسری مرتبہ، وہ مجھے پہلے سے زیادہ پاک باطن وصاف دل ملتے تھے۔

قصہ مختصر! جب میرا وقت ختم ہوگیا اور روانگی کا دن آیا تو انہوں نے مجھے ایک بہت ہی پیارے دوست کی طرح رخصت کیا۔ آنسو کسی طرح تھمتے نہ تھے، اور آہیں قرار پاتی نہ تھیں، لبوں پر یہ دعا تھی کہ خدایا! یہ ملاقات آخری نہ ہو! یہ دن اس کے بعد بھی بار بار آئیں، یہ ہے خیر القرون میں میرے استقبال کی ایک ہلکی سی تصویر!

☆☆☆☆☆

بقیہ: بنگلہ دیشی فوج میں ہندوستانی اثر ورسوخ

اسی لیے بھارت مختلف طریقوں سے حکومت کی طرح بنگلہ دیشی فوجی کو بھی پوری طرح اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيۡ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

مولانا محب اللہ قاسمی

رمضان کا مبارک مہینہ ان عظیم نعمتوں میں سے ایک انتہائی عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو عطا فرمائی۔ اس ماہ میں ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نعمت عطا کی گئی۔ اس ماہ میں ہمیں قرآن مجید دیا گیا جو ہدایت ہے، فرقان ہے، رحمت ہے، نور ہے، شفا ہے۔ اس ماہ میں بدر کا وہ یوم الفرقان امت کو نصیب ہوا، جس دن اس کے لیے اور انسانیت کے لیے زندگی مقدر کر دی گئی، جن کو ہلاک ہونا تھا وہ روشن دلیل کے ساتھ ہلاک ہوئے اور جن کو زندہ رہنا تھا وہ روشن دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ اسی ماہ میں وہ دن بھی ہے جو یوم الفتح کے نام سے جانا گیا۔ امت کی زندگی اور سربلندی کا راز دعوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جہاد میں پوشیدہ ہے۔ کہیں انسانوں کا دل جیتنے کے لیے جدوجہد تو کہیں اسلام دشمنوں کے لیے تلوار بے نیام سے قتال...... اور اس جہاد کے ساتھ ساتھ کامیابی کے لیے اپنے نفس سے جہاد، تاکہ تقویٰ حاصل ہو۔ انفرادی تقویٰ بھی، اور اجتماعی تقویٰ بھی۔ خلوتوں میں نالۂ نیم شبی، آہِ سحر گاہی اور اشکوں سے وضو بھی، اور جلوتوں میں، پبلک لائف میں، صداقت، دیانت، امانت، عدالت، شجاعت، اخوت اور حقوق العباد کا احترام بھی۔

رمضان علم و عمل کا وہ راستہ ہے جس کے ذریعے یہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ رمضان کا مبارک مہینہ ہم پر سایہ فگن ہے، اور اس کی رحمتوں کی بارش ہماری زندگیوں کو سیراب کرنے کے لیے برس رہی ہے۔ اس مہینے کی عظمت و برکت کا کیا ٹھکانا جسے خود نبی کریم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے "شھر عظیم اور شھر مبارك" کہا ہو! نہ ہم اس ماہ کی عظمت کی بلندیوں کا تصور کر سکتے ہیں، نہ ہماری زبان اس کی ساری برکتیں بیان کر سکتی ہے۔ بشارت دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جو رمضان المبارک میں روزے رکھے اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے، اور اس شخص کو جو راتوں میں نماز کے لیے کھڑا رہے کہ اس کے بھی اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے، اور وہ جو شب قدر میں قیام کرے، اس کے بھی۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی باتوں اور وعدوں کو سچا جانے، اپنے عہد بندگی کو وفاداری بشرط استواری کے ساتھ نبھائے، اور خود آگہی و خود احتسابی سے غافل نہ ہو۔

اس مہینہ کی برکت اور عظمت بلاشبہ عظیم ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس میں برسنے والی رحمتیں اور برکتیں ہر اس فرد کے حصہ میں آجائیں گی جو اس کو پالے گا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ بارش کا برسنا، بارش برستی ہے تو پوری زمین پر برابر پڑتی ہے، مختلف ندی نالے اور تالاب اس سے اپنی وسعت کے مطابق فیض اٹھاتے ہیں۔ زمین کے مختلف ٹکڑے بھی اپنی استعداد کے مطابق ہی فصل دیتے ہیں۔ بارش تو سب پر یکساں ہی برستی ہیں لیکن جتنا پانی ایک چھوٹے سے گڑھے کے حصے میں آتا ہے اس سے کہیں زیادہ پانی سے ایک تالاب بھر جاتا ہے۔ بارش تو چٹانوں پر بھی ایسی ہی برستی ہے جیسی کہ نرم زمینوں پر مگر چٹانوں سے پانی بہہ جاتا اور وہ اس سے کچھ نفع حاصل نہیں کر پاتیں، جب کہ وہی بارش جب کہیں کسی اور زمین پر برستی ہے تو وہ زمین اس کے لیے اپنا سینہ چاک کر دیتی ہے اور لہلانے لگتی ہے۔ یہی حال انسانوں کی فطرت اور ان کے نصیب کا بھی ہے۔

رمضان کریم سے ہمیں کیا ملے گا؟ اگر آپ کے دل زمین کی طرح نرم اور آنکھیں نم ہوں گی، آپ ایمان کا بیج اپنے اندر ڈالیں گے اور اپنی صلاحیت و استعداد کی حفاظت کریں گے، تو بیج پودا بنے گا اور پودا درخت۔ درخت اعمال صالحہ کے پھل پھول اور پتیوں سے لہلہا اٹھیں گے۔ کسان کی طرح، آپ محنت اور عمل کریں گے تو آپ کی جنت کی کھیتی تیار ہو گی، جتنی محنت ہو گی اتنی ہی اچھی فصل تیار ہو گی۔ دل پتھر کی طرح سخت ہوں گے اور آپ غافل سوتے پڑے رہ جائیں گے تو روزوں، تراویح اور رحمت و برکت کا سارا پانی بہہ جائے گا اور آپ کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا۔ توفیق الٰہی کے بغیر یقیناً کچھ ممکن نہیں لیکن یہ توفیق بھی تب ہی ملتی ہے جب آپ اس کے لیے کچھ کوشش اور محنت دکھائیں۔ اللہ کریم تو کہتے ہیں تم میری طرف ایک بالشت آؤ میں تمہاری جانب دس قدم آؤں گا۔ تم میری طرف چلنا شروع کرو میں تمہاری طرف بھاگتا ہوا آؤں گا۔ لیکن آپ کھڑے رہیں، پیٹھ پھیر کر، غافل اور لاپروا، تو بتائیں کہ توفیق الٰہی آپ کے پاس کیسے آئے؟ کہیں ایسا نہ ہو رحمتیں برستی رہیں، برکتیں لنڈھائی جاتی رہیں اور آپ اتنے بدنصیب ہوں کہ آپ کی جھولی خالی رہ جائے۔ کچھ کرنے اور رحمتیں لوٹنے کے لیے کمر کس لیجیے مگر اس سے ذرا پہلے اس تنبیہ کو ذہن نشین کر لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزوں سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا اور کتنے راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی نمازوں سے رتجگے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' (سنن الدارمی)

تمام تر انحصار آپ پر ہے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سے پہلے اپنے رفقا کو مخاطب کر کے رمضان کی برکت و عظمت سے آگاہ کرتے اور اس سے رحمتیں حاصل کرنے کی کوشش اور تلقین بھی فرماتے۔ آج سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں میرا مقصد بھی یہی ہے کہ رمضان کی تیاری کے حوالے سے گفتگو کی جائے۔ رمضان کا مہینہ اس لیے مبارک نہیں ہے کہ اس میں روزے رکھے جاتے ہیں، تلاوت قرآن کی جاتی ہے، بلکہ بات یوں ہے کہ اس ماہ کا انتخاب کیا گیا روزوں اور تلاوت قرآن کے لیے کیونکہ یہی وہ ماہ ہے جس میں نزول قرآن کا عظیم الشان اور منفرد و بے مثال واقعہ پیش آیا۔ یہ جلیل القدر واقعہ اس بات کا متقاضی ہوا کہ اس کے دنوں کو

روزوں کے لیے اور راتوں کو قیام و تلاوت کے لیے مخصوص کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ خود اس بات کو یوں آشکارا فرماتے ہیں:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرۃ:۱۸۵)

”رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو سارے انسانوں کے لیے سر تا سر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس مہینے کو پائے لازم ہے کہ وہ اس میں روزے رکھے۔“

آپ کیا کریں؟

۱) پہلی چیز: صحیح نیت اور پکا ارادہ!

نیت، شعور و احساس پیدا کرتی ہے اور اس کو متحرک کرتی ہے۔ شعور بیدار ہو تو ارادہ پیدا ہوتا ہے اور ارادہ، محنت اور کوشش کی صورت میں ظہور کرتا ہے۔ رمضان کے استقبال کے لیے آپ کو چاہیے کہ رمضان کے مقام، اس کے پیغام، اس کے مقصد اور اس کی عظمت و برکت کے احساس کو دوبارہ تازہ کریں۔ اس بات کی نیت کریں کہ اس مہینے میں آپ جن معمولات اور عبادات کا اہتمام کریں گے ان سے آپ اپنے اندر وہ تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو روزے کا حاصل ہے اور جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین کے تقاضوں اور قرآن مجید کے مشن کو پورا کرنے کے قابل بنا سکے۔

ایک مشورہ ہے کہ آپ رمضان المبارک کے آغاز سے پہلے آخری دن میں یا آغاز ہونے کے فوراً بعد پہلی ہی رات میں، دو گھڑیاں تنہا بیٹھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور خود کو حاضر جانیں۔ اللہ کی حمد بیان کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، اپنے گناہوں پر استغفار کریں۔ اس کے بعد آنے والے مہینے کے لیے اک لائحہ عمل طے کیجیے۔ اک خاکہ سا ذہن میں کھینچ لیں کہ آپ کیسے اس ماہ کو گزاریں گے۔ کن عبادات کو کن اوقات میں ادا کریں گے۔ ان تمام باتوں کو پھر سے سوچیں جو آپ رمضان کی عظمت کے بارے جانتے ہیں۔ اس کے بعد پورے ماہ کے لیے کوشش اور محنت کی نیت باندھیں اور اللہ کریم سے توفیق طلب کریں اور دعا کریں کہ اللہ رب رحیم آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اپنی راہ پر چلائے۔

۲) دوسری چیز: قرآن مجید کی تلاوت و سماعت اور علم و فہم کے حصول کا اہتمام!

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی مخصوص عبادات یعنی روزے اور قیام الیل کو قرآن مجید پر مرکوز رکھتا ہے۔ اس مہینے کا اصل حاصل ہی قرآن سننا اور پڑھنا، قرآن سیکھنا اور اس پر عمل کی استعداد پیدا کرنا ہے۔ اس لیے آپ کو سب سے زیادہ اہتمام جس چیز کا کرنا ہوگا وہ ہے قرآن مجید سے تعلق۔ نماز تراویح کی پابندی سے اتنا تو ضرور حاصل ہوتا ہے کہ پورے کا پورا قرآن آپ ایک دفعہ سن لیتے ہیں۔ عربی نہیں جانتے اس لیے اس بات کا اہتمام کریں کہ رات جو پڑھا جائے اس کا ترجمہ گھر میں ضرور دیکھیں اور اس کو خود میں جذب کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے ساتھ اپنی روح اور دل کے تعلق کو گہرا کریں اور پروان چڑھائیں۔ قرآن اپنے سننے اور پڑھنے والوں کے متعلق کہتا ہے کہ جب اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو سننے والے اور پڑھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کے دل کانپ جاتے ہیں اور نرم ہو جاتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، ان پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا ہے کہ جب قرآن پڑھو تو روؤ، اگر رو نہ سکو تو رونے کی کوشش کرو، اس لیے کہ قرآن، حزن کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ آج شب ہی اک تجربہ کر دیکھیں قرآن کی چھوٹی سورۃ القارعہ کو ترجمہ کے ساتھ دل میں اتارنے کی کوشش کریں۔ اس کے معانی و مفاہیم پر نظر کریں اور دیکھیں آپ کے دل کا کیا حال ہوتا ہے۔ مگر شرط صرف یہی ہے کہ اس میں ڈوب کر پڑھیں۔ جب تلاوت کریں دل اور دماغ بھی زبان کے ساتھ ہوں۔

۳) تیسری چیز: اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے بچنے کی خصوصی کوشش کرنا!

روزے کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے اور رمضان المبارک کا مہینہ تقویٰ کی افزائش کا موسم بہار ہے۔ اس لیے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی خصوصی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عام دنوں میں کوشش نہ کی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رمضان میں قرآن مجید سے خصوصی تعلق، صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دن بھر بھوکا پیاسا رہنے اور اس کے بعد راتوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور اس کا کلام سننے سے ایک خاص ماحول بنتا ہے اور ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس ماحول اور کیفیت میں یہ جذبہ زیادہ گہرا اور قوی ہو سکتا ہے کہ آپ ہر اس چیز سے بچیں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہو۔

اچھی طرح جان لیجیے کہ روزہ صرف پیٹ کا روزہ نہیں ہے۔ آنکھ کا بھی روزہ ہے، کان کا بھی روزہ ہے، زبان کا بھی روزہ ہے، ہاتھ پاؤں کا بھی روزہ ہے۔ وہ روزہ یہ ہے: آنکھ وہ نہ دیکھے، کان وہ نہ سنے، زبان وہ نہ بولے، ہاتھ پاؤں وہ کام نہ کریں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور جن سے منع کیا گیا ہے۔ اپنی خرابیوں کو ایک ایک کر کے دور کرنے کی کوشش کیجیے اس رمضان میں عہد باندھیے کہ اپنی زبان کی حفاظت کریں گے، فضول گوئی سے پرہیز، غیبت سے دوری اور چِلّا کر بات کرنے سے بچیں گے۔

۴) چوتھی چیز: ہر طرح کی نیکیوں کی خصوصی جستجو!

ہر لمحے، ہر قسم کی نیکی کی طلب اور جستجو تو مومن کی فطرت کا جزو ہونا چاہیے، لیکن رمضان کے مہینے میں اس معاملے میں بھی خصوصی توجہ اور کوشش ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں آپ جس نیکی سے بھی اللہ کا قرب تلاش کریں گے اس کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے (بیہقی)...... اس سے بڑی خوش خبری اور کیا ہو سکتی ہے؟

یہ جستجو مراسم عبادت کے دائرے میں میں بھی کریں، مثلاً تکبیر تحریمہ کا التزام، نفل نمازوں کا اہتمام۔ یہ جستجو انسانی تعلقات کے دائرے میں بھی کریں۔ اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی

صدقہ ہے ، اس کو ایذا نہ پہنچانا بھی صدقہ ہے،اس کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔اس رمضان میں آپ چند ایک نیکیوں کو مخصوص کرلیں کہ ان پر آپ خصوصی توجہ دیں گے جیسے ہر کسی کو سلام کرنا، مسکرا کر ملنا، نرم لفظوں میں بات کرنا وغیرہ۔

۵) پانچویں چیز قیام الیل ہے!

رات کا قیام اور تلاوت قرآن اپنا احتساب اور استغفار، تقویٰ کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے اور انتہائی کارگر نسخہ ہے۔ یہ متقین کی صفت اور علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقین وہ ہیں جو رات کو کم سوتے ہیں اور سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔(الذاریات)

۶) چھٹی چیز: ذکر اور دعا کا اہتمام!

ذکر اور دعا کا اہتمام پوری زندگی میں ہر وقت ضروری ہے۔ ذکر کیا ہے؟ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے ذکر ہے، خواہ دل سے ہو، زبان سے ہو یا اعضا و جوارح سے۔ روزہ بھی ان معنوں میں ذکر ہے، بھوک پیاس بھی ذکر ہے، اور تلاوت قرآن، خصوصاً نماز میں تو ہے ہی ذکر کی بڑی اعلیٰ و ارفع صورت۔ لیکن رمضان المبارک میں زبان سے ذکر، یعنی کلمات ذکر کا ورد اور دعا کا اہتمام بہت ضروری اور نافع ہے۔ ذکر کی ایک صورت دعا ہے۔ دعا کی بنیاد یہ ایمان ہے کہ سب کچھ اللہ سے ہی مل سکتا ہے اور سارے اختیارات اور خزانوں کا وہی مالک ہے۔ دعا سراپا محتاج اور فقیر ہونے کا اقرار ہے۔ رمضان میں عام اوقات کے علاوہ مخصوص اوقات بھی ہیں دعا کی قبولیت کے۔ اس ضمن میں کوشش کریں کہ پہلے عشرے میں رحمت کی طلب کثرت سے کریں۔ دوسرے عشرے میں مغفرت کی اور تیسرے عشرے میں نار جہنم سے رہائی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عشروں کی یہ برکات بیان فرمائی ہیں(بیہقی)۔ مختلف اوقات اور حالات کی دعاؤں اور جامع مسنون دعاؤں میں سے بھی ہر رمضان میں چند دعائیں یاد کرلیا کریں۔

۷) ساتویں چیز: شب قدر اور اعتکاف کا اہتمام!

شب قدر وہ مبارک رات ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ یہ رات اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے، اس کام کے لحاظ سے جو اس رات میں انجام پایا، ان خزانوں کے لحاظ سے جو اس رات میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ ہزاروں مہینوں اور ہزاروں سالوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات قیام کرے اس کو سارے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ رات کون سی رات ہے؟ یہ ہمیں یقینی طور پر نہیں بتایا گیا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہے، یعنی اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسویں۔ بعض احادیث میں کہا گیا ہے کہ یہ آخری عشرے کی کوئی ایک رات یا رمضان المبارک کی کوئی بھی رات ہے۔ اس کو پوشیدہ رکھنے کا راز یہ ہے کہ آپ اس کی جستجو اور تلاش میں سرگرداں رہیں، محنت کریں، اپنی آتش شوق کو جلتا رکھیں۔ آخری عشرے کی ہر طاق رات میں اسے تلاش کریں۔ اس سے زیادہ ہمت ہو تو اس پورے عشرے کی ہر رات میں اور اگر اس سے بھی زیادہ ہمت رکھتے ہیں تو رمضان کی ہر رات میں تلاش کریں۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ بندہ اس کو خوش کرنے کے لیے اور اس کی رحمت اور انعامات کی طلب میں ہر وقت ہمہ تن جستجو بنا رہے، مسلسل کوشش میں لگا رہے۔ کام سے زیادہ، ارادہ اور مسلسل کوشش ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

اگر ہمت و حوصلہ ہو تو پھر آپ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کریں۔ دس دن ممکن نہ ہو تو کم مدت کا ہی سہی لیکن کوشش ضرور کریں اعتکاف کی۔ اعتکاف؛ قلب و روح، مزاج و انداز اور فکر و عمل کو للّٰہیت کے رنگ میں رنگنے اور ربانیت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس طرح شب قدر کی جستجو کا کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ اعتکاف ہر کسی کے لیے تو ممکن نہیں لیکن اس کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کو فرضِ کفایہ کہا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اعتکاف فرمایا ہے اور اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کس لیتے، راتوں کو جاگتے، اپنے گھر والوں کو جگاتے اور اتنی محنت کرتے جتنی کسی اور عشرے میں نہ کرتے (بخاری و مسلم)۔

۸) آٹھویں چیز: انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کریم کی راہ میں فیاضی سے خرچ!

نماز کے بعد سب سے بڑی عبادت اللہ کی راہ میں خرچ ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے وہ سب خرچ کرنا۔ وقت بھی اور جان و مال بھی۔ لیکن رمضان میں سب سے بڑھ کر مال خرچنا ہے اس لیے کہ مال دنیا کی محبوب شے ہے اور یہی دین اور آپ کے درمیان اکثر آڑے آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے انسانوں سے زیادہ فیاض اور سخی تھے۔ لیکن جب رمضان المبارک آتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور داد و دہش کی کوئی انتہا نہ رہتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فیاضی میں بارش لانے والی ہوا کی مانند ہو جایا کرتے تھے (بخاری)۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

☆☆☆☆☆

آپ کے سوالات

'نوائے غزوۂ ہند' سے سوالات پوچھیے۔ اس سلسلے میں قارئین 'نوائے غزوۂ ہند' سے سوالات پوچھ سکیں گے جن کے جوابات، ان شاء اللہ، ماہانہ شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔

اپنے سوالات درجِ ذیل برقی پتے (email) پر ہمیں بھیجیے:

aapkaysawalat@nghmag.com

رمضان کا استقبال

ویب سائٹ: امارتِ اسلامیہ افغانستان

کرۂ ارض کے تقریباً ڈیڑھ ارب باسی (مسلمان) سال کے سب سے مقدس مہینے کو پہنچے۔ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اس میں شیاطین جکڑے اور جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ماہ میں ہر عبادت، صدقہ اور نیکی کا کئی گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

یہ مہینہ ہمیں یہ موقع فراہم کر رہا ہے کہ ایک بار پھر اپنے معبود، خالق اور مالک (اللہ تعالیٰ) سے اپنے ایمان اور بندگی کے کیے جانے والے وعدے کی تجدید کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اپنے دلوں کو توبہ اور انابت کے آنسوؤں سے دھو ڈالیں اور رمضان المبارک کے روح پرور لمحات سے اپنے دل و روح کو روشن کرنے کا نفع اٹھائیں۔

اگرچہ عصر حاضر کا انسان مادی لحاظ سے بہت ترقی یافتہ ہے، مگر معنوی، روحانی اور اخلاقی لحاظ سے پہلے سے زیادہ پسماندہ اور غریب ہے۔ موجودہ انسانیت نے اپنی تندرستی و سکون کے لیے بہت سے اسباب اور سہولیات مہیا کی ہیں، مگر ذہنی سکون میسر نہیں۔ ہم جنس پرستی اور لذت پرستی انسانی روح کے لیے عذاب بن چکے ہیں اور ذہنی بیماری، افسردگی اور نفسیاتی مسائل موجودہ انسانوں کا ناقابل تسخیر مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔

اس پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ انسانیت نے دین سے روگردانی کی ہے۔ اپنے خالق، رازق اور پالنے والے رب تعالیٰ کو فراموش کیا ہے۔ آسمانی قانون کی جگہ خودساختہ قوانین کی پیروی شروع کی ہے اور اس نے معنویت کی نسبت مادیت کو عظیم اور معتبر قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لیکن تجربات نے ثابت کر دیا کہ دیانت اور معنویت سے عاری مادیت پرستی کی راہ ایک خالی اور بے معنی راستہ ہے، جس کا کوئی قابل قدر مقصد اور منزل نہیں ہے اور ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ مادہ پرستی کے اعتماد نے موجودہ انسانیت کو ایک عظیم بحران سے دوچار کیا ہے اور اطمینان اس سے چھین لیا ہے۔

رمضان المبارک کا پیغام یہ ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت اپنی فطرت اور اصلیت کی طرف لوٹ آئے۔ اپنے کوتاہ فہم اور عقل پر غرور نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکائے اور سرکشی اور نافرمانی سے باز آجائے۔

آیئے رمضان المبارک کے اس پیغام پر لبیک کہیں۔ خلوص دل اور ایمانداری سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان اور عبادت کے عہد کی تجدید کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے گئے قانون (اسلامی شریعت) کو اپنی پالیسی کے طور پر قبول کریں اور شک، نفاق اور تذبذب کے گرداب سے اپنے خیالات اور اذہان کو پاک کریں۔

رمضان کی آمد کی مناسبت سے امارت اسلامیہ تمام مسلم امت کو مبارک باد پیش کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتی ہے کہ جیسا یہ مسلمانوں کے لیے امن و مسرت کا مہینہ ہے، ویسا ہی اللہ تعالیٰ اسے مسلمانوں کے لیے عام خوشی، امراض و آفات سے نجات کا مہینہ بھی بنائے۔

مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ رمضان المبارک کا استقبال اعمالِ حسنہ، عبادات، صدقات، صلہ رحمی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیوں سے کریں۔ رحمت اور مغفرت کے اس عظیم موقع کو ضائع نہ ہونے دیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اپنی مسلمان بہن کی خدمت میں محبت بھری چند باتیں

اے میری مسلمان بہن! اسلام تمہیں کہتا ہے کہ کسی کے ساتھ ناجائز تعلقات نہ رکھو، غیبت، چغلی اور مکر و فریب سے اپنے آپ کو بچاؤ، فحش و مخلوط مجالس میں نہ جانا جہاں مرد و خواتین اکٹھے ہوں، چہرے اور لباس میں مردوں کی مشابہت سے بچو، ایسا لباس پہنا کرو جو نہ زیادہ چھوٹا، نہ باریک اور نہ ہی چست ہو۔

اے میری مسلمان بہن! اسلام تمہیں کہتا ہے کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرو، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلو، اس کے مال اور امانت کی حفاظت کرو اور اس کے راز دوسروں کے سامنے نہ بتاؤ، اگر تم اپنے شوہر کی ناشکری سے بچو تو اسلام تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہے۔

مغرب تمہارے حقوق کو پاؤں تلے روندتے ہوئے یہ نعرے لگاتا ہے کہ مرد و خواتین کے حقوق برابر ہیں، ان نعروں کے ذریعے وہ تم سے تمہاری وہ دینی ذمہ داری چھین لینا چاہتا ہے جس پر تم فخر کرتی ہو اور ان گمراہ نعروں کے ذریعے تمہاری دنیا و آخرت کو برباد کرنا چاہتا ہے۔

اے میری مسلمان بہن! ہمیں تم سے بہت امیدیں ہیں کہ تم اسلامی فکر کے تحت ایک ایسی نسل تیار کرو گی جو اپنے دین و وطن کا دفاع و حفاظت کرے گی، ہمیں تم سے امیدیں ہیں کہ جب تم اپنے گھر میں رہو تو خدیجہ و عائشہ و فاطمہ بن کر رہو، جب دشمن تمہارے گھر پر حملہ آور ہو تو صفیہ و ام عمارہ اور خولہ بن جاؤ اور جب اپنے فرزندوں کو دین اسلام کی خاطر قربان کر دینے کا وقت آجائے تو اسماء و خنساء بن جاؤ (رضی اللہ عنہن)۔

میری محترم، عزت مآب مسلمان بہن! ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ ہماری امیدوں کو پامال نہ کرنا، ایسی مخلوط مجالس اور پروگراموں کے قریب نہ جانا جہاں مرد و خواتین اکٹھے ہوں، جہاں تمہیں ایک وسیلے کے طور پر 'استعمال' کیا جاتا ہو اور تمہارے اسلامی حقوق کو پاؤں تلے روندا جاتا ہو۔ میری بہن! تم یقیناً میری باتیں ضرور مانو گی کہ بہنیں ہی تو بھائیوں کی لاج رکھتی ہیں! ☆

فکر و منہج

مسلح جہاد کے بغیر تکمیلِ تبلیغ ممکن نہیں

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد رحمہ اللہ

تبلیغ کے لیے جہاد اتنا اہم اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر تبلیغ مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف زبانی تبلیغ کافی ہے اور مسلح جہاد کے بغیر تبلیغ ممکن ہے وہ تبلیغ کا مطلب سمجھنے میں تین غلطیاں کر رہے ہیں:

1. چند عبادات کی تبلیغ کر کے سمجھتے ہیں کہ تبلیغ کا حق ادا ہو گیا۔ حالانکہ ہر ذی شعور شخص سمجھ سکتا ہے کہ پوری تبلیغ تو جب ہی ہو گی کہ پورے اسلام کی تبلیغ ہو، صرف نماز یا مزید دو تین احکام کی تبلیغ کو پورے دین کی تبلیغ نہیں کہہ سکتے۔ احکامِ اسلام کے چار شعبے ہیں، عقائد، عبادات، معاملات اور حدود و قصاص۔ جب تک ان چاروں کے تمام احکام کی تبلیغ نہ ہو، تبلیغ مکمل نہیں ہو سکتی اور آپ تبلیغ کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ جس طرح انفرادی عبادات سے متعلقہ احکام ہیں، اسی طرح معاملات، یعنی وہ امور جن میں ایک شخص کو دوسرے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، جیسے نکاح و طلاق، خرید و فروخت، اجارہ و استجارہ، زراعت و ملازمت وغیرہ، ان سے متعلق بھی اسلام کے احکام ہیں۔ اسی طرح حدود و قصاص یعنی مجرم کو سزا دے کر جرائم کا سدّباب کرنا، اس سے متعلق بھی اسلام کے احکام ہیں جن کو قرآن و حدیث میں مفصل بیان کیا گیا ہے، زانی کو یہ سزا دی جائے اور چور کو یہ، بہتان لگانے والے کو یہ سزا دی جائے اور ڈاکو کو یہ۔ جب تک ان تمام احکام کی تبلیغ نہ ہو اسے اسلام کی کامل تبلیغ نہیں کہا جا سکتا۔
2. صرف زبانی تبلیغ کو کافی سمجھتے ہیں کہ یہ جاری رہے تو معاشرے کی مکمل اصلاح ہو جائے گی اور تمام کفار مسلمانوں کی اس معاشرت کو سیکھ کر اسلام میں داخل ہو جائیں گے، نہ شرعی سزائیں جاری کرنے کی ضرورت اور نہ کفار سے مسلح جہاد کرنے کی ضرورت۔ حالانکہ دعوت و تبلیغ ایک شرعی اصطلاح ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر خطاب کفار سے ہے تو صرف اسلام ان پر پیش کر دینا فریضۂ دعوت سے سبکدوش ہونے کے لیے کافی نہیں، بلکہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے جو اسلام قبول کر لیں وہ ہمارے بھائی ہیں اور جو اسلام قبول نہ کریں انہیں حکومتِ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے، یعنی حکومت تو اسلام کی ہو گی، تمہیں جزیہ ادا کر کے حکومتِ اسلام کے تابع ہو کر رہنا پڑے گا، حکومتِ اسلامیہ تمہاری جان و مال کی حفاظت کرے گی، اگر وہ حکومتِ اسلام بھی تسلیم نہیں کرتے تو پھر ان سے مسلح جہاد کیا جائے اور اس وقت تک قتال جاری رکھا جائے جب تک وہ اسلام یا حکومتِ اسلام قبول نہ کریں۔ اسلام جبراً کافروں کو مسلمان بنانے کی تعلیم نہیں دیتا، مگر اللہ تعالیٰ کی زمین پر کافروں کو حکومت کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔
3. ان کا خیال ہے کہ صرف معروفات کا حکم دیتے جاؤ، منکرات کو نہ چھیڑو، منکرات خود بخود مٹتے چلے جائیں گے۔ جیسے اندھیرے کو ختم کرنا ہو تو چھوٹی سی موم بتی جلا دو، اندھیرا ختم ہو جائے گا، یہ نہیں کہ ڈنڈا اٹھا کر پیٹنا شروع کر دو۔ بظاہر جہلا کا یہ استدلال بڑا قوی معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ نظریہ سراسر باطل اور دنیا میں فسق و فجور، منکرات و فواحش کے پھیلنے کا بہت بڑا سبب ہے۔ عقل و نقل دونوں اس کے بطلان کے شاہد ہیں۔ قرآن و حدیث میں جہاں بھی امر بالمعروف کا حکم دیا گیا، ساتھ ہی نہی عن المنکر کا حکم بھی دیا گیا، اگر نہی عن المنکر کی کوئی اہمیت و ضرورت نہیں، امر بالمعروف ہی کافی ہے تو پھر کیا نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا وہ لغو ہے یا نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو یہ حکمت و فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا کہ معروفات کی دعوت سے تمام منکرات خود بخود مٹ جائیں گے، نیز یہ لازم آئے گا کہ پوری امت کے علما جو آج تک بوقت استطاعت نہی عن المنکر کی تینوں صورتوں بالید، باللسان اور بالقلب کو فرض و واجب قرار دیتے آئے ہیں، سب نعوذ باللہ احکام شریعت اور مزاج شریعت سے نابلد تھے۔

عقل و مشاہدے سے بھی اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ انسان طبعی طور پر خواہشِ نفس اور گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے، معروفات کی جتنی بھی دعوت دی جائے جب تک نہی عن المنکر پر عمل نہ کیا جائے معاشرے سے فواحش و منکرات کا مٹانا ناممکن ہے۔

اب تو اس سے بڑھ کر خطرناک خبریں سامنے آ رہی ہیں کہ لوگوں کو دین دار بنانے کے لیے اور ان کو مانوس کر کے قریب لانے کے لیے ان کے ساتھ بدعات اور گناہوں کی مجلسوں میں شریک ہونے کو جائز بلکہ ضروری سمجھا جا رہا ہے۔ یہ سراسر دین میں تحریف ہے، بجائے اس کے کہ بے دین لوگوں کو جنت والے اعمال میں اپنے ساتھ شریک کرتے، یہ جہنم والے اعمال میں شریک ہو کر اپنے لیے جہنم کا سامان کر رہے ہیں، پھر ظلم یہ کہ اس کو جائز بلکہ کارِ ثواب اور مزاجِ نبوت اور دین کی تبلیغ سمجھ رہے ہیں، اگر واقعتاً ایسا ہے جیسا کہ شنید ہے تو ان کا تو ایمان بھی باقی نہیں رہا۔

ایک اصول خوب سمجھ لیں، یاد رکھیں اور دوسروں تک پہنچائیں، وہ یہ ہے:

”لا يقام الدين بهدمه.“

”دین کی خلاف ورزی کر کے، اسے گرا کر کبھی بھی دین کو قائم نہیں کیا جا سکتا۔“

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر صرف زبانی تبلیغ سے پورے معاشرے کی اصلاح ممکن ہوتی اور تمام کفار کا داخلِ اسلام ہونا ممکن ہو تا تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار قتال اور شرعی سزائیں دینے کا ذکر کیوں فرماتے؟ سزاؤں کے ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو شرعی سزائیں جاری کرنے میں تمہیں رحم نہیں آنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اسے جاری کرو:

وَ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۃ النور:۲)

اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار اور رحمت للعالمین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدنی زندگی کے دس سالہ قلیل عرصے میں ستائیس مرتبہ بنفس نفیس تلوار ہاتھ میں تھام کر زرہ و خود پہن کر میدان میں نکلے اور ستر سے زیادہ لشکر تیار کر کے مسلح جہاد کے لیے روانہ کیے، قیامت تک آنے والی نسلوں کو سبق دے دیا کہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت و تبلیغ دین کی تکمیل مسلح جہاد کے بغیر ممکن نہیں۔

اگر تبلیغ کے مخاطب مسلمان ہیں، یعنی جو اسلام کی دعوت سے مسلمان ہوتے جائیں یا پہلے سے مسلمان ہوں، ان پر احکام کی چاروں قسمیں، عقائد، عبادات، معاملات، حدود و قصاص لازم قرار دی جائیں گی، کوئی ایک حکم بھی چھوڑے گا یا کسی جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس پر شرعی سزا جاری کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں چوری اور زنا کی شرعی حد جاری کر کے یہ حقیقت واضح فرما دی کہ معاشرے کی اصلاح کے لیے شرعی سزاؤں کا جاری کرنا ناگزیر ہے، زبانی تبلیغ کافی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ سے بہتر تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کس کی ہو سکتی ہے؟ آپ سے زیادہ اخلاص کس کے اندر ہو سکتا ہے کہ وہ دعویٰ کرے کہ اسلحہ اٹھانے اور سزائیں جاری کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، سب کفار تبلیغ ہی سے مسلمان ہو جائیں گے اور معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی! اگر کسی کا یہ خیال ہے تو اپنے ایمان کی خیر منائے۔

مشاہدہ بھی اس بات کا گواہ ہے کہ صرف زبانی تبلیغ کفار کو داخلِ اسلام کرنے اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے کافی نہیں۔ دنیا بھر میں لاکھوں مدارس و جامعات میں رات دن یہی کام ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچائے جائیں، دنیا میں موجود بے شمار خانقاہوں میں اصلاحِ معاشرہ کے لیے کتنی جد و جہد اور کتنے وعظ ہوتے ہیں، ہر مسجد میں درس قرآن و درس حدیث ہوتا ہے، جمعے کے دن اور مختلف جلسوں میں علمائے کرام کے وعظ ہوتے رہتے ہیں، کتنی کتابیں، رسائل اور کیسٹیں شائع ہو رہی ہیں، تقریباً سو سال سے تبلیغی جماعت بھی ان تھک محنت کر رہی ہے، ان تمام شعبہ ہائے تبلیغ سے اگرچہ اصلاحِ معاشرہ کا کچھ نہ کچھ کام تو ہوا ہے اور ہو رہا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ کام پورا ہو گیا یا ایسے ہی پورا ہو جائے گا؟ ان تمام ذرائع سے تبلیغ کا کام صدیوں سے جاری ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ بے دینوں کے مقابلے میں دین داروں کی نسبت آٹے میں نمک جیسی بھی نہیں۔ ان ساری تبلیغی مساعی سے جو تھوڑے بہت افراد دین دار بنے وہ بھی ایسے کچے پکے کہ ان کی پختگی نہ ہونے کے برابر۔ ہزاروں احکام میں سے دو چار احکام نماز روزہ وغیرہ پر عمل کر لیا، داڑھی رکھ لی، کرتا پہن لیا اور بس۔ نہ نکاح و طلاق شریعت کے مطابق، نہ معاملات کی صفائی، نہ بیع و شراء، نہ تجارت و ملازمت شریعت کے مطابق، نہ حدود و قصاص کی کوئی اہمیت اور نہ حکومت الٰہیہ قائم کرنے کی کوشش اور اس کے لیے جان دینے کا جذبہ۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ، پہلے انبیائے کرام علیہم السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، علمائے امت اور مشاہدات کا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ کفر و شرک اور جرائم و منکرات سے معاشرے کو پاک کرنے اور دنیا میں اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے صرف زبانی تبلیغ کافی نہیں۔ جب تک قتال کے ذریعے کفار کی بڑی بڑی حکومتوں کی شان نہ توڑی جائے اس وقت تک نہ عام کفار سنجیدگی سے اسلام کی حقانیت پر غور کر سکتے ہیں اور نہ مسلمان معاشرہ ان کفار کے تسلط، سائنسی ترقی اور مکروہ پراپیگنڈوں اور سازشوں کے پھیلائے ہوئے فواحش و منکرات سے پاک ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور نافع بنائیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: ذوقِ تن آسانی

جن کے بازاروں میں بد دیانتی اور ناپ تول کی کمی سرعام ہوتی ہے، جنہوں نے مصلّے بیچنے کے کاروبار تو خوب چمکائے ہیں لیکن جن کے تلوار بنانے کے کارخانوں کو قفل لگ گئے ہیں، جنہوں نے اپنے دلوں میں مسلمانیت کی بجائے وطنیت کی آتش بھڑکائی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہماری حالت زار پر رحم کرے اور ہمیں اپنے دین پر قائم رکھے اور ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے سے بچائے، آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆☆

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

شیخ مکرم، استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے یہ سلسلۂ مضامین 'اصحاب الاخدود' والی حدیث کو سامنے رکھ کر تحریر کیا ہے۔ (ادارہ)

ایمان اور ابتلاء، ساتھ ساتھ

نوجوان بادشاہ کے دینِ باطل کا باغی جبکہ راہب کے دینِ حق کا سپاہی بنتا ہے اور پھر اللہ کی غلامی کی دعوت لے کر وہ میدان میں اترتا ہے، اس کے ہاتھ پر اللہ کرامتوں کا ظہور کرتا ہے، معاشرے کے رکے پانی میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور اس کی دعوت لوگوں کے دل و ذہن پر دستک دینے لگتی ہے۔ راہب کو جب اس کی اس دعوت و تحریک کا علم ہو جاتا ہے تو وہ اسے کہتا ہے:

”أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي“میرے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو، ”قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى“میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا معاملہ بہت آگے پہنچ گیا ہے۔

”وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى“اور تم پر جلد آزمائش آئے گی، ”فَإِنْ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ“ پس جب تمہارے اوپر آزمائش پڑے تو تم میرا نام نہ لینا۔

راہب کی یہ گفتگو آئندہ تین حلقوں کا محور ہے اور ”وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى“، ”اور تم پر جلد آزمائش آئے گی“ کے ضمن میں تاریخ ایمان کا یہ سبق اس کا موضوع ہے کہ راہِ حق کے ساتھ ابتلاء اور ایمان کے ساتھ آزمائش کا تعلق براہِ راست اور چولی دامن کا ہے۔ جو جتنا صاحبِ ایمان ہو گا اور جتنا راہِ ہدایت پر گامزن ہو گا، اُتنا اس کی آزمائش زیادہ ہو گی۔ راہب کو بھی اس حقیقت کا علم تھا، اس نے نوجوان کو بھی کہا کہ تم افضل ہو، لوگوں کی ہدایت کے لیے میدان میں اترنا کوئی معمولی کام نہیں، یہ چونکہ انتہائی عظیم کام ہے اس لیے تمہیں بہت ساری سختیوں سے گزرنا ہو گا۔ راہب کی بات عین صحیح ثابت ہوئی۔ بادشاہ نے نوجوان کا جینا حرام کر دیا، اسے طرح طرح کی اذیتیں دیں، اسے قتل کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے اور بالآخر بادشاہ ہی کے ہاتھوں اس کی شہادت بھی واقع ہوئی۔ سچ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ عہدِ بندگی نبھانے کا راستہ پھولوں کی سیج نہیں، بلکہ یہ پھولوں کی جگہ کانٹوں سے بھرا ہوا ہے؛ اس راستے میں کشمکش، مصیبت، اجنبیت، تکلیف، پریشانی، مار، قید، فاقہ، جلاوطنی اور موت کا سامنا کرنا سب سنگِ میل ہیں۔ جو بھی اللہ کو راضی کرنے اور اس کی جنتوں کو پانے کی خواہش میں سنجیدہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھے، یاد رکھے اور اس متعلق اُس تصور کو دل و ذہن میں تازہ رکھے جو اللہ کی کتاب اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی سیرتوں پر مشتمل ایمان کی پوری تاریخ ہمیں سمجھاتی ہے۔

جب ایمان کی ناقدری ہوتی ہے!

ایمان اللہ کی طرف سے عظیم ترین امانت ہے اور اس کی حفاظت ہی کے بدلے میں اللہ نے اپنی رضا اور انعامات کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اللہ کی کتاب بتاتی ہے کہ یہ انعامات صرف اُن رجالِ کار ہی کو نصیب ہوتے ہیں جنہیں اس امانت کی قدر و قیمت کا ادراک ہو اور جو سمجھتے ہوں کہ چونکہ اس کے بدلے میں اللہ کی دائمی جنتوں اور اس کے وجہِ عظیم کا دیدار نصیب ہونا ہے، اس لیے اس کا حق ادا کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ پس ایسے رجال کے سامنے ان کی زندگی کا اہم ترین مقصد اس امانت کی حفاظت اور اس کے تقاضوں کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ پھر اس سعی و عمل میں چاہے جتنے بھی اتار چڑھاؤ آ جائیں اور سفر چاہے جتنا بھی طویل اور کٹھن ہو جائے، ان کے ایمان اور عزم و ارادے میں کمی نہیں آتی۔ نہ مصائب و تکالیف انہیں راہِ راست سے ہٹاتی ہیں اور نہ ہی دنیا کی وسعت و رنگینی انہیں کبھی دھوکے میں مبتلا کرتی ہے۔ نعمتیں ان کو ملیں اور خوشی و راحت سے وہ گزریں یا محرومیوں کا وہ سامنا کریں اور تنگی و مصائب ان کے نصیب میں ہوں، وہ دونوں صورتوں کو اپنے لیے امتحان سمجھتے ہیں، شکر و صبر ان کا توشۂ سفر ہوتا ہے اور یوں ہر مصیبت اور ہر ابتلاء راہِ حق پر ان کے قدم مزید جمانے اور اللہ کے ساتھ محبت کو پہلے سے کہیں زیادہ گہری کرنے والی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جن کے ہاں ایمانی مطالبات روپے پیسے کی تجارت کی مانند بس سود و زیاں کے پیمانوں سے پرکھے جاتے ہوں، ان کا سفر اگر طول پکڑے اور راہِ حق پر ان کے لیے ناگواریاں بڑھ جائیں تو قدم رک جاتے ہیں، اللہ کے وعدوں پر شک ہونے لگتا ہے، چستی سستی اور ہمت کم ہمتی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور جو سفر موت تک اللہ کی بندگی کے عہد سے شروع ہوا تھا وہ منزل سے پہلے ہی بیچ راستے میں تمام ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ (سورۃ الحج: ۱۱)

”اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ چنانچہ اگر اسے (دنیا میں) کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش پیش آ گئی تو وہ منہ موڑ کر (پھر کفر کی طرف) چل دیتا ہے۔ ایسے شخص نے دنیا بھی کھوئی، اور آخرت بھی۔ یہی تو کھلا ہوا گھاٹا ہے۔“

اس انجامِ بد کا سبب کیا ہے؟ سبب ایمان کی ناقدری اور راہِ حق کے متعلق غلط فہمی ہے۔ جنتوں کو ناگواریوں نے ڈھانپا ہے مگر جب اس کو پانے کے لیے کسی قسم کی ناگواری قبول نہ ہو اور

ساری پریشانیاں مچھر کے پر کے برابر حیثیت والی دنیا کے لیے ہوں، سنجیدگی ورنجیدگی اور محنت ومشقت، منصوبے اور تدبیریں سب اس بے اعتبار دنیا کی خاطر ہوں جبکہ غیر سنجیدگی، عدم دلچسپی، خوش گمانی اور سُستی وبے کاری سب آخرت کے حصے میں ہوں تو یہ بتاتا ہے کہ اصل قدر اس دھوکے گھر، دارِ غرور کی ہے جبکہ حقیقی اور دائمی منزل کی نہ فکر ہے اور نہ قدر۔ یہ قدر وناقدری ایمان ویقین کا پتہ بھی دیتی ہے کہ کس زندگی پر یقین ہے اور کون سی کے متعلق شک ہے۔

سودا معمولی نہیں!

دنیا میں کسی بھی قسم کا نفع اور کوئی بھی قیمتی چیز ایسی نہیں کہ جو بغیر مشقت اور بنا اس کی قیمت ادا کیے مل سکتی ہو۔ ایسے میں ایمان کہ جس سے زیادہ قیمتی نعمت پوری کائنات میں کوئی نہیں، کیا تکلیف اٹھائے بغیر مل سکتا ہے؟ کیا اللہ کی وہ دائمی نعمتیں جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہیں، کان نے نہ سنی ہیں اور نہ ہی جن کا دنیا میں کوئی تصور کر سکتا ہے، محض یہ کہہ دینے سے مل جائیں گی کہ 'میں مسلمان ہوں'؟ نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟، اللہ کا یہ سودا سستا نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''ألا إن سلعة الله غالية''، ''جان لو! اللہ (کی جنتوں) کا سودا بہت مہنگا ہے''۔ یہ جنتیں اپنی تمناؤں اور خواہشات کا خون کیے بغیر نہیں ملا کرتیں، یہ تو جسم ٹکڑے کروانے اور سب کچھ اللہ کے حوالے کرنے اور اس کی خاطر لٹانے کے بعد اللہ دیتے ہیں، ان کا راستہ مصائب وابتلاءات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس پر دودھ پینے اور خون دینے والے عاشق دونوں ساتھ ساتھ چلیں اور دونوں کا انجام بھی پھر ایک ہی طرح کا ہو؟! اللہ کے بندوں اور دنیا کے بندوں وغلاموں کا جب مقصد ایک نہیں، ہدف ایک نہیں، پھر منزل کیوں کر ایک ہوگی؟ سچی بات تو یہ ہے کہ ایمان محض معلومات میں اضافے کا نام نہیں کہ کسی شخص نے کچھ سنا پڑھا، چند باتوں کی تائید اور بعض کی تردید بس کر دی اور پھر اس کا پورا سفر زندگی اُسی ڈگر پر رواں دواں ہو جس پر ایمان سے محروم لوگوں کا ہوتا ہے۔ نہیں! یہ ایمان اللہ خالق السماوات کے ساتھ عہد ہے اور اس میں محبت و نفرت بھی ہے، دوستی و دشمنی بھی ہے اور حرکت وجہاد بھی ہے، یہاں تو قدم قدم پر وہ امتحانات و ابتلاءات ہیں جن سے گزر کر پتہ چل جاتا ہے کہ کون اللہ کا سودا لینے میں سنجیدہ ہے اور کون اپنی نظریں ذلیل دنیا سے اوپر نہیں اٹھاتا۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا، ''کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ محض زبان سے یہ کہہ دینے سے کہ 'میں ایمان لایا ہوں' (وہ چھوڑ دیے جائیں گے)''، وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ''اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟''۔ نہیں! وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ''ہم نے ان سے پہلے والوں کو بھی آزمایا''؛ یہ میری سنت ہے، تم سے پہلے جو گزرے ہیں انہیں بھی آزمائش کی بھٹی سے گزارا ہے، فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ، ''پس اللہ ضرور معلوم کر کے رہیں گے کہ کون (اس دعوائے ایمان میں) سچا ہے اور کون جھوٹا''۔ عربی میں 'فتنہ' دھات/سونے کو آگ کی بھٹی میں خوب دہکا کر اس کے اصل اور ملاوٹ کو جدا کرنے کے عمل کو کہتے ہیں۔ گویا مصائب وابتلاء کے اندر انسان کے اندر کی حقیقت اللہ کھول دیتا ہے۔ یہ اہل ایمان کی اللہ سے محبت کو بڑھاتی ہے، ان کے یقین کو قوی کرتی اور ان کے اعمال کو پاک کرتی ہے جبکہ جن کے دل شک، اللہ سے بدگمانی اور دنیا کی چاہت میں لتھڑے ہوں، امتحان ان کے چہرے کا بہروپ بھی اتار دیتا ہے۔ جنتوں تک پہنچنے کے لیے امتحانات کی بھٹی سے گزرنے کا یہ مفہوم اللہ رب العزت نے اپنی کتابِ عظیم میں متعدد جگہ بیان کیا ہے۔ کہیں مطلق ابتلاء و آزمائش سے گزار نا ضروری قرار دیا ہے تو کہیں نصرتِ دین میں مصائب و آلام اور جہاد و قتال کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ ان آزمائشوں پر صبر دکھائے بغیر اللہ کی جنتوں میں جانا تمہاری نری خوش گمانی ہے۔[1]

تاریخ ایمان کا سبق

کسی راستے پر اگر پہلے گزرے ہوئے لوگ بلا کسی زیادہ تکلیف اور پریشانی منزل تک پہنچے ہوں تو نئے جانے والے کوئی بڑی مصیبت دیکھتے ہی سوچیں گے کہ راستہ آسان تھا مشکل کیوں ہوا اور اگر ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری مشکل کا بھی اس پر سامنا ہوتا ہے تو بہت احتمال ہے کہ وہ رک کر واپسی کی فکر بھی شروع کر دیں گے۔ اس کے برعکس جس سفر کی تاریخ ہی یہ ہو کہ اس پر جو بھی گئے، ہلا مارنے والی سختیاں جھیل کر گئے، سخت گھاٹیوں اور بہت سارے اتار چڑھاؤ کا سامنا کر کے گزرے، قسم قسم کے مصائب و آلام برداشت کرنے کے بعد ہی انہیں منزل ملی، تو ایسے راستے پر اگر کسی کو آزمائش کا سامنا ہوگا تو وہ گھبرائیں گے نہیں، مایوس ہو کر واپس نہیں پلٹیں گے، وہ تو الٹا ہر تکلیف کو سنگ میل سمجھیں گے اور ''راستہ یہی ہے'' ﴿هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ!!﴾ کہہ کر ہر دفعہ گرنے کے بعد دوبارہ اٹھیں گے۔ اہم بات یہ کہ اس سفر کے لیے نکلیں گے بھی صرف وہ افراد جن کا منزل تک جانے کا عزم پکا ہو اور یہ عزم و محبت ہی ہوگی جو انہیں بار بار گرنے کے بعد بھی دوبارہ کھڑا کرے گی۔ مگر جن کا منزل سے تعلق بس زبان کی نوک پر ہو، وہ ظاہر ہے چند گام بھی آگے نہیں چل پائیں گے۔

رستے میں جو کانٹے آئے، پھولوں سے گو زیادہ تھے
منزل کے متلاشی چلتے رہنے پر آمادہ تھے

---

[1] اللہ رب العزت کا فرمان ہے: أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ○ اس طرح فرماتے ہیں: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ...... اور فرمان ہے: وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ

یہی راہ حق کی مثال ہے۔ اللہ کی کتاب کہتی ہے کہ تم نے اگر واقعی جنتوں میں جانا ہے تو سنو! تم سے پہلے جو گئے ہیں، ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، ہلامارنے والی مشاکل جب انہوں نے برداشت کیں تو تب جا کر انہیں یہ منزل ملی۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ○ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۴)

"(مسلمانو) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں (یونہی) داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے ان لوگوں کو پیش آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں، اور انہیں ہلا ڈالا گیا، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھ بول اٹھے کہ "اللہ کی مدد کب آئے گی؟" یاد رکھو! اللہ کی مدد نزدیک ہے۔"

پھر یہ تاریخ ایمان یہ بھی بتاتی ہے کہ یہاں جو جتنا اللہ کا محبوب تھا، جتنا ایمان و عمل میں خالص تھا، اُتنا ہی وہ زیادہ ابتلاءات سے گزرا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلاءً؟ کس نے زیادہ ابتلاءات جھیلی ہیں ؟کون زیادہ آزمائشوں سے گزرے ہیں؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ، فَالْأَمْثَلُ مِنَ النَّاسِ، "فرمایا: انبیاء پھر صلحاء اور پھر لوگوں میں جو (قلب و عمل میں) جتنا ان کے قریب تھا اُتنا وہ آزمائش سے بھی گزرا ہے" يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، "آدمی کو اس میں موجود دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے"، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ زِيدَ فِي بَلَائِهِ، "اگر وہ دین میں قوی ہو تو آزمائش میں اضافہ کیا جاتا ہے" وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ خُفِّفَ عَنْهُ، "اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اس کی آزمائش بھی کم کی جاتی ہے"، وَمَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَمْشِيَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ لَيْسَ عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ، "اور ایک بندے پر آزمائشیں ڈالی جاتی ہیں یہاں تک ایک وقت آتا ہے جب وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے"۔ انبیاء کی تاریخ دیکھیے، ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل، ابو الانبیاء اور متقین کے انتہائی عظیم امام تھے۔ کیا آپؑ کو یہ مرتبہ بلا تکلیف ملا؟ نہیں، مرتبے کہاں مفت میں ملتے ہیں؟ آپؑ آگ میں ڈالے گئے، ہجرت و جلاوطنی سے گزارے گئے، محبوب اور اکلوتے بیٹے تک کو قربان کرنے کا آپؑ کو امر ہوا اور آپ نے دل پر پتھر رکھا اور چھری لے کر اپنے بیٹے کے گلے پر پھیرنے لگے۔ یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں بیٹے کے فراق میں چلی گئیں، یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹا گیا، یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا، کئی سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور انتہائی خطرناک امتحان (عزیزِ مصر کی بیوی کے فتنے) میں بھی اللہ کے شاکر بندے رہے، ایوب علیہ السلام بیماری کے طویل اور انتہائی تکلیف دہ امتحان سے گزرے، یونس علیہ السلام پانی میں گرائے گئے اور مچھلی کے پیٹ میں پہنچے، نوح اور لوط علیہما السلام کی زندگی کے سینکڑوں سال قوم کی بداخلاقی اور مخالفت برداشت کر کے گزرے، موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ہاتھوں بے حساب اذیتیں اٹھائیں..... بلکہ حق تو یہ کہ اللہ کے ان انبیاء اور اولیاء میں کون بغیر تکلیف کے گئے؟ ایمان کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایمان والے آگ کے گڑھوں تک میں زندہ ڈالے گئے ہیں مگر انہوں نے ایمان سے ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ ان کے جسموں کو آروں سے چیر اگیا لیکن وہ استقامت کے پہاڑ بنے رہے۔ حضرت خباب رضی اللہ کی حدیث ذہن میں ہو کہ جب آپ ﷺ نے انہیں یہ حقیقت فرمائی اور آخر میں فرمایا ولكنكم تستعجلون! 'لیکن تم عجلت کرتے ہو' نتائج جلد از جلد دیکھنا چاہتے ہو! یہ تاریخ ایمان ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اللہ کی بندگی بہت ہی بڑی ذمہ داری چاہتی ہے۔ اس کا راستہ مشکل ضرور ہے مگر یہی جنت کا راستہ، یہی صراط مستقیم ہے!! ایمان کے اس سفر میں آزمائش ایمان کے بقدر ہوتی ہے، جو جتنا ایمان میں قوی ہوتا ہے اُتنی اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے اور جب وہ آزمائش پر صبر کرتا ہے اور اپنے لیے کوئی ایسا راستہ نہیں کھول لیتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہو تو اس کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کا ایمان مزید قوی ہو جاتا ہے۔ گویا یہاں ایمانی ترقی کی سیڑھیاں ابتلاءات پر صبر ہے۔ جو جتنا صبر کرتا ہے، اُتنا اس کے ایمان میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

آزمائش سے فرار نہیں ممکن......!

اللہ کی کتاب اور احادیث مبارکہ میں اہل ایمان کو عافیت مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اللہ کی رضا میں سختیاں برداشت کرنا یقیناً بہت اجر رکھتا ہے مگر انسان کمزور ہے اور صبر آسان نہیں، نہیں معلوم کہ کون سی سختی انسان کے ایمان و عمل صالح تک کو بھی خطرے میں ڈالے، اس لیے بندے کو اپنی طرف سے آزمائش کی تمنا نہیں کرنا چاہیے۔ مگر اللہ رب العزت فرماتے ہیں ﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ﴾ "کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ محض زبان سے یہ کہہ دینے سے کہ 'ہم ایمان لائے' (وہ چھوڑ دیے جائیں گے) اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا" یہ آیت کہتی ہے کہ بندے کی ساری کوششیں اور آزمائش سے بچنے کی ساری تدبیریں ناکام ہوں گی اور وہ امتحان کا سامنا بہر حال کرے گا۔ گویا بندہ اللہ سے ایمان مانگتا ہے مگر اس سودے میں دوسری طرف سے، اس کی چاہت و مطالبہ کے بغیر آزمائش و ابتلاء بھی ساتھ دی جاتی ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو پھر بندے پر فرض ہو جاتا ہے کہ ساتھ ملنے والی اس آزمائش پر وہ جزبُزنہ ہو، اس کے قدم نہ ڈگمگائیں، ایمان اور اس کے لوازم سے فرار اختیار نہ کرے۔ شیخ ابو قتادہ کہتے ہیں "کہ ہدایت پر فائز شخص حق سے کبھی بھی اس کے ساتھ جڑی آزمائش کی وجہ سے نہیں بھاگتا، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اس آزمائش (پر صبر) کا انجام ہدایت، علم اور تقویٰ ہوتا ہے اور یہ وہ تین صفات ہیں جو دین میں امامت کے ارکان ہیں"۔ لیکن اس کے برعکس اگر تکلیف و ابتلا دیکھ کر انسان ایمان کے مطالبات سے بھی فرار اختیار کرتا ہے اور اللہ کے اوامر کو بھی پس پشت ڈالتا ہے تو ایسا کرنا دعوائے ایمانی کی تصدیق نہیں ہے اور بندہ جتنا ایمانی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اُتنا ہی وہ ایمانی حقیقت سے بھی دور ہو جاتا ہے۔ شیخ ابو قتادہ ایک اور جگہ (سورۃ العنکبوت کی تفسیر میں) کہتے ہیں کہ "ایمان و تسلیم کے

معاملے میں خلا نام کی کوئی شے نہیں، یعنی ایسا نہیں کہ انسان ایمان کی کسی حقیقت کو قلب و عمل سے نکالتا ہے اور ایمان کا الٹ اس کی جگہ نہیں لے لیتا ہے۔ نہیں! ایمان جتنی جگہ سے نکل جاتا ہے اس کا مقابل اس جگہ کو گھیر لیتا ہے۔ ایمانی شروط اگر پورے نہیں ہو رہے ہوں تو اس کی جگہ کفر لیتا ہے، واجبات اگر عمل میں نہیں لائے جا رہے ہوں تو فسق اپنی جگہ بنا لیتا ہے اور اگر مستحبات پر عمل نہیں ہو رہا ہو تو اُس قدر اللہ کی قربت سے محرومی واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ حدیث بھی ہے کہ بندہ فرائض کے بعد نوافل مستحبات کے ذریعہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ گویا اگر وہ نوافل نہیں ادا کرتا تو اُتنی قربت سے وہ محروم رہے گا"۔ لہٰذا مومن سے مطلوب یہ ہے کہ اندیشۂ سود و زیاں کو ایک طرف رکھ کر اپنی نظر ایمان کی حفاظت پر رکھے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں لگ جائے، چاہے ایسا کرتے ہوئے اسے تکلیف کا سامنا ہی کیوں نہ ہو۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ بڑی پیاری بات فرماتے ہیں، آیت ﴿وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ نقل کر کے وہ کہتے ہیں: "بندہ جب اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے کہ اس کے نزدیک جو کام ناپسندیدہ ہو، اس کا انجام انتہائی خوشگوار بھی ہو سکتا ہے اور اس کے نزدیک انتہائی محبوب حالت بھی بہت ہی ناپسندیدہ نتیجہ بر آمد کر سکتی ہے تو پھر بندہ من پسند حالات سے بھی کبھی مطمئن نہیں ہوتا اور انتہائی ناپسندیدہ حالات میں بھی کبھی وہ مایوس نہیں ہوتا کہ وہ نہیں جانتا کہ پریشان کن حالات اور جن کو وہ اپنے لیے مصیبت سمجھتا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بالآخر خیر اور خوشی پر ختم ہوں۔ چونکہ انجامِ کار کا علم انسان کے پاس نہیں، بلکہ انسانوں کے رب اللہ کے پاس ہے، اس لیے ضروری ہے کہ بندہ حالات کو دیکھے بغیر، کہ وہ اچھے ہیں یا برے، اپنی نگاہوں کا مرکز اور کوشش کا ہدف بس اللہ کے احکامات کی بجا آوری بنائے، چاہے ایسا کرنا مشکل ہی کیوں نہ ہو۔ کون سی حالت انجام کے لحاظ آپ کے لیے باعث مسرت ہے اور کون سی غم و تکلیف کا سبب، اس کا علم چونکہ آپ کے پاس نہیں، اس لیے اس میں تو شک ہو سکتا ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ کے اوامر پر عمل کا انجام ہمیشہ ہی فرحت و مسرت اور خیر و لذت ہوتا ہے، چاہے یہ وقتی طور پر مشکل ہی کیوں نہ ہو"[1]۔ عقل کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ کسی کام کے کرنے، نہ کرنے کا پیمانہ کام کی سختی و آسانی نہ ہو بلکہ وہ کام 'کتنا مفید، کتنا ضروری اور کتنا اہم ہے' اس کو دیکھ کر فیصلہ ہو۔ کڑوی دوا کیا کوئی سمجھ دار آدمی محض اس وجہ سے چھوڑ سکتا ہے کہ یہ کڑوی ہے؟

ابتلاء کی حقیقت اور ضرورت

ابلیس کے شیطانی لشکر، انسان کے ہوں یا جنات کے، انہیں پیدا کرنے والا اللہ ہے، طاقت بھی اللہ نے دی ہوئی ہے اور اللہ ہی کی مشیت سے یہ اہل ایمان کے خلاف لڑ بھی رہے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ﴾ "ہم نے ہی ہر نبی کے مقابلے کے لیے شریر انسانوں اور جنوں کی صورت میں دشمن بنائے" ﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ "جو ایک دوسرے کو خوش نما پُر فریب باتیں وسوسہ کرتے ہیں" ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ﴾ "اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کبھی (انبیاء کے خلاف یہ جنگ و فساد) نہیں کر سکتے تھے"۔ مومنین کی اجنبیت، ان کی مادی کمزوری جبکہ اللہ کے دشمنوں کی طاقت و ترقی پر دل دکھی ضرور ہوتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ چاہے تو کفار کی یہ سب شان و شوکت ایک ثانیے میں سُپر سے صفر ہو جائے اور وہ رب قدیر ایک کُن کہے تو ان کے دماغ و اعضاء مفلوج جبکہ تمام وسائل و ٹیکنالوجی کام چھوڑ جائیں۔ اللہ کے لیے یہ کرنا کیا مشکل ہے؟ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ القابض بھی ہے اور الباسط بھی! قوت و صلاحیت سلب کرنے والا بھی وہ اللہ ہے اور یہ سب کچھ دینے والی بھی وہی اللہ کی ذات ہے۔ کفر کو اگر یہ طاقت و سطوت دی گئی ہے تو مقصد اہل ایمان کے ایمان کا امتحان ہے کہ ان دشمنان دین کی دشمنی کے مقابل وہ بندگیٔ رب پر ڈٹتے ہیں، صبر کرتے ہیں یا بے صبرے ہو کر ان کفار کے سامنے جھکتے ہیں جو خود اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ کی مرضی کے سامنے عاجز ہیں؟ ﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا﴾ "اور ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ بتاؤ کیا صبر کرو گے؟ اور تمہارا پروردگار ہر بات دیکھ رہا ہے"۔ ﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ﴾ "اور اگر اللہ چاہتا تو خود ان سے انتقام لے لیتا، لیکن (تمہیں یہ حکم اس لیے دیا ہے) تاکہ تمہارا ایک دوسرے کے ذریعے امتحان لے"۔ پس اہل ایمان ان لشکروں کو دیکھ کر نہ پریشان ہوتے ہیں اور نہ ہی مرعوب۔ ظاہر ہے ان کی اصل ڈوریں اللہ کے پاس ہیں، وہ انہیں ڈھیل دیتے ہیں تو یہ مومنین پر حملہ ور ہوتے ہیں اور انہیں تکلیف دیتے ہیں۔ لیکن اگر مومنین اللہ کے اوامر بجا لاتے ہیں، اعداد و قتال کا فریضہ نبھاتے ہیں، قربانیوں اور مصائب و آلام کے باوجود حق پر ثابت قدم رہتے ہیں تو پھر وہ رب ان کی ڈوریں کھینچ لیتا ہے۔ یہ جنگ و کشمکش اور مصائب و آلام مومن کو مزید اللہ کے قریب کرتے ہیں، وہ سمجھتا ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے، پس وہ اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی کی اطاعت و محبت میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ بھٹی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے، کبھی ایک صورت میں تو کبھی دوسری میں یہ گرم رہتی ہے۔ اہل ایمان اس سے گزر کر صدق و وفا کے پیکر بنتے ہیں، ان کی اس ذریعے تربیت ہوتی ہے، ان کا ایمان بڑھتا ہے اور بالآخر اسی ہی سے گزر کر وہ اپنے رب کی دائمی جنتیں پاتے ہیں۔ گویا یہ آزمائش ہی ہے جو مومن کو نکھارتی، قوی کرتی اور رب کی قربت اور محبت عطا کرتی ہے۔ جبکہ جہاں تک اس ذلیل دنیا کے اُن اسیروں کا تعلق ہے کہ جن کی نظریں دنیا سے باہر نہیں دیکھتیں، اُن کا اخلاص آزمائش کی کسوٹی کے ساتھ لگتے ہی کھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔ شہید سید قطب رحمہ اللہ اہل ایمان کے لیے آزمائش کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

[1] الفوائد

"انسان کو آزمائش و ابتلاء کی بھٹی سے گزارنا انتہائی ضروری ہے۔ حق کا معرکہ لڑنے والوں کو اللہ خوف و خطر میں مبتلا کر کے، مصائب اور بھوک سے گزار کر اور جان و مال کا نقصان دے کر ان کے عزمِ صمیم کا امتحان لیتا ہے۔ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ۝﴾ ابتلاء ضروری ہے تاکہ اہل ایمان اپنے عقیدے کی قدر و قیمت پہچانیں، کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ جو اپنے عقیدے کی وجہ سے جتنی زیادہ تکالیف سے گزرتا ہے اُس کو اپنا عقیدہ اُتنا ہی زیادہ عزیز ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ عقیدہ تو بہت ہی سستا ثابت ہوتا ہے جس کی خاطر تکلیف نہ اٹھائی گئی ہو۔ ایسا فرد مصیبت کے آغاز ہی میں اپنا عقیدہ دور پھینک دیتا ہے۔ پس ابتلاء عقیدے کی وہ بنیادی قیمت ہوتی ہے جو دوسروں سے پہلے خود صاحبِ ایمان کے دل میں عقیدہ کی قدر پیدا کرتی ہے۔ دوسرے لوگ عقیدے کی قدر و قیمت صرف اُس وقت ہی سمجھ سکتے ہیں جب وہ دیکھ لیں کہ اس نظریے و عقیدہ کا دعویٰ کرنے والے اس کی خاطر مصائب و آلام کی دہکتی بھٹی میں ڈالے گئے مگر وہ پھر بھی ثابت قدم رہے۔ پھر ابتلاء خود اصحابِ عقیدہ کو بھی مضبوط کرتی ہے اور ان کے اندر کی اُن خفیہ قوتوں کو جگا دیتی ہے جن کا آزمائش سے پہلے کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا ہے، اس طرح ان کے دلوں کے اندر (خیر اور معرفت الٰہی کے) وہ نئے چشمے صرف اُس وقت ہی پھوٹتے ہیں جب راہ حق میں ان کے دلوں پر بھاری ہتھوڑوں سے ضربیں لگیں۔ اس طرح ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ ایک مومن کے دل میں اسلامی اقدار، اس کے مبادی اور بنیادی تصورات اُس وقت تک صحیح نہیں بیٹھ سکتے ہیں جب تک کہ وہ آزمائش و مصائب کا سامنا نہ کرے۔ یہ ابتلاء ہی ہے جو اس کی آنکھوں کا میل ہٹاتی اور دلوں سے زنگ اتارتی ہے۔ پھر ان سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ آزمائش کے وقت دیگر سارے سہارے غائب ہو جاتے ہیں اور صرف اللہ کا سہارا رہ جاتا ہے، سارے الٹے سیدھے اوہام اور (غیر اللہ سے بندھی ہوئی) امیدیں دم توڑ جاتی ہیں اور دل صرف ایک اللہ کی طرف اس حال میں متوجہ ہو جاتا ہے کہ جہاں اللہ کے سایۂ رحمت کے سوا پھر کوئی سایہ نہیں ہوتا۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب تمام پردے جل کر ہٹ جاتے ہیں، بصیرت صحیح طرح فعال ہو جاتی ہے تو آفاق سے بھی پار دور تک کام کرتی ہے اور یوں اللہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا، اللہ کی طاقت کے سوا کوئی طاقت پھر نظروں میں نہیں جچتی، اللہ کے سوا کسی کا کوئی اختیار پھر دکھائی نہیں دیتا، پناہ ہوتی ہے تو صرف اللہ کی اور اس کے سوا کسی کی پناہ نہیں...... اللہ نے ابتلاء کو لازم ہی اس لیے کیا ہے کہ مجاہدین دوسروں سے چھانٹ لیے جائیں، ان کا حال کھل کر واضح ہو جائے، اہل ایمان اور اہل نفاق کی صفیں خلط ملط نہ رہیں، نہ منافقین اپنے آپ کو خفیہ رکھ پائیں اور نہ ہی وہ کمزور ایمان والے اوجھل رہیں جو ایمان کے راستے میں تکلیف آتے ہی چیخ و پکار شروع کر دیتے ہیں۔"

افضلیت کا پیمانہ اور مطلوب طرزِ عمل

حدیث کے مطابق راہب نے نوجوان کو اپنے سے افضل جانا، کہا: أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي" میرے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو"۔ نوجوان عمر میں بھی راہب سے کم تھے اور ایمان میں بھی ابھی نئے تھے، پھر وہ افضل کیسے ہوئے؟ شیخ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ کی ولایت اس کی اتباع، اطاعت، عبادت اور مجاہدے سے ہی ملتی ہے مگر اس میں اللہ کی طرف سے چناؤ (اصطفیٰ واجتبیٰ) کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اللہ کے ہاں یہ چناؤ بغیر کسی سبب کے نہیں ہوتا، بلکہ اس کی ضرور کوئی وجہ ہوتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ یہ دلوں کا معاملہ ہے اور اللہ دلوں کو دیکھ کر اپنے اولیاء چنتے ہیں۔ یعنی دل اگر زیادہ پاک ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت اس میں بھری ہو، اہل ایمان کے لیے اس میں محبت جبکہ کفار کے لیے نفرت ہو، حق کی نصرت و مدد کے لیے اس میں جرأت و ارادہ ہو اور اللہ کی رضا میں قربان ہونے کی شدید تڑپ ہو تو یہ وہ صفات ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں اور ان کے سبب اللہ کے ہاں فضیلت ملا کرتی ہے۔ راہب نے جب نوجوان کو اپنے سے افضل کہا تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ نوجوان تو انتہائی جرأت و بے خوفی سے نصرت دین کے لیے میدان میں اترے تھے جبکہ راہب نے خود اپنے لیے گوشہ نشینی میں عبادت کا رستہ چنا تھا۔ پھر راہب اس خفیہ رہنے اور خطرات کا سامنا نہ کرنے کو اپنی دانشمندی نہیں کہتے تھے، ان کے دین کا یہ صحیح فہم ہی تھا کہ وہ دعوتِ دین دینا، باطل کے سامنے ڈٹنا اور اس راستے میں مصائب جھیلنا اعظم اور افضل سمجھتے تھے، مگر اپنی بشری کمزوری کے سبب باطل کے خلاف کھل کر کھڑے نہیں ہوئے تھے۔ اس طرح یہ بھی قابل توجہ بات ہے کہ راہب کو نظر آیا کہ نوجوان پر آزمائش آئے گی، وہ جانتے تھے کہ حق کی نصرت کے ساتھ آزمائش کا آنا یقینی ہے، مگر اس کے باوجود اُنہوں نے نوجوان کو دعوتِ دین سے منع نہیں کیا، اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ تمہاری وجہ سے چونکہ مجھ پر بھی آفت آسکتی ہے، اس لیے تم بھی یہ کام چھوڑ دو۔ نہیں! جو خدمت دین اور نصرتِ دین وہ خود نہیں کر سکتے تھے اس سے انہوں نے نوجوان کو بھی نہیں روکا، نوجوان کی حوصلہ شکنی نہیں کی۔ زیادہ سے زیادہ جو راہب نے مطالبہ کیا وہ یہ تھا کہ آزمائش کے وقت میرا نام نہیں لینا۔ پھر اہم نکتہ یہ ہے کہ راہب اگرچہ آزمائش سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر ان کی کوشش و خواہش کے برعکس انہیں بھی بالآخر آزمائش دیکھنی پڑی اور نوجوان کی گرفتاری کے بعد جب تشدد کے تحت نوجوان نے ان کا نام لے لیا تو انہیں بھی عقوبت خانے کے اندر جانا پڑا۔ تب پھر آپ نے نوجوان کو برا بھلا نہیں کہا، اسے الزام نہیں دیا کہ تمہاری وجہ سے مجھ پر بھی سخت دن آیا۔ نہیں! ان کے سامنے ایمان کا یہ سبق تھا کہ آزمائش سے فرار کے باوجود بھی آزمائش راہ حق میں آ ہی جاتی ہے اور ایسے میں پھر صبر ہی سے اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ ملتا ہے۔ بندے کا چناؤ عافیت کا ہوتا ہے اور اپنی بشری کمزوری کے سبب ممکن حد تک بچنے کی

بھی کوشش کرتا ہے لیکن اگر اللہ آزمائش لے آئے تو پھر اللہ کے چناؤ پر ہی راضی ہونے میں عافیت ہوتی ہے[1]۔ راہب نے بھی یہی کیا، وہ سمجھ گئے کہ اُس کے حق میں اس کی تدبیر کی جگہ اللہ کی تدبیر زیادہ خیر والی ہے یوں وہ جب اللہ کی تقدیر پر راضی ہوئے تو اللہ نے شہادت کے مرتبہ سے انہیں سرفراز فرمایا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: خیالات کا ماہنامچہ

میں غلام ابن غلام ہوں

سعودی عرب نے ۲۹ اپریل کو ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ ایران کے ساتھ امن کا خواہاں ہے۔ غلاموں کا نہ اپنا کوئی مسلک ہوتا ہے نہ طریق، نہ ہی ان کی کوئی رائے ہوتی ہے اور نہ ہی موقف۔ غلام کا کام تو بس آقا کی اقتدا میں ہر وہ فعل کرنا اور طوطے کی طرح ہر وہ قول دہرانا ہوتا ہے جس کا ظہور آقا سے ہو۔

سعودی عرب نے چھ سات سال لمبی جنگ ایران اور اس کے اتحادیوں کے خلاف لڑی اور کروڑوں ڈالر کا اتحاد تشکیل دیا۔ یمن میں حوثیوں کی پشت پناہی جہاں ایران نے کی تو قاسم سلیمانی دوسری سائیڈ نے مار دیا (دراصل امریکی مفاد ہی سعودی مفاد تھا اور ہے)۔ حوثیوں نے میزائلوں اور بارود سے لیس ڈرون طیارے جہاں سعودی تیل کی ریفائنریوں پر گرا کر سعودی عرب کا نصف تیل کچھ دن کے لیے بند کر دیا جس سے تیل کی عالمی منڈی میں طوفان آ گیا تو اس سے قبل سعودی عرب نے تمام ایرانی اتحادیوں کا ناطقہ بند کرنے کی کوشش کی۔

سعودی عرب کا اصل آقا تھا اور ہے 'امریکہ بہادر' اور امریکہ میں 'متشدد ایران مخالف' ٹرمپ رخصت ہوا اور 'منافق' جو بائیڈن متمکن۔ اوبامہ دور کے معاہدوں کو پھر سے جاری کرنے کی بات ہوئی اور مصالحت نما شروع ہوئی۔ ایسے میں غلام ابن غلام ابن غلام یعنی محمد بن سلمان بن عبد العزیز کی حکومت نے بیان دیا کہ ایران کے ساتھ امن کے خواہاں ہیں۔

بوجھیے یہ کس کا بیان ہے

'اقتدار میں آیا تو بدترین معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ بدترین سیاسی بحران الگ تھا۔ صدی کی بدترین وبا کا مقابلہ کرنا پڑا۔ دوسری طرف اتنی کم مدت میں جس طرح معیشت نے میرے دور میں ترقی کی ہے ماضی میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔'

بوجھو تو جانیں، ہم تم کو مانیں؛ یہ کس کا بیان ہے؟ یہ بیان ہے امریکی صدر جو بائیڈن کا۔ آپ کیا سمجھے عمران خان کا ہے؟

★★★★★

بقیہ: ہم اسلامی نظام 'اسلامی طریقے' سے چاہتے ہیں!

امریکہ کے ساتھ معاہدہ میں یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ ہم فلاں سے تعلق رکھیں گے اور فلاں سے نہیں۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ ہم کسی کو اجازت نہیں دیں گے کہ وہ افغان سرزمین کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال کرے۔ بیس سال پہلے بھی امریکہ کو اس وقت مذاکرات کی دعوت دی تھی کہ اگر کوئی شبہ ہے تو ثبوت لائیے اور پیش کیجیے! لیکن امریکہ طاقت کے نشے میں چور ہو کر اسامہ کو بندھے ہاتھ حوالہ کرنے پر بضد تھا جو ہم نے ٹھکرا دیا اور آج بھی اس طرح طاقت کے زور کو مسترد کرتے ہیں۔ آئندہ بھی مسترد کرتے رہیں گے۔

('ترجمان کی گفتگو' جمع و ترتیب: سید عبد الرزاق | مصدر: www.alemarhurdu.org)

بقیہ: نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ بدبخت ٹولہ ہندوستان کو بھی یقین دہانی کرا چکا ہے کہ یہ بم اور میزائل ہی غزوۂ ہند کا دروازہ بند کیے ہوئے ہیں اور مجاہدین کو روک رکھا ہے ورنہ تو وہ کب کے دہلی کے لال قلعے پر قابض ہو چکے ہوتے۔ بیس سال تک صلیبیوں کی ہمکار و ہم رکاب رہنے والا یہ بدبخت لشکر قرآن پاک کی اس آیت وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ، کا صحیح مصداق ٹھہرا ہے؛ یعنی تم مسلمانوں میں سے جو بھی ملت کفر کا ہم کار بن گیا وہ بھی ملت کفر میں شامل ہو گیا۔ جہاد اور شریعت مقدسہ میں ان کو ویسے بھی اپنی موت نظر آتی ہے کہ ان کے عشرت کدے اور شراب و کباب سے بھرپور آفیسر میس، کنٹونمنٹ کی راجدھانیاں، گالف کے میدان، رقص و سرود کی محفلیں اسی وطنی بت کے پاؤں تلے محفوظ ہیں۔ اور یہ سات لاکھ کا لشکر لا الہ الا اللہ کے نام پر حاصل ہونے والی کسی پاک سرزمین یا کسی اسلام کے قلعے کی رکھوالی پر نہیں بلکہ صرف اور صرف ان عشرت کدوں کی حفاظت پر مامور ہیں۔

بقول استاد احمد فاروقؒ: ''برصغیر کے بے چارے عوام تو انگریز کی غلامی سے نکل کر انگریز کے غلاموں کے غلام بن گئے۔ آزاد تو بس انگریز کا آلۂ کار حکمران طبقہ ہوا۔ کیونکہ انہیں ۱۹۴۷ء کے بعد ہمارے وسائل لوٹنے اور زمین میں فساد مچانے کی مکمل آزادی مل گئی۔ ہر سال منایا جانے والا جشن آزادی، ہماری نہیں، ان کی آزادی کا جشن ہوتا ہے۔ ہمیں تو ایک اور تحریک آزادی سے گزرنا ہو گا، خون کا ایک اور دریا پار کرنا ہو گا''۔

☆☆☆☆☆

[1] یہاں کلمۂ کفر بوجہ اکراہ کی گنجائش کا بھی کہا جا سکتا ہے مگر اکراہ کے اندر کلمۂ کفر کہنا ایک بات ہے اور باطل کے خوف سے اپنا دین چھوڑ دینا، حق کے خلاف صف آراء ہونا اور اہل باطل کو راضی کرنے کی کوشش کرنا بالکل دوسری بات ہے جس کو کسی بھی صاحب علم نے صحیح نہیں کہا ہے۔

مکاتب و مدارس کی تاریخ

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمٰن المرابط حفظہ اللہ

زیرِ نظر مضمون سابقاً شائع ہونے والے 'تعلیم' سے متعلق مقالے سے مربوط ہے

مقدمہ

گزشتہ دو تین صدیوں سے امتِ مسلمہ مسلسل تنزلی کا شکار ہے۔ اغیار کی عیاری اور اپنوں کی غفلت نے صرف مادی اعتبار سے نہیں بلکہ فکری اعتبار سے بھی امت کی منفرد ساخت کو تبدیل کرنے کی انتھک کوشش کی ہے۔ خالص اسلامی معاشرے پر اتنی گرد چڑھ چکی ہے اور یہ اجنبی افکار سے اتنا آلودہ ہو چکا ہے کہ اسلام کا روشن چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا ہے۔ مغربی کفری نظام کو ڈھانے اور اس کی جگہ خالص بنیادوں پر اسلامی معاشرے کی تشکیل کی راہ میں کئی رکاوٹیں اسی تشویش اور خلط ملط کا نتیجہ ہیں۔ حالانکہ علمائے کرام، داعیانِ حق اور مجاہدین کی کاوشوں نے آج تک حقیقی اسلامی تشخص برقرار رکھا ہے۔ یہ اصل تشخص ہمارے بہت قریب ہے، ہماری جھولی میں ہے، لیکن ہم اس سے غافل ہیں۔

اس مقالے میں مسلمانوں کے یہاں تعلیم و تربیت کے طریقے پر بحث کی گئی ہے۔ تعلیم و تربیت ایک وسیع مضمون ہے جس کے متعدد جوانب ہیں۔ لیکن ہم نے اپنے پیشِ نظر مقصد کے تناظر میں خاص "تاریخِ تعلیم" سے بحث کی ہے۔ اور اس میں بھی عمومی تعلیم کی نہیں، بلکہ معاشرے کے خاص تعلیمی اداروں کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے صحابہؓ نے تعلیم و تربیت کے لیے مختلف طریقے اور وسائل اپنائے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادیت تو یہ ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی بھی تمام مسلمانوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ایک طریقہ ٹھہری۔ چونکہ انسان کے کردار کے ہر پہلو سے دوسرا انسان سیکھتا ہے۔ اور ہر اچھے انسان کا سلوک دوسروں کے لیے قابلِ تقلید نمونہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا سب سے بہترین انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی بات کی جائے تو کیا کہنے! نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا؛ غرض ہر ایک پہلو میں تعلیم و تربیت کا عنصر پنہاں تھا۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ اور فرمایا إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔ پھر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف عملی سلوک سے ہی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام نہیں دیا، بلکہ اپنے اصحاب سے دوستانہ گفتگو، مجالس میں مختلف موضوعات پر کلام، جمعہ کے خطبے، وفود کو دعوت اور بعض دفعہ مناظرے؛ ان تمام حالات میں بھی تعلیم و تربیت کے قیمتی جواہرات پائے جاتے ہیں۔ گویا ہمہ جہت تعلیم و تربیت کے چشمے جاری تھے۔ لیکن ہم اپنی گفتگو میں ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی یہ سب طریقے فی الحال ہمیں مقصود ہیں۔ ہمیں مقصود وہ طریقے ہیں جنہیں روایتی کہا جاتا ہے۔ اور ان میں بھی جنہیں ہم تعلیمی ادارے کہہ سکتے ہیں۔ اس انتخاب کی وجہ گفتگو کے آخر میں نتائج کی صورت میں قاری کے سامنے خود ظاہر ہو گی۔ اس لیے اب اصل بات کا آغاز کرتے ہیں۔

باب [۱]: قرآن کریم میں تعلیم کا تذکرہ

قبل اس کے کہ ہم عہدِ رسالت اور آغازِ اسلام میں تعلیم کے روایتی طریقوں کا تذکرہ کریں، کچھ قرآنی آیات پر نظر دوڑاتے ہیں، جن میں تعلیم و تعلم کے وسائل و ذرائع کا تذکرہ کیا گیا ہے، تاکہ قاری کو معلوم ہو کہ سرچشمۂ ہدایت، کلام الٰہی اس موضوع کو کس طرح بیان کرتا ہے۔

"علومِ وحی" کا لکھنا، پڑھنا اور بیان و تشریح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

> اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ○ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ○ (سورۃ العلق: ۱-۵)
>
> "(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالَم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔"

قرآن کریم کی ان اولین آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا تعلیم سے گہرا تعلق ہے۔ غور کریں تو ان آیات سے ہمیں کئی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

اولاً: مسلمانوں میں تعلیم کی بنیاد ہی وحی یعنی دین ہے اور اس کا مقصد مخلوق کو اپنے خالق سے متعارف کروانا ہے۔ اسی لیے اسلام میں لفظِ تعلیم، علومِ شرعیہ کے لیے ہی استعمال کیا گیا ہے۔ اور علومِ شرعیہ کی تعریف میں علمائے کرام لکھتے ہیں کہ: یہ وہ علوم ہیں جن سے رب کی معرفت حاصل ہو۔

ثانیاً: مسلمانوں کے تعلیمی نصاب میں قرآن کریم پڑھا اور لکھا جانے والا اولین اور اہم ترین مضمون تھا جس کے گرد باقی علوم گھومتے رہے۔ ثالثاً: وسائل تعلیم کے اعتبار سے پڑھنے اور لکھنے کا اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔ اور انہی بنیادی تعلیمات کے سبب اسلامی معاشرے میں قرآن کی تلاوت اور اس کی کتابت کے سلسلے کا آغاز ہوتا ہے۔

پھر اس وحی کی محض تلاوت ہی نہیں بلکہ بیان و تشریح و توضیح کا بندوبست بھی اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروایا۔ پس فرمایا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (سورۃ القیامہ: ۱۶-۱۹)

”(اے پیغمبر) تم اس قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو ہلایا نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اس کو یاد کرانا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب ہم اسے (جبرائیل کے واسطے سے) پڑھ رہے ہوں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔ پھر اس کی وضاحت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔“

یاد دہانی، تلاوت اور شرح و بیان کے علاوہ کتابت کا پہلو کچھ کم اہم نہ تھا۔ کتابت کے مقام اور مرتبہ کی بنا پر قرآن کریم میں اس کی قسم کھائی گئی ہے۔ پس فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ (سورۃ القلم: ۲)

”نون، قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں اس کی قسم۔“

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر محض کتاب نازل ہی نہیں ہوئی، اور اس کتاب کی حفاظت کی خاطر حفظ، شرح و بیان اور کتابت پر ہی صرف توجہ نہیں دی گئی، بلکہ منصب رسالت و ہدایت کی بنا پر اس کتاب کی تعلیم کی ذمہ داری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کی گئی۔ اس مضمون پر کئی آیات دلالت کرتی ہیں جن میں سے ایک مندرجہ ذیل ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

”خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔“

اہل کتاب کے ہاں علومِ وحی

قرآن کریم سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کلامِ الٰہی کی حفاظت اور اس کی تعلیم کا سلسلہ محض مسلمانوں کے لیے مخصوص نہ تھا، بلکہ سابقہ اقوام پر بھی کلامِ الٰہی کی تلاوت، کتابت، تعلیم اور بیان کی ذمہ داریاں عائد کی گئی تھیں جس سے وہ رو گردان ہوئے۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کریں:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران: ۷۹)

”کسی آدمی کا شایان نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب) تم (علمائے کرام) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتابِ (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔“

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورۃ الاعراف: ۱۶۹)

”پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے جانشین آئے جو کتاب (یعنی تورات) کے وارث بنے، مگر ان کا حال یہ تھا کہ اس ذلیل دنیا کا سازوسامان (رشوت میں) لیتے، اور یہ کہتے کہ: ہماری بخشش ہو جائے گی۔ حالانکہ اگر اسی جیسا سازوسامان دوبارہ ان کے پاس آتا تو وہ اسے بھی (رشوت میں) لے لیتے۔ کیا ان سے کتاب میں مذکور یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کریں؟ اور اس (کتاب) میں جو کچھ لکھا تھا وہ انہوں نے باقاعدہ پڑھا بھی تھا۔ اور آخرت والا گھر ان لوگوں کے لیے کہیں بہتر ہے جو تقوی اختیار کرتے ہیں۔ (اے یہود) کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟“

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۷۹)

”لہٰذا تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی

آمدنی کمالیں۔ پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی، اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کی وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں۔"

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ○(سورۃ الانعام:۹۱)

"اور ان (کافر) لوگوں نے جب یہ کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں کیا تو انہوں نے اللہ کی صحیح قدر نہیں پہچانی۔ (ان سے) کہو کہ: وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے، جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، اور جس کو تم نے متفرق کاغذوں کی شکل میں رکھا ہوا ہے۔ جن (میں سے کچھ) کو تم ظاہر کرتے ہو، اور بہت سے حصے چھپا لیتے ہو، اور (جس کے ذریعے) تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی تھی جو نہ تم جانتے تھے، نہ تمہارے باپ دادا؟ (اے پیغمبر! تم خود ہی اس سوال کے جواب میں) اتنا کہہ دو کہ: وہ کتاب اللہ نے نازل کی تھی۔ پھر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ یہ اپنی بے ہودہ گفتگو میں مشغول رہ کر دل لگی کرتے رہیں۔"

ناخواندگی کا تذکرہ

قرآن کریم میں ناخواندگی (یعنی پڑھنا لکھنا نہ جاننے) کو بھی کتبِ سماویہ کے نہ پڑھنے سے جوڑا ہے، کیونکہ حقیقی علم تو انہی کتب میں تھا۔ پس فرمایا:

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○(سورۃ البقرہ:۷۸)

"اور ان (اہل کتاب) میں سے کچھ لوگ ان پڑھ ہیں جو کتاب (تورات) کا علم تو رکھتے نہیں، البتہ کچھ آرزوئیں پکائے بیٹھے ہیں، اور ان کا کام بس یہ ہے کہ وہم و گمان باندھتے رہتے ہیں۔"

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ○(سورۃ سبا:۴۴)

"حالانکہ ہم نے انہیں پہلے (مشرکین عرب کو) نہ ایسی کتابیں دی تھیں جو یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں اور نہ (اے پیغمبر) تم سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا (نبی) بھیجا تھا۔"

کتابت کے وسائل (تختی، کاغذ، قلم، اور دوات) کا تذکرہ

قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابت کے لیے تختیاں اور کاغذ کا استعمال ہوا کرتا تھا اور تعلیم کے یہ وسائل بشمول قلم اور دوات، قدیم زمانے سے معروف اور مشہور تھے۔ پس ارشادِ مبارک ہے:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ښ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ○(سورۃ الاعراف:۱۵۴)

"اور جب موسیٰ کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے تختیاں اٹھا لیں، اور ان میں جو باتیں لکھی تھیں، اس میں ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت کا سامان تھا جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔"

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ○(سورۃ الاعراف:۱۴۵)

"اور ہم نے ان کے لیے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، (اور یہ حکم دیا کہ) اب اس کو مضبوطی سے تھام لو، اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے بہترین احکام پر عمل کریں۔ میں عنقریب تم کو نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا۔"

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○(سورۃ الانعام:۷)

"اور (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) اگر ہم تم پر کوئی ایسی کتاب نازل کر دیتے جو کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی، پھر یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تو جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ پھر بھی یہی کہتے کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا کچھ نہیں۔"

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○(سورۃ لقمان:۲۷)

"اور زمین میں جتنے درخت ہیں، اگر وہ قلم بن جائیں، اور یہ جو سمندر ہے، اس کے علاوہ سات سمندر اس کے ساتھ اور مل جائیں (اور وہ روشنائی بن کر اللہ کی صفات لکھیں) تب بھی اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔"

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○(سورۃ الکہف:۱۰۹)

"(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ: اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر روشنائی بن جائے، تو میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی کہ اس سے پہلے سمندر خشک ہو چکا ہو گا، چاہے اس سمندر کی کمی پوری کرنے کے لیے ہم ویسا ہی ایک اور سمندر کیوں نہ لے آئیں۔"

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ○(سورۃ العنکبوت:۴۸)

"اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔"

وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ○فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ○(سورۃ الطور:۲-۳)

"اور کتاب کی قسم جو لکھی ہوئی ہے۔ کشادہ اوراق میں۔"

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ○(سورۃ المطففین:۹)

"ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔"

قرآن کریم میں خاص کلام الٰہی کے علاوہ کتابت کا حکم

اگرچہ قرآنِ کریم میں تعلیم سے متعلقہ الفاظ کا استعمال کلام الٰہی کے لیے ہی کیا گیا ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی کتابت کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان میں سے ایک مقام پر قرضے کی ادائیگی اور خرید و فروخت کے معاملات کے لیے اور دوسری جگہ پر خط و مراسلت کے لیے۔ مالی معاملات کی کتابت والی آیت سے تو کتابت کے بے شمار احکام نکلتے ہیں جن کا تذکرہ یہاں مقصود نہیں، لیکن اس سے کتابت اور فن کتابت کا شریعت سے گہرا تعلق واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ پس ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْــًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْــَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ○(سورۃ البقرۃ:۲۸۲)

"اے ایمان والو جب تم کسی معین میعاد کے لیے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور تم میں سے جو شخص لکھنا جانتا ہو انصاف کے ساتھ تحریر لکھے، اور جو شخص لکھنا جانتا ہو لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جب اللہ نے اسے یہ علم دیا ہے تو اسے لکھنا چاہیے۔ اور تحریر وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہو، اور اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور اس (حق) میں کوئی کمی نہ کرے۔ ہاں اگر وہ شخص جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہے ناسمجھ یا کمزور ہو یا (کسی اور وجہ سے) تحریر نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنا لو، ہاں اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے ہو جائیں جنہیں تم پسند کرتے ہو، تاکہ اگر ان دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ اور جب گواہوں کو (گواہی دینے کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، اور جو معاملہ اپنی میعاد سے وابستہ ہو، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسے لکھنے سے اکتاؤ نہیں۔ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف اور گواہی کو درست رکھنے کا بہتر ذریعہ ہے، اور اس بات کی قریبی ضمانت ہے کہ تم آئندہ شک میں نہیں پڑو گے۔ ہاں اگر تمہارے درمیان کوئی نقد لین دین کا سودا ہو تو اس کو نہ لکھنے میں تمہارے لیے کچھ حرج نہیں ہے۔ اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔ اور نہ لکھنے والے کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے، نہ گواہ کو۔ اور اگر ایسا کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے نافرمانی ہو گی، اور اللہ کا خوف دل میں رکھو، اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو جو خط بھیجا اس کے بارے میں قرآن کریم کے الفاظ ہیں:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ○ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۔ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ○ (سورۃ النمل: ۲۸-۳۱)

"میرا یہ خط لے کر جاؤ اور ان کے پاس ڈال دینا، پھر الگ ہٹ جانا، اور دیکھنا کہ وہ جواب میں کیا کرتے ہیں۔ (چنانچہ ہدہد نے ایسا ہی کیا اور) ملکہ نے (اپنے درباریوں سے) کہا: قوم کے سردارو! میرے سامنے ایک باوقار خط ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور وہ اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے جو

رحمن ورحیم ہے۔(اس میں لکھا ہے) کہ: میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو،
اور میرے پاس تابع دار بن کر چلے آؤ۔"

اور قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹنے کے لیے جو تشبیہ استعمال کی گئی ہے اس کا تعلق بھی خط و کتابت سے ہے۔ بلاغت کا قاعدہ ہے کہ (مشبہ بہ)، (مشبہ) سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ یعنی کہ جس چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے وہ مخاطبین کے ذہن میں اصل سے زیادہ واضح ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم کے اولین مخاطب کفار عرب تھے۔ ارشاد باری ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۝(سورۃ الانبیاء:۱۰۴)

"اس دن (کا دھیان رکھو) جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے کاغذوں کے طومار میں تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں۔ جس طرح ہم نے پہلے بار تخلیق کی ابتدا کی تھی، اسی طرح ہم اسے دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔ ہمیں یقیناً یہ کام کرنا ہے۔"

نتیجہ

غور کریں کہ مندرجہ بالا آیات میں کتنے الفاظ فنِ تعلیم کے حوالے سے آئے ہیں:

(درس) پڑھنا پڑھانا۔ (تعلیم) تعلیم۔ (قرأت) پڑھنا۔ (تلاوت) خوش الحانی سے پڑھنا۔ (حفظ) یاد کرنا۔ (کتابت) لکھنا۔ (خط) لکھائی یا خطاطی۔ (کاتب) لکھنے والا۔ (املا) لکھوانا۔ (لوح) تختی۔ (قرطاس) کھلا کاغذ۔ (رق) نرم کاغذ۔ (کتاب) دفتر یعنی بندھے ہوئے کاغذوں کے معنی میں۔ (سجل) طومار۔ (سطر) لکھی گئی لکیر۔ (مرقوم) رقم شدہ یعنی نمبر وار یا ترتیب وار لکھائی۔ (نسخہ) نقل شدہ لکھائی۔ (قلم) قلم۔ (مداد) سیاہی یا روشنائی۔

کثیر تعداد میں ایسے الفاظ کا قرآن کریم میں نہ صرف ذکر ہونا بلکہ تعظیم کے ساتھ ذکر ہونے سے ہمیں اسلام میں علم اور تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ اور ان کا سیاق و سباق کلام الٰہی یعنی وحی اور علومِ دین سے متعلق ہے۔ جس سے دوسرا نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام میں علم سے مراد بنیادی طور پر علمِ شرعی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ نزولِ قرآن تک فنِ تعلیم اور وسائلِ تعلیم کافی حد تک معروف و مشہور تھے اور پڑھنا لکھنا خصوصاً جس کا تعلق علومِ الٰہیہ سے ہے کوئی اجنبی عمل نہ تھا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: اک نظر ادھر بھی

اس سارے شیطانی عمل کے پیچھے پاکستان کے بے حمیت اور دین فروش حکمرانوں اور کفر کی غلام فوج کا ہاتھ ہے۔ پاکستان بھر کی جامعات اور جدید تعلیمی اداروں میں چینی زبان کی کلاسز ہو رہی ہیں اور ان کورسز کی تعلیم دینے والی زیادہ تر نوجوان چینی خواتین ہیں اور وہ ایسے لباس پہن کر آتی ہیں جو چین کی ننگی تہذیب کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر چین کو پاکستان میں اسی طرح آزادانہ سرگرمیوں کی اجازت ملی رہی تو وہ وقت دور نہیں جب پاکستان کے گلی کوچوں میں شراب اور زنا عام ہو تا جائے گا اور آنے والی نسلیں اخلاقی پستی کا مزید شکار ہو جائیں گی۔ معیشت کی زمامِ کار چین کے ہاتھ میں چلی گئی تو پھر وہی اس خطے کا پالیسی ساز بن جائے گا اور پھر یہاں وہ اپنی مادر پدر آزاد ثقافت کو رائج کرے گا۔

پاکستان میں بسنے والے مسلمان اگر اپنی آنے والی نسلوں کی دنیا و آخرت کے لیے فکر مند ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی اولادیں ایک پاکیزہ اور خرافات و لغویات سے پاک معاشرہ میں زندگی گزاریں تو انہیں چاہیے کہ اسلامی تہذیب اور ثقافت کے احیا اور اسلامی خلافت کے قیام کے لیے ان مجاہدین کا دست و بازو بنیں جو آپ ہی کے کل کی خاطر اپنا آج قربان کرنے نکلے ہیں اور امت کی سربلندی کے لیے میدانِ عمل میں اپنا سب کچھ لٹا رہے ہیں۔

شریک بن عبداللہؒ، خلیفہ مہدی کے زمانے میں قاضی تھے۔ ایک مرتبہ وہ مہدی کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں قتل کروانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا:

"امیر المومنین! کیوں؟"

مہدی نے کہا:

"میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم میرا بستر روند رہے ہو اور مجھ سے منہ موڑے ہوئے ہو۔ میں نے یہ خواب ایک معبر کے سامنے پیش کیا تو اس نے یہ تعبیر دی کہ قاضی شریک ظاہر میں تو آپ کی اطاعت کرتے ہیں لیکن اندر اندر آپ کے نافرمان ہیں۔"

قاضی شریک نے جواب دیا:

"خدا کی قسم، امیر المومنین! نہ آپ کا خواب ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہے اور نہ آپ کا تعبیر دینے والا یوسف علیہ السلام ہے۔ تو کیا آپ جھوٹے خوابوں کے بل پر مسلمانوں کی گردنیں اتارنا چاہتے ہیں؟"

مہدی یہ سن کر جھینپ گیا، اور قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

(الاعتصام، ص۳۵۳، ج۱)

اپنی مسلمان بہن کی خدمت میں چند محبت بھری باتیں

پشتو تحریر: احمد اللہ وثیق[1]— اردو استفادہ: جلال الدین حسن یوسف زئی

آج کے اس پُر فتن دور میں ملحدین و سیکولر دشمنانِ دین مختلف حربے آزما کر مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹا کر گمراہیوں کی طرف لے جانے کے لیے کوشاں ہیں۔ خصوصاً مسلمان خاتون کو دین سے گمراہی اور انحراف کی طرف دھکیلنے کے لیے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے جا رہے ہیں اور بے شمار خوبصورت عنوانات کا لبادہ اوڑھے طرح طرح کے منصوبوں کو بروئے کار لایا جا رہا ہے تاکہ ہماری مسلمان ماؤں اور بہنوں کو فحاشی اور بے پردگی کی طرف مائل کیا جا سکے۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم اپنی مسلمان بہن کی توجہ ان چند منکرات اور خرابیوں کی جانب مبذول کروانا چاہتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہو سکتی ہیں۔ ہر مسلمان بہن کو چاہیے کہ دشمنانِ دین کی ان چالوں اور منصوبوں کو سمجھ کر ان سے اپنے آپ کو بچائے اور اپنے مورچے میں تندہی اور ہوشیاری سے پہرا دے!

اے میری مسلمان بہن! اسلام تم سے مخاطب ہے، ذرا سننا اسلام تم سے کیا کہہ رہا ہے؟!

اے میری مسلمان بہن! ہماری امیدیں تم سے جڑی ہیں کہ تم ہماری نسل کی تربیت اور پرورش دینِ اسلام کے سائے میں کرو گی، لیکن دن بدن بدلتے حالات، مغربی تہذیب کی وحشی موجیں کئی بہنوں کے آنچل بہا کر لے گئی ہیں اور اسلامی تمدن کے بلند میناروں کو مسمار کر کے اسلامی حجاب کی ناموس کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔

اے میری مسلمان بہن! کیا تمہیں معلوم ہے کہ مغرب تمہاری بدنامی، تمہیں بازار میں لانے کی خاطر، تمہارے سر سے مبارک حجاب ہٹانے اور تمہیں گمراہی کے گڑھے میں پھینکنے کے لیے ہر سال کتنے حیلے، منصوبے اور پروگرام ترتیب دیتا ہے؟ حقوق نسواں اور ان جیسے کئی دیگر حقوق کے ڈھول پیٹنے کا مقصد تم سے وہ مقام و منزلت چھیننا ہے جو اسلام نے تمہیں عطا کی ہے۔ یہ کفار چاہتے ہیں کہ تم سے تمہاری آبرو اور عزت چھین لیں، وہ چاہتے ہیں کہ تم سے تمہارے وہ حقوق اور واجبات چھین لیں جن کی وجہ سے اسلام نے تمہیں عظیم مقام عطا کیا ہے۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ اسلام نے تمہیں کتنا عظیم مقام و اعزاز عطا کیا ہے؟

اسلام نے تم کو بہن بنایا، وہ بہن جس کی آبرو کی حفاظت کی خاطر مسلمانوں نے ہر دور میں اپنی جانیں قربان کیں اور اپنے خون سے تمہاری آبرو کی حفاظت کی۔

ہاں! اسلام نے تمہیں بیوی بنایا اور گھر کی ذمہ داری کے لیے تمہارا انتخاب کر کے بے شمار حقوق عطا کیے اور ان سب حقوق کے ساتھ ساتھ اسلام نے تمہیں ایک عظیم اعزاز اور عزت دی جو کسی اور کو نہ ملی، اور وہ یہ کہ تمہیں ماں بنا کر جنت کو تمہارے قدموں کے نیچے کر دیا۔

لہٰذا اے میری بہن! جو مقام و مرتبہ اسلام نے تمہیں عطا کیا ہے اس کی حفاظت کرو، مغرب چاہتا ہے کہ مساوات کے نام پر تمہارے حقوق تم سے چھین کر تمہیں پیسے کمانے کا ایک وسیلہ بنائے۔ تم نے ٹیلی ویژن، اخبارات، اشتہارات کے بورڈ اور کئی دیگر خرید و فروخت کی اشیا پر حیا باختہ عورتوں کی برہنہ تصاویر دیکھی ہوں گی، کیا یہ عورتوں کے حقوق ہیں؟ کیا عورت اتنی سستی اور بے حیثیت ہے کہ اسے لوگ بازاری چیزوں کی مانند استعمال کریں؟ تو اے میری بہن! مغرب تمہیں اسی تمدن کی طرف بلاتا ہے، مغرب تمہیں یہی نام نہاد حقوق دینا چاہتا ہے جس میں دنیا و آخرت کی ذلت ہے۔ جس گھر میں تم ملکہ ہو، جہاں تمہارا شوہر تمہیں عزت و اکرام ایسے دیتا ہے کہ جیسے ایک حدیث میں آیا کہ 'شریف مرد عورتوں کی بات مان لیتے ہیں اور عورتیں ان پر غالب آجاتی ہیں (شریعت سے غیر متصادم امور میں) اور کمینے مرد عورتوں پر غالب آجاتے ہیں'۔ مغرب تمہیں اس گھر سے نکال کر جس میں تم ملکہ ہو پورے معاشرے کی باندی بنا دینا چاہتا ہے۔ وہ تمہیں جنسِ بازار بنا کر تمہارے سر سے لے کر پاؤں تک ہر عضو کی قیمت ایسے لگانا چاہتا ہے جیسے قصاب کی دکان پر گوشت کے الگ الگ ٹکڑوں کی قیمت ہوتی ہے۔

اسلام تمہیں سکھاتا ہے کہ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو اور جب باہر نکلو تو نکلتے وقت نظریں ہمیشہ نیچی رکھا کرو، اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کیا کرو۔

> وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (سورۃ الاحزاب: ۳۳)
>
> ”اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلے جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا۔“

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○
>
> **(سورۃ الاحزاب: ۵۹)**
>
> ”اے نبی! تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو ان کو ستایا نہیں جائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔“

(باقی صفحہ نمبر 28 پر)

[1] نائب مسئول وزارتِ اعلام (میڈیا کمیشن) امارتِ اسلامیہ افغانستان

ذوقِ تن آسانی

خولہ بنتِ عمران

امن، سکھ، چین، سکون، آرام..... یہ کتنے خوش کن الفاظ ہیں! ہم میں سے ہر کوئی ان الفاظ کو بولنا چاہتا ہے، لکھنا چاہتا ہے، سننا چاہتا ہے اور ان کے معنی کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہے، لیکن ان کے متضاد..... بے امنی، دکھ، بے چینی، بے سکونی اور بے آرامی جیسے الفاظ اتنے ہی اداس کر دینے والے ہیں۔ حقیقتاً ہم میں سے کوئی بھی شخص یہ الفاظ (کم از کم اپنے لیے) بالکل بھی استعمال نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی ان کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا خواہاں ہوتا ہے۔

دراصل انسان کی فطرت میں ہی آرام طلبی ہے۔ ہر کسی کا گول، ٹارگٹ اور کامیاب نتیجہ حاصل کرنا آرام و سکون ہی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک طالب علم محنت کرتا ہے تاکہ وہ بہترین کارکردگی دکھا سکے، معاشرے میں ڈاکٹر، انجنیئر یا کسی بھی اچھے شعبے سے وابستہ ہو کر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ سکے۔ ایک مزدور کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بہت کام کر کے اپنی دہاڑی لے اور رات کا کھانا کھا سکے، بیوی بچوں کو خوش دیکھ سکے جس سے اس کی طبیعت کو سکون مل سکے۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ ایک مسلمان بھی تقویٰ و پرہیز گاری کا اہتمام جنت کے ابدی آرام و سکون کی خاطر کرتا ہے تو شاید یہ غلط نہ ہو گا۔

دنیا میں ہر انسان آرام و سکون حاصل کرنے کی تگ و دو میں ہوتا ہے لیکن اس کو حاصل کرنے کے لیے راستے میں جو تنگی یا تکلیف ہوتی ہے اس کو دیکھنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ البتہ، نظامِ قدرت یہی ہے کہ ہر چیز کو اپنی ضد یا متضاد کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ دکھ اور تکلیف دنیا کے پہلے انسان آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے ہر انسان کی زندگی میں موجود رہے ہیں۔ اللہ کی محبوب ترین ہستی جناب رسالت مآب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی دکھ اور تکلیف شامل رہے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی ایسا غم نہیں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا...... پھر آپ کے ساتھیوں کا بھی یہی حال تھا، ہر چیز میں بہترین ہونے کے باوجود بھی ان لوگوں کو تنگی اور سختیوں کا سامنا رہا۔ اگر ہم اپنے دکھ درد کا موازنہ ان کی تکالیف سے کریں تو ہمارا درد ایک ذرّے کے برابر بھی نہ لگے گا۔

آج ہم جب اس پر فتن دور میں آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو یہاں بھی اہل حق کو دکھوں اور تکلیفوں کا سامنا کرتے دیکھتے ہیں۔ اور اگر ہم خود اس راستے کی طرف چلنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہر قدم پر صعوبتوں کے منوں ٹنوں بھاری پتھر ان پر گرتے دکھائی دیتے ہیں، ان پتھروں میں کہیں شیطانی فتنے ہیں، کہیں خوف ہے اور کہیں خواہشات ہیں۔

اب ان پتھروں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے؟ یہ ہماری اپنی قوت ارادی، یقین محکم اور اللہ رب العزت سے محبت پر منحصر ہے۔ اگر تو ہم ان ساری چیزوں میں صاحبِ استقامت ہیں تو یہ بھاری پتھر ہم سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے اور ہمارے راستے سے ہٹتے چلے جائیں گے، عین ممکن ہے کہ ان پتھروں میں پوشیدہ کچھ قیمتی سنگ ریزے بھی ہمارے ہاتھ لگ جائیں۔ لیکن اگر ہماری قوت ارادی بہت نچلے درجے پر ہے، ہمارے یقین کا پارہ حالات کی سختی اور نرمی کے مطابق کم یا زیادہ ہو جاتا ہے اور ہماری اللہ سے محبت کچے اور کمزور رنگوں کی مثل کھارے پانی میں گھل جاتی ہے تو پھر ان پتھروں سے ٹکرایا نہیں جا سکتا۔ ہم ان پتھروں کو کبھی بھی اپنے راستے سے ہٹانے کی ہمت نہیں کر پائیں گے، البتہ یہ پتھر ہمارے سینکڑوں ٹکڑے کر کے ہمیں زمانے کی بے رحم ہواؤں کے حوالے کر دینے کے مجاز ضرور ہو جائیں گے۔

یہ راستے قطعاً آسان نہیں ہیں، لیکن ان سے گزرنے اور آخر میں آرام و سکون اور فلاح و کامیابی پانے والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے صبر و استقامت سے چلتے رہنے کا فیصلہ کیا ہے، جنھوں نے اللہ سے محبت کے دعوؤں کی آبیاری اپنے خون پسینے سے کرنے کی ٹھانی ہے، جن کو لوگوں کے کہنے سننے کی فکر نہیں کھاتی، یہی لوگ مضبوط ہوتے ہیں اور انہی لوگوں کے رعب اور دبدبے سے کافر تھر تھراتے ہیں۔

علامہ اقبال نے 'جواب شکوہ' میں ایک نہایت عمدہ شعر کہا ہے، جس کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اقبال نے یہ شعر کئی سال پہلے بیٹھ کر آج ہی کے مسلمانوں کے لیے لکھا تھا

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو یہ انداز مسلمانی ہے

سبحان اللہ! ذوق تن آسانی کے نشے میں مدہوش ہو جانا ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ یہ روش نہ تو ہمارے اسلاف نے اختیار کی اور نہ ہی ہمیں اس کی ترغیب دی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دنیا کو مومن کے لیے قید خانہ قرار دیا، تعجب ہے ہم اسی قید خانہ میں تن آسانی اور آسائش جیسے شوق پالتے ہیں؟ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہمارے تمام بڑوں نے اسلام کی سربلندی کے لیے محنت و جانفشانی سے کام کیا اور تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ جہاں کہیں مسلمان عیش و عشرت میں پڑے مسلمان پستی اور ذلت کی گہری کھائیوں میں جا گرے۔ آج ہماری امت ذلیل و خوار ہو رہی ہے اور اس حالت کے ذمہ دار من حیث الامت ہم سب لوگ ہیں جنھوں نے جہاد کو ترک کر دیا ہے......

(باقی صفحہ نمبر:30 پر)

نظریاتی جنگیں

مولانا محمد اسماعیل ریحان

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب (زید مجدہٗ) کی تالیف 'أصول الغزو الفكري 'یعنی 'نظریاتی جنگ کے اصول'، نذرِ قارئین ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو اہلِ باطل کی جانب سے ایک ہمہ گیر اور نہایت تند و تیز فکری و نظریاتی یلغار کا سامنا ہے۔ اس یلغار کے مقابلے کے لیے 'الغزو الفکری' کو دینی و عصری درس گاہوں کے نصاب میں شامل کرنا از حد ضروری ہو چکا ہے۔ دینی و عصری درس گاہوں میں اس مضمون کو شامل کرنے کے ساتھ ساتھ 'الغزو الفکری 'یعنی نظریاتی جنگ کے مضمون و عنوان کو معاشرے کے فعال طبقات خصوصاً اہلِ قلم، اسلامی ادیبوں اور شاعروں، اہلِ دانش، صحافیوں، پیشہ ور (پروفیشنل) حضرات نیز معاشرے کہ ہر مؤثر طبقے میں بھی عام کرنا از حد ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے 'اصول الغزو الفکری' کے عنوان سے اس علم کے اہم مباحث کو مختصر طور پر مولانا موصوف نے پیش کیا ہے۔ مولانا موصوف ہی کے الفاظ میں 'در حقیقت یہ اس موضوع پر تحریر کردہ درجنوں تصانیف کا خلاصہ ہے جس میں پاک و ہند کے پس منظر کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے'۔ یہ تحریر اصلاً نصابی انداز میں لکھی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود خشکی سے پاک ہے اور متوسط درجۂ فہم والے کے لیے بھی سمجھنا آسان ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو نظریاتی و عسکری محاذوں کو سمجھنے، ان محاذوں کے لیے اعداد و تیاری کرنے اور پھر ہر محاذ پر اہلِ باطل کے خلاف ڈٹنے کی توفیق ملے۔ اللہ پاک مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب کو جزائے خیر سے نوازیں کہ انہوں نے ایسے اہم موضوع کے متعلق قلم اٹھایا، اللہ پاک انہیں اور ہم سب اہلِ ایمان کو حق پر ثبات اور دین کا صحیح فہم عطا فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین! (ادارہ)

كيف نقاوم الغزو الفكري؟

ہم الغزو والفکری کا مقابلہ کیسے کریں؟

جنگ لڑنے سے پہلے کیا دیکھا جاتا ہے:

- ہمارا مقابلہ کس سے ہے؟ دشمن کون ہے؟
- دشمن کا حملہ کس سمت سے ہو رہا ہے؟
- اس کے اہداف کیا ہیں؟
- مقابلے کا میدان کون سا ہے، کیسا ہے؟
- جنگ کے ہتھیار کیا کیا ہیں؟
- ہماری پوزیشن کیسی ہے؟ یعنی ہماری قوتیں کیا ہیں جن سے ہم کام لے سکتے ہیں اور کمزوریاں کون سی ہیں جن سے ہمیں بچنا ہے؟
- دشمن کی پوزیشن کیا ہے؟ یعنی اس کی قوتیں کیا ہیں، اور کمزور پوائنٹ کون سے ہیں جن پر ہم کارگر حملہ کر سکتے ہیں؟

ایک بھرپور جنگ جس میں کامیابی کی امید کی جا سکے، تب ہی لڑی جا سکتی ہے جب پہلے سے مذکورہ نکات کا جواب ہمارے پاس ہو۔

ہماری کمزوریاں

اس جنگ میں ہماری بارہ بڑی کمزوریاں ہیں جن سے عیار دشمن پورا فائدہ اٹھا رہا ہے۔

(۱) ایمانی کمزوری۔ (۲) اعمال کی کمزوری۔ (۳) علم دین کی کمزوری۔ (۴) علم دنیا کی کمزوری۔ (۵) صحت کی کمزوری اور امراض۔ (۶) اقتصادی کمزوری اور سودی معیشت۔ (۷) میڈیا وار میں ہماری کمزوری۔ (۸) سیاسی ابتری۔ (۹) مخلص اور اہل قائدین کا انحطاط۔ (۱۰) غربت۔ (۱۱) جمود اور تعطل۔ (۱۲) نظم و ضبط کی کمی۔

ہماری قوتیں

ہماری اہم ترین قوتیں درج ذیل ہیں:

(۱) ہمارا بر حق ہونا۔ (۲) اللہ کی معیت و نصرت۔ (۳) حوصلہ بڑھانے والے وعدے۔ (۴) فتنوں کی پیش گوئیاں اور آنے والے امتحانات کی خبریں۔ (۵) دلوں کو مسخر کرنے کی حقیقی طاقت۔ (۶) محفوظ شریعت۔ (۷) افرادی قوت۔ (۸) جغرافیائی حیثیت۔ (۹) معدنی دولت۔

دشمن کے کمزور پہلو

ہمارے حلیف کے کمزور پہلو یہ ہیں:

(۱) باطل عقیدہ و نظریہ۔ (۲) بے چین روح اور مضطرب ذہن۔ (۳) کھوکھلا معاشرہ، کمزور خاندانی نظام۔ (۴) موت کا خوف، حب دنیا۔ (۵) غرور و نخوت، غیظ و غضب، انتقامی جنون اور عجلت پسندی۔ (۶) تباہ ہوتی معیشت۔ (۷) افرادی قلت۔ (۸) اندرونی انتشار۔

کام کے طریقے

اپنی اور اپنے حریف کی قوتوں اور کمزوریوں کو سمجھنے کے بعد ہمیں کام کا آغاز کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم درج ذیل باتیں سمجھیں گے:

- ہمارے اہداف کیا ہوں گے؟
- کن اوصاف کے ساتھ کام کرنا ہے؟
- کن پر کام کیا جائے گا؟
- کن میدانوں پر تسلط حاصل کرنا ہو گا؟
- ہتھیار کیا ہوں گے؟
- کن مراکز سے توانائی لی جائے گی؟

ہمارے اہداف کیا ہوں گے؟

الغزو الفکری کے لیے ہمارے اہداف درج ذیل ہوں گے:

(۱) اللہ کی خوشنودی۔ (۲) بندوں کا اللہ کی طرف رجوع۔ (۳) اپنی تمام کمزوریوں کو دور کرنا جو باطل کو پنپنے کا موقع دیتی ہیں۔ (۴) استعمار، استشراق، التنصیر اور عالمگیریت کے خطرات کا مقابلہ۔ (۵) اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا تدارک۔ (۶) خلافت اسلامیہ کے لیے اذہان کو ہموار کرنا۔ (۷) غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت۔ (۸) شریعت کا نفاذ اور اسلامی معاشرے کے ایک مکمل نمونے کی تشکیل۔ (۹) پوری دنیا میں اسلام کا فکری و نظریاتی غلبہ۔

کام کرنے کے لیے لازمی اوصاف:

کام کرنے کے لیے لازمی اوصاف درج ذیل ہیں:

(۱) ایمانِ محکم۔ (۲) خلوصِ نیت۔ (۳) ذکر اللہ کی کثرت۔ (۴) رزق حلال اور صدقہ خیرات۔ (۵) زہد و قناعت، سادہ زندگی۔ (۶) ادائیگیٔ واجبات اور ترکِ منکرات۔ (۷) حقوق العباد کی ادائیگی۔ (۸) ضروری علم دین۔ (۹) امت کی فکر۔ (۱۰) حالات حاضرہ اور تاریخ سے آگاہی۔ (۱۱) استقامت۔

کن پر کام کرنا ہے؟

الغزو الفکری میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے مخاطب کون ہوں گے؟ ہماری محنت کا محور کون ہوں گے؟

(۱) اپنی ذات۔ (۲) گھر کے افراد، اہل و عیال۔ (۳) برادری، محلہ۔ (۴) غریب طبقات۔ (۵) اصحابِ ثروت۔ (۶) طلبہ۔ (۷) خواتین۔ (۸) بچے۔ (۹) رول ماڈل۔ (۱۰) حکام۔

ہمارے کام کے میدان:

وہ میدان جن میں ہمیں دخیل ہو کر الغزو الفکری کے معرکے لڑنا ہے، درج ذیل ہیں:

(۱) ایمان کامل اور اعمال صالحہ کی طرف دعوت کا میدان۔ (۲) سیاست کا میدان۔ (۳) غیر مسلموں میں تبلیغ کا میدان۔ (۴) دینی مدارس کا قیام اور ترقی۔ (۵) مساجد اور خانقاہوں کی آبادی۔ (۶) دینی ماحول کی حامل عصری علوم کی معیاری درسگاہوں کا قیام۔ (۷) عصری تعلیم گاہوں، سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کا رخ درست کرنا اور ان کے طلبہ، اساتذہ و انتظامیہ کو دین کے قریب لانا۔ (۸) میڈیا۔ (۹) مسلم دنیا کی تجارت و معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کر کے مضبوط اور خود کفیل بنانا۔ (۱۰) رفاہی خدمات کا دائرہ پوری دنیا میں پھیلانا۔ (۱۱) شرعی حدود میں کھیل کود، تفریح، دلچسپ و معلوماتی سرگرمیوں کو فروغ دینا۔

ہمارے ہتھیار کیا ہوں گے؟

ہمارے ہتھیار وہی ہوں گے جن کا ذکر وسائل الغزو الفکری میں گزر چکا ہے۔

ہماری توانائی کے ذرائع (ہمارے مراکز):

ہماری توانائی کے ذرائع تین ہیں:

(۱) مسجد۔ (۲) مدرسہ۔ (۳) خانقاہ۔

یہی ہمارے تین بنیادی مراکز ہیں۔ تمام کاموں میں ان مراکز سے دم بدم رابطہ ضروری ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: مع الأستاذ فاروق

یہ چند صفحات مصعب بھائی کا حق ادا نہیں کر سکتے اور میں ان کے عارفینِ ناقصین میں سے ہوں۔ مصعب بھائی کی ایک صفت جس کے ذکر کے ساتھ ہی محفلِ استاذ کی حالیہ نشست کو برخاست کرتے ہیں، ان کا ساتھیوں کو نیکی کے کاموں کی تحریض دلانا اور صبر کی تلقین کرنا ہے۔ مصعب بھائی اکثر دیگر مجاہد ساتھیوں کو بوقتِ ملاقات یا اگر ملاقات کی سبیل نہ ہوتی تو بصورتِ خط نیکی کے کاموں کی تلقین کرتے۔ اسی طرح مخصوص ساتھی جس شعبے سے وابستہ ہوتا اس کی اہمیت کو بیان کرتے اور حق پر ثبات اور صبر کی نصیحت کرتے۔ اس طرح کے خطوط مصعب بھائی نے خود راقم کو بھی لکھے اور ایسے ہی ایک خط کا ذکر برادرِ حبیب داود غوری (حفظہ اللہ) نے بھی مجھ سے کیا۔

ایک بار مجھ پر کاموں کا ایک انبار تھا (یا مجھے محسوس ہوتا تھا) اور میں مقررہ وقت پر اپنے کام پورے کرنے میں دِقّت محسوس کر رہا تھا۔ اس کا ذکر میں نے داود بھائی سے کیا تو انہوں نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور مجھے پڑھنے کو دیا۔ یہ مصعب بھائی کا داود بھائی کے نام لکھا ایک خط تھا۔ اس میں مصعب بھائی نے داود بھائی کو لکھا تھا کہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جو شخص چاشت کی چار رکعتیں پڑھتا ہے اللہ پاک اس کے وقت میں برکت عطا فرماتے ہیں۔

اس نسخۂ برکت کو بہت سوں نے آزمایا ہے، صدق اللہ وصدق رسولہ!

اللہ پاک تمام مجاہدینِ امت کی حفاظت فرمائیں اور ان سب کو حُسنِ خاتمہ عطا فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین!

وما توفيقي إلّا بالله. وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين.

وصلى الله على نبينا وقرة أعيننا محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

تقویٰ ہی فہمِ دین کی بنیاد ہے!

مولانا قاری عبد العزیز شہید علیہ الرحمہ

خطوط کا انسانی زندگی، زبان و ادب اور تاریخ پر گہرا اثر ہے۔ یہ سلسلہ ہائے خطوط اپنے انداز میں جدا اور نرالا ہے۔ اس کو لکھنے والے القاعدہ برِّ صغیر کی لجنۂ مالیہ کے ایک رکن، عالم و مجاہد بزرگ مولانا قاری ابو حفصہ عبد الحلیم ہیں، جنہیں میادینِ جہاد 'قاری عبد العزیز' کے نام سے جانتے ہیں۔ قاری صاحب سفید داڑھی کے ساتھ کبر سنی میں مصروفِ جہاد رہے اور سنہ ۲۰۱۵ء میں ایک صلیبی امریکی چھاپے کے نتیجے میں، قندھار میں مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ۔ قاری صاحب نے میدانِ جہاد سے وقتاً فوقتاً اپنے بہت سے محبین و متعلقین (بشمول اولاد و خاندان) کو خطوط لکھے اور آپ رحمہ اللہ نے خود ہی ان کو مرتب بھی فرمایا۔ ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' ان خطوط کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ پاک ان خطوط کو لکھنے والے، پڑھنے والوں اور شائع کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

محترم بھائی!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے ارسال کردہ پہلے خط کا جواب لکھنا تھا لیکن کچھ مصروف ہونے اور آپ کا وہ خط کہیں اِدھر اُدھر ہو جانے کی وجہ سے جواب لکھ نہیں سکا، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اِدھر پھر آپ کی محبت نے سبقت کی۔ ماشاء اللہ! یہ تو خط نہیں بلکہ یہ تو "مبشرات" کا مجموعہ ہے۔ آپ نے بہت ساری خوشخبریاں لکھ کر بھیجی ہیں اس میں تجزیہ بھی ہے، مطالعہ سے متعلق بھی باتیں ہیں اور ڈھیر ساری دعائیں بھی آپ کی موصول ہوئیں۔ تمام دعائیں قبول و مقبول ہوں، آمین! آپ نے کیا ہی حالات کا صحیح تجزیہ کیا اس پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ زَادَکَ اللّٰہُ فِیْ عِلْمِکَ وَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ عُمْرِکَ لِتُجَھِّزَ الْمَعَارِکَ الثَّلَاثَۃَ الْمَذْکُوْرَۃَ الَّتِیْ ذَکَرْتَ فِیْ رِسَالَتِکَ (اللہ آپ کے علم میں اضافہ فرمائے اور آپ کی عمر میں برکت عطا کرے تاکہ آپ مذکورہ تینوں معرکوں کی بھرپور تیاری کر سکیں جن کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا) آمین!

یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ امت کے علما و فضلا اور مجاہدین بیک وقت تلوار اور علم دونوں ساتھ لے کر چلیں۔ امت کی قیادت وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں یہ دونوں چیزیں (دین کا صحیح فہم اور ہاتھ میں تلوار) میسر ہوں۔ یہ دونوں چیزیں تب تک حاصل نہیں ہو سکتی ہیں جب تک میدانِ کارزار کا رخ نہ کیا جائے۔ میدانِ کارزار کی ایک علیحدہ شان ہے۔ یہاں صحیح معنوں میں تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور تقویٰ ہی فہمِ دین کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے مختلف مقامات پر مختلف پیرائے میں علم و تقویٰ کی اس بنیاد کو واضح فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ "اور اللہ کا تقوی اختیار کرو اللہ تمہیں سکھائے گا"۔

ایک دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ○ وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ○ (سورۃ الطلاق: ۲،۳)

"جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ بیشک اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔"

ایک تیسری جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ (سورۃ الانفال)

"مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں فرقان عطا کرے گا (یعنی تمہیں حق و باطل میں تمیز کرنے کا ملکہ عطا کرے گا) اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔"

یہ جو یکسوئی ہے...... یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہدین کے لیے خصوصی انعام ہے اور ہجرت و جہاد کی برکت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ بے شک اسی نے ہمیں ہدایت سے نوازا ہے اور اسی نے ہمیں ہجرت کی توفیق دی ہے ورنہ ہم غفلت میں ڈوبے ہوئے ان کروڑہا گم گشتہ لوگوں میں ہوتے، وللہ الحمد۔ ہمیں چاہیے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اس کا شکر ادا کریں اور ہماری زبان اس کی حمد و ثنا سے تر رہے۔ ہم اس کی نعمتوں کا شکر "ان کے اعتراف کے ذریعے، اس کی تعریف کر کے، کثرت رکوع و سجود کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے، اس کی ہر نئی نعمت پر اس کے لیے تواضع اختیار کر کے، جن لوگوں کے ذریعے نعمت ملی ہے ان لوگوں کا شکر ادا کر کے، دین کے معاملے میں اپنے سے برتر اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر کی طرف دیکھ کر، نعمتوں کا اظہار اور اس کا تذکرہ کر کے، تمام نعمت محض اللہ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہیں اس کے اعتراف کے ذریعے، اللہ سے کامل محبت کے ذریعے اور ہر حال میں اللہ سے راضی رہ کر" ادا کر سکتے ہیں۔

آج جو معرکہ برپا ہے۔ ہم اس معرکے کو صرف اور صرف اللہ پر بھروسہ کر کے، اس کی راہ میں ثابت قدمی دکھا کر اور اس کے ذکر کے ذریعے جیت سکتے ہیں۔ یہ ذکر و فکر اور اللہ تعالیٰ کی یاد کثرت سے مانگتا ہے کیونکہ آج جن گروہوں سے ہمارا سامنا ہے ان کے اور ہمارے درمیان افرادی قوت اور مالی لحاظ سے ایک اور کروڑ کی نسبت ہے۔ لہٰذا اس صورتحال میں ہمارے لیے

ایک ہی سہارا ہے وہ ہے اللہ کی ذات کا سہارا۔ اگر ہم اس کے سہارے اس راستے پر چلنے کی کوشش کریں گے اور اسی کو کثرت سے یاد کریں گے تو یہ راہ ہمارے لیے آسان ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (سورۃ الانفال: ۴۵)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہیں (کفار کے) کسی گروہ سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔“

جہاں تک اس معرکۂ عظیم کے منظر نامے پر انتشار کا ظہور ہے اس پر ایک مؤمن کا دل ضرور دُکھتا ہے اور اس کے لیے تدابیر ضرور اختیار کرنا چاہییں لیکن دل شکستہ ہونے کی کوئی بات نہیں اللہ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○ (سورۃ آل عمران: ۱۳۹)

”اور (دیکھو) بے دِل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔“

تمام معاملات کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ شر میں سے خیر برآمد کرتا ہے۔ اگر ہم جنگِ احد کا تصور کریں تو وہاں ہمیں تھوڑی دیر کے لیے انتشار نظر آتا ہے لیکن اسی انتشار میں کسی کو جنت کی خوشبو آتی ہے، تو کسی پر ایسی سکینت نازل ہوتی کہ تلوار ہاتھ سے گر جاتی ہے، تو کوئی بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور کسی کو اسی میں شہادت کا رتبہ ملتا ہے۔ اس انتشار کی فضا میں بالآخر فتح اہلِ ایمان ہی کی ہے ”والعاقبة للمتقین“، ”آخری انجام متقین ہی کے لیے ہے“۔

یہ بات شاید مناسب نہیں کہ یہ ردِ عمل کا جہاد ہے۔ جہاد ایک عبادت ہے اور یہ عظیم عبادت ہے۔ یہ نہ کسی واقعہ کا پرتو ہے اور نہ ہی کسی ردِ عمل کا نتیجہ ہے۔ اس عظیم عبادت میں وہی لوگ شرکت کرتے ہیں جن کے دلوں میں خیر کی چنگاری کسی نہ کسی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی کسی تنبیہ یا کسی عبرت ناک واقعہ یا کسی نشانی کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور میدانِ کارزار کا رخ کرتے ہیں۔ اس جہادِ عظیم میں جو شخص بھی آرہے ہیں وہ علیٰ وجہ البصیرۃ آرہے ہیں، یعنی وہ بصیرت کے ساتھ آرہے ہیں۔ میں نے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرکے جو اندازہ لگایا اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمارے ساتھ آنے والے کم عمر کے لڑکوں کو جو شرحِ صدر حاصل ہے اور ان میں شہادت کا جو جذبہ پایا جاتا ہے، اس سے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ کوئی ردِ عمل کا جہاد نہیں۔ اور پھر جو بھی ردِ عمل کے طور پر کام ہوتا ہے اس میں لوگ جمِ غفیر کی صورت اختیار کرتے ہیں لیکن اس جہاد میں لوگ خال خال ہیں مسلمانوں کی مجموعی تعداد کے آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

اس کے علاوہ ہم ذرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیر کا پہلو پہلے سے موجود تھا ان کو اللہ نے تین مرتبہ سوچنے سمجھنے اور اُٹھ کھڑے ہونے کا موقع دیا۔ پہلے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی 'سورۃ الشعراء' کی آخری آیات کی تلاوت سن کر کلامِ الٰہی کی عظمت سے متاثر ہوئے۔ پھر ہجرتِ حبشہ کے موقع پر ایک مہاجر خاتون کی بے بسی نے ان کو جھنجھوڑا اور بالآخر بہن پر ان کے تشدد کے باوجود قبولِ اسلام پر ڈٹ جانے نے ان کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

آپ نے ”عربی کا معلم“ کے تین حصوں کا الحمد للہ مطالعہ کیا ہے بڑی خوشی کی بات ہے، آخری حصہ بھی بہت اہم ہے اس کا بھی مطالعہ کیجیے گا۔ یہ مطالعہ ”دیر آید درست آید“ کے مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے اگر پہلے ہی مطالعہ کا ذوق پیدا ہو جاتا تو آپ نے جو بڑے بڑے کام سر انجام دیے ہیں ان میں کوتاہی ہونے کا امکان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ یہ نرے (بے عملی والے) علمی چرچے بھی بلا سے کم نہیں ان نرے علمی چرچوں میں جو ایک دفعہ کھو گیا ہے وہ پھر اس کے خول سے پوری زندگی نکل نہیں پایا۔ امت کی پچھلی تاریخ اور موجودہ حالات گواہ ہیں۔ امت نے نرے (بے عملی والے) علمی چرچوں میں کھو کر غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت دو چیزوں کے لیے تھی ایک کتاب وحکمت کی تعلیم دوسرا غلبۂ دین کا حصول، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ الجمعۃ: ۲)

”وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔“

غلبۂ دین کے حصول سے متعلق ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ لا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○ (سورۃ الصف: ۹)

”وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو بُرا ہی لگے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیک وقت یہ دونوں کام بااتم کیے۔ اگر امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُسی نہج پر چلتی تو آج یہ غلامی کا دن انہیں نہ دیکھنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس ذلت سے نجات عطا فرمائے، آمین! ہمیں بھی منہجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑے رہنے کی توفیق دے آمین!

(باقی صفحہ نمبر: 21 پر)

مع الاُستاذ فاروق

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ جو ہمارا ربّ ہے، ہمارا ہے، ہمارا اللہ ہے! اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دیتا ہے اور بلاشبہ اس نے موت وحیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو بہترین عمل کرتا ہے۔

مع الاُستاذ فاروق، استاد احمد فاروق کے ساتھ چند ملاقاتیں، ان کی چند یادیں، ان کی قیمتی باتیں، ان کی بعض ایسی باتیں جو مجھے خاص طور پر اچھی لگیں۔ حضرت استاذ سے آج تک جتنی ملاقاتیں رہیں، سب کا احوال اور سب کی سب تو یاد نہیں، لیکن جتنی ذہن میں تازہ ہیں سب ہی لکھنے کا ارادہ ہے کہ یہ ان شاء اللہ توشۂ آخرت ہوں گی، مجھ سمیت حضرتِ استاذ کے محبّین کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات، صحیح نیت اور صحیح طریقے سے کہنے والوں میں شامل فرمالے۔ نوٹ: اس سلسلہ ہائے مضامین میں جہاں بھی 'استاذ' کا لفظ آئے گا تو اس سے مراد شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق (رحمہ اللہ) ہوں گے۔

جواد عارف شہید [۲]

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء.

اللّٰهم وفقني كما تحب وترضى والطف بنا في تيسير كل عسير فإن تيسير كل عسير عليك يسير، آمين!

استاذ علیہ الرحمۃ نے، اپنے دستِ راست و نائب اور میرے مکرم شیخ سے ایک بار فرمایا کہ 'دو ساتھیوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیے گا'، ان میں سے ایک مصعب بھائی تھے۔ شیخ نے مجھے بتایا کہ ان ساتھیوں خاص کر مصعب بھائی کی صفت یہ تھی کہ غیبت نہ سنتے تھے نہ کرنے دیتے تھے۔ اگر کسی محفل میں غیبت ہوتی تو مصعب بھائی روکتے، اور اگر روکنے کی استطاعت بوجوہ نہ رکھتے تو ناگواری کے احساس کے ساتھ مجلس سے اٹھ جاتے۔ یہ طریقہ بہت کارگر ہے، بعض دفعہ زبانِ قال کے بجائے زبانِ حال کا کہا زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

اللہ والوں کا ایک رعب ہوتا ہے، وہ بظاہر بے شک چھوٹے قد کے، دھان پان سے، پتلی ٹانگوں اور بازوؤں والے ہی کیوں نہ ہوں، ان کا رعب ان کی للّٰہیت کے سبب ہوتا ہے۔ پھر اگر ظاہر میں وہ عمر و مرتبے میں کم ہی کیوں نہ ہوں، تب بھی ان کا رعب بادشاہوں کے دلوں میں ہوتا ہے اور بادشاہ ان کا نام سن کر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ مصعب بھائی کا رعب ان دونوں مذکور جہتوں میں تھا۔

اہلِ ایمان پر بھی ان کا ایک رعب تھا کہ ان کے سامنے چاہے عمر میں بڑے لوگ ہی کیوں نہ ہوں وہ بعض 'مباح' باتیں کرتے بھی جھجکتے تھے۔ میں نے ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جو مصعب بھائی کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے۔ مصعب بھائی بلاضرورت 'انگریزی' کے الفاظ کے استعمال کو اچھا نہیں سمجھتے تھے (جیسا کہ ہمارے معاشرے میں 'ضرورت' کے تحت نہیں 'مغرب زدگی' کے سبب 'I think'، 'you know' اور 'actually' وغیرہ وغیرہ رائج ہو گئے ہیں اور جسے شیخ احسن عزیزؒ کی استعمال کردہ اصطلاح میں 'اُردش' کہتے ہیں، یاد آیا کہ مجاہدین میں اس ترکِ انگریزی کی تحریک کے مؤسس شیخ احسن عزیز رحمہ اللہ ہی تھے)۔ یوں ایک بزرگ ساتھی نے ایک محفل میں ایک انگریزی کا لفظ استعمال کیا، تو لفظ ادا کرتے ہی جھجک گئے اور مصعب بھائی کی طرف دیکھا۔ لیکن مصعب بھائی کی تواضع بھی بہت اعلیٰ تھی کہ نہ ان بزرگ کی طرف دیکھا، نہ محفل میں کسی اور کو اس بات کا احساس ہونے دیا تاکہ وہ بزرگ شرمندہ نہ ہوں۔ اب یہ دونوں ہی عرش تلے معلق قنادیلِ ذہبیہ میں ہیں اور ان شاء اللہ جہاں چاہتے ہیں جنت میں اڑتے پھرتے ہیں، أحسبهٗ كذلك۔

رعب کی بات ہو رہی تھی، تو دوسری طرف وقت کے ظالموں پر بھی مصعب بھائی کا بہت رعب تھا۔ یہ بات الگ ہے کہ ظالموں کے پاس طاقت بے شمار ہے جس کے سبب ان کا مرعوب ہونا ہمیشہ ظاہر نہیں ہوتا، لیکن خود سوچیے کہ آج کے دور میں بنا کسی حفاظتی زرہ یا حفاظتی جیکٹ کے ایک عام سے کپڑوں میں ملبوس، کسی بیرک میں نہیں عام سے مسکینوں والے گھر میں موجود، محض کلاشن کوف اور اس کے محدود ایمونیشن والے مجاہد فی سبیل اللہ کے پیچھے جب دشمن اپنے لاکھوں ڈالر کے وسائل جھونک دے تو یہ اس کا خوف نہیں تو اور کیا ہے؟ جب دشمن کے ڈرون طیارے، جاسوس، انٹیلی جنس ایجنٹ اور طرح طرح کے وسائل جن سے ہم واقف بھی نہیں کسی شخص کے پیچھے ہوں تو یہ اس فقیر منش کا خوف ہی تو ہے جو دشمنوں پر طاری ہے! میرے استاذِ ذی قدر مولوی حافظ تائب صاحب (حفظه الله من كل شر وسوء) اکثر فرماتے ہیں کہ 'اللہ پاک نے مجاہدین کو بھی اس رعب میں سے حصہ دیا ہے جو رعب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا کہ حضورؐ نے خود فرمایا: "نُصِرتُ بِالرُّعب"، یعنی کفار پر رعب کے ذریعے میری نصرت کی گئی'۔

مصعب بھائی کا معاملہ ایسا ہی تھا۔ اللہ پاک نے مصعب بھائی رحمہ اللہ سے بہت سے عظیم کام لیے۔ امریکہ کی فرنٹ لائن اتحادی انٹیلی جنس، بلکہ رنگت اور زبان محض مختلف لیکن اپنے

باطن میں عقیدے و نظریے کے اعتبار سے امریکی[1]، یعنی منافق اور جہنم کا اسفل طبقہ، متعدد بار مصعب بھائی کا ہدف بنا۔

ان اہداف میں جرنیلوں سے لے کر چھوٹے درجے کے افسر لفٹین و کپتان جہنم رسید ہوتے رہے۔ یہ انٹیلی جنس کا طبقہ وہ 'طائفہ' ہے جو اپنے ہی اعلیٰ ترین عہدے پر فائز جرنیلوں کو بھی تعذیب دینے اور قتل کرنے سے نہیں چوکتا اگر وہ ایمان کی راہ اختیار کر لیں، تفصیل کا یہ مقام نہیں لیکن جنرل شاہد عزیز صاحب شہید (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ) اس کی ایک بڑی مثال ہیں جنہیں ایمان کی پکار پر لبیک کہنے کے جرم میں آئی ایس آئی کے ٹارچر سیلوں میں شہید کر دیا گیا۔

جب پاکستان میں مصعب بھائی کا امریکی مفادات پر ضربیں لگانے کا علم ایجنسیوں کو ہوا تو وہ اپنے سارے وسائل کے ساتھ ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اسلام آباد تا کراچی جا بجا چھاپے مارے گئے لیکن جسے بچانے کا فیصلہ 'مولا' کر لے اسے تو کانٹا چبھونا بھی ساری مخلوقات جمع ہو جائیں تو ان کے لیے ممکن نہیں۔

ہم اکثر محمد بن قاسم اور اس طرح کے نو عمر ماضی کے کرداروں کو دیکھ کر fantasise کرتے ہیں[2]۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ اپنے ارد گرد موجود کرداروں کو بھول جاتے ہیں۔ کراچی کے شاعر 'عابی مکھنوی' نے ایک بار لکھا تھا (تصرف کے ساتھ) کہ اگر ہم غور کریں تو ایک سے ایک 'صلاح الدین' ہمارے ہاں پڑا ہے لیکن وہ سپاہی موجود نہیں جو جب صلاح الدین کے گرد جمع ہوتے ہیں تو القدس فتح ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ محمد بن قاسموں کے ساتھ بہت سے اور بھی ہوتے ہیں جو سمع و طاعت سے اور اپنی جانیں فدا کر کے اس کو محمد بن قاسم بناتے ہیں، اس بات سے بڑے کرداروں اور شخصیات کی نفی مراد نہیں ہے۔ خیر مقصود یہ ہے کہ مصعب بھائی سے لے کر برہان وانی اور ذاکر موسیٰ تک بہت سے ابنِ قاسم موجود ہیں، کچھ معروف ہو گئے اور کچھ منظرِ عام پر نہ ابھرے اور یہ دنیا تو عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے کہ ہر ابنِ قاسم سٹیج پر ہیرو کے طور پر ابھرے اور مقصودِ اصلی تو رضائے رب ہے، ابنِ قاسم کی صورت میں حاصل ہو یا آخری صف میں لڑتے گمنامی کی زندگی گزارتے مجاہد کی صورت میں۔ یہ تو گاہِ آزمائش ہے، ابنِ قاسم الثقفی سے لے کر آج کے مصعب بھائی جیسوں کا مقصدِ اصلی تو اللہ کو منانا اور جنتوں کا حصول تھا اور ہے۔

جب مصعب بھائی شہید ہوئے اور یہ خبر حضرتِ استاذ نے مجھے سنائی جس کا ذکر پہلے کی نشستوں میں گزرا ہے تو اس سے اگلے دن استاذ نے مجھے ان کی بعض کارروائیوں میں شمولیت کے واقعات سنائے، یہ سن کر بھی پہلے پہل میرے ذہن میں وہی خیالات ابھرے جو پچھلے نثر پارے میں لکھ آیا ہوں۔ یہ خیالات استاذ کے سامنے بھی بیان کیے تو وہ مسکرانے لگے۔

ان کارروائیوں کی تفصیل یہاں بعض مصلحتوں کی بنا پر بیان نہیں کی جا سکتی، لیکن اللہ پاک سے امید قوی ہے کہ وہ دن جلد آئے گا جب مصلحتوں کا یہ پردہ اٹھے گا اور ان باتوں کا ذکر ہو سکے گا۔

بہر کیف ان کی چند ذہن میں گردش کرتی دیگر باتیں عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

مصعب بھائی نے ایک بار اسلحے سے بھری ہائی ایس گاڑی کا سارا اسلحہ کمال ذہانت کے ساتھ منتقل کیا۔ ان کے ذمے لگایا گیا کہ وہ اس اسلحے (کلاشن کوفوں) کو اسلام آباد کے قلب میں پہنچائیں، جہاں امریکی اور ان کی پالتو 'ناریل' ایجنسیوں کے مراکز ہیں۔ پھر محض اسلام آباد کی حدود میں اسلحے سے بھری گاڑی کو داخل کر دینا ہی مطلوب نہ تھا بلکہ اس گاڑی سے نکال کر ایک اور جگہ منتقل بھی کرنا تھا۔

اسلحہ ہائی ایس کے مختلف خفیہ مقامات میں چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے گاڑی کو اپنے ایک رشتہ دار کے گھر کے پاس کھڑا کیا اور دوسری گاڑی لینے کے لیے گئے جس میں اسلحہ مقررہ جگہ پر پہنچانا تھا۔ پھر دوسری گاڑی بھی لے کر قریب میں آ گئے اور دوپہر تک کا انتظار کیا جس وقت لوگ عموماً قیلولہ کرتے ہیں۔ جب انہوں نے اچھی طرح تسلی کر لی کہ گھر والے اب سو رہے ہوں گے تو ان کے گھر کا گیٹ کھولا اور گاڑی کو گیراج کے بالکل سامنے کھڑا کیا اور اس کا انجن بند کر دیا۔ پھر اترے اور اکیلے گاڑی کو دھکا دے کر اندر کیا اور دوسری گاڑی کے ساتھ بھی یہی کیا۔ گیٹ بند کیا اور نہایت سرعت سے ایک گاڑی سے دوسری گاڑی میں اسلحہ منتقل کیا۔

یہاں سرعت سے استاذ ہی کا ایک قول یاد آ گیا۔ بڑے اچھے انداز سے ایک بار آپ نے فرمایا 'جلد بازی ایک چیز ہے اور سرعت یا تیزی سے کام کرنا دوسری چیز ہے، ہم اکثر ان دونوں کو گڈ مڈ کر جاتے ہیں۔ جلد بازی ایک مذموم چیز ہے (کہ ہنگامہ سا کھڑا کر دینا) اور سرعت یا تیزی سے کام کرنا ایک بالکل مختلف چیز ہے اور تیزی سے کام کرنا بعض دفعہ مطلوب ہوتا ہے!'۔

خیر مصعب بھائی نے اسلحہ منتقل کرنے کے بعد اسی طرح سے گاڑیوں کا انجن چالو کیے بغیر باہر نکالا، گھر کا گیٹ بند کیا اور اسلحہ متعلقہ ساتھیوں تک مقررہ جگہ پر پہنچا دیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کون اسلحے سے بھری گاڑی لے کر شہر میں داخل ہوا اور کس گھر میں گیا اور کہاں پہنچایا، الحمد للہ!

مصعب بھائی کی شہادت کا واقعہ تو 'شہادتِ اسماعیل' کے عنوان تلے گزر چکا ہے۔ ان کی شہادت کے قریباً ایک سال بعد راقم اپنے مرشد حضرتِ اسامہ ابراہیم غوری شہیدؒ کے پاس بیٹھا تھا اور مصعب بھائی ہی کا ذکر خیر ہو رہا تھا تو مرشد شہیدؒ نے مصعب بھائی کے چند نایاب واقعات سنائے۔ مصعب بھائی سے مرشد کی محبت کا احوال بھی بالفاظِ استاذ گزر چکا ہے۔

---

[1] 'ہمارے' ان 'دیسی' لوگوں کے بارے میں اوریا مقبول جان صاحب نے ایک بڑی اچھی اصطلاح استعمال کی ہے، اور وہ ہے 'ناریل'۔ کہتے ہیں جیسے ناریل اوپر سے بھورا ہوتا ہے اور اندر سے سفید، اس طرح ہمارے یہ 'دیسی' لوگ ہیں، جن کی چمڑی تو ہندوستانی رنگت والی ہے لیکن دل گوروں کے ہیں۔

[2] معذرت، مجھے اپنی کم علمی کے سبب اس کا اردو متبادل نہیں ملا۔

مرشد نے بتایا کہ 'مرکزی جماعت القاعدہ' کے ایک سرکردہ قائد شیخ خالد الحبیب شہیدؒ نے غالباً شیخ احسن عزیز شہیدؒ (جو اس وقت مصعب بھائی کے امیر تھے) سے عملِ خارجی (بین الاقوامی کارروائیوں خصوصاً مغربی ممالک میں اہلِ کفر کے خلاف کارروائیوں) کے لیے 'مانگ' لیا، یعنی مصعب بھائی کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

مصعب بھائی جب میدانِ جہاد میں آئے تھے تو بہت کم عمر تھے اور چونکہ وہ آئے بھی حضرتِ استاذ ہی کی دعوت و ربط پر تھے تو شیخ احسن عزیز نے تعلیم و تربیت اور حفاظت و خیال کی غرض سے مصعب بھائی کو فاروق بھائیؒ ہی کے حوالہ کر رکھا تھا۔ یوں شیخ احسن عزیز نے اس معاملے میں استاذ سے پوچھا اور آخر کار مصعب بھائی کو شیخ خالد الحبیب کے حوالے کر دیا گیا۔

مصعب بھائی کی اس کارروائی میں شمولیت بطورِ فدائی مجاہد کے تھی۔ لیکن ترتیبات مکمل نہ ہو سکیں اور غالباً چار ماہ تک مصعب بھائی اس کارروائی کی تنفیذ کے انتظار میں رہے۔ پھر اسی انتظار گاہ والے مرکز میں شدید بیمار پڑ گئے اور بالآخر اپنے گھر (جو اس وقت پاکستان کے شہری علاقوں میں ہی تھا) بھیجے گئے اور پھر شفایاب ہو کر میدانِ جہاد کو واپس لوٹے۔

اس واپسی کے بعد مصعب بھائی سے مرشد نے پوچھا کہ آپ کس طرح سے شہید ہونا چاہتے ہیں اور کیا اگر اب بھی آپ کو فدائی کا موقع ملے تو آپ فدائی کریں گے؟ جواباً مصعب بھائی نے کہا کہ فدائی کا موقع ملے تو فدائی ضرور کروں گا، لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ فدائی مجاہد ہونے کے باوجود کوئی مجھے بتائے نہیں کہ فلاں ہدف کی طرف تم جاؤ اور استشہادی حملہ کرو (یہاں امیر کی اطاعت میں کمی یا نفی غرض نہیں تھی)، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں ایسے وقت میں شہید ہوں جب مجھے نظر آئے کہ اگر میں ابھی موت کو اللہ کے لیے اختیار کرنا چاہوں تو موت کو اختیار کر سکتا ہوں اور اگر زندگی چاہوں تو زندگی مل سکتی ہے (یہ بھی ظاہر ہے کہ ادائے عاشقی و مستیٔ ایمان میں بات ہو رہی ہے ورنہ بندے کے ہاتھ میں موت و حیات نہیں ہے اور مصعب بھائی خود اس بات کو بہتر جانتے تھے)۔

سبحان اللہ، جب میں نے مرشد سے مصعب بھائی کی تمنا کے یہ الفاظ سنے تو مجھے دو باتیں یاد آ گئیں۔ پہلے پہل تو ان کی شہادت کا منظر جس کو مجاہد قائد خرم سعید کیانی (قاسم بھائیؒ) نے استاذ کے نام اپنے خط میں بیان کیا تھا اور جو دیگر راویوں سے سن کر استاذ نے میرے سامنے بیان کیا تھا۔ جس کارروائی میں مصعب بھائی شہید ہوئے، اس کی ابتدا میں ہی احمد (سیّد فائز شاہؒ) بھائی زخمی ہو گئے تھے اور جاسوسوں کا سرغنہ بھاگ گیا تھا اور دشمن کا علاقہ ہونے نیز بھاری حفاظتی حصار کے سبب کارروائی کو جاری رکھنا ممکن نہیں تھا۔ جب ساتھی پسپائی اختیار کرنے کا سوچ رہے تھے (اور یہ سب سوچ یقیناً لحظوں پر مبنی تھی) تو مصعب بھائی، قاسم بھائی کے الفاظ میں 'شیروں کی طرح اس جاسوس پر لپکے اور جھپٹے'۔ میں ایک لمحے کو اس سارے منظر کا تصور کرتا ہوں اور چشمِ تصور سے دیکھتا ہوں، ساتھ ہی مرشد کے بیان کو ذہن میں لاتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ مصعب بھائی کو اس لمحے 'بظاہر' زندگی یا موت کا اختیار حاصل ہو گیا تھا اور پھر کسی لحظے انہوں نے عیدِ قربان کے دن اپنی سب سے قیمتی شے قربان کرنے کا ارادہ کیا، 'لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ'[1]، اور اللہ کے لیے مرنے کو زندگی پر ترجیح دی، وہ مرنا جو دراصل حیاتِ جاودانی کا آغاز ہے۔

دوسری بات وہ ذہن میں ابھری جو میں نے غالباً پہلی بار مصعب بھائی ہی کی زبانی سنی تھی۔ شہید مجاہد قائد ڈاکٹر ارشد وحیدؒ کے بھتیجے احلم وحید شہید کی شہادت پر بنی ایک ویڈیو میں ان کے متعلق چند کلماتِ تحسین مصعب بھائی کے بھی ہیں۔ اس میں مصعب بھائی ان بدوی صحابی (رضی اللہ عنہ) کا قول سناتے ہیں کہ جنہوں نے رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں جہاد میں مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے نہیں آیا، بلکہ میرا مطمحِ تو یہ ہے کہ مجھے یہاں (حلق پر) تیر لگے اور میں وہاں پر (جنت میں) داخل کر دیا جاؤں اور ان بدوی صحابی کو شہادت کے بعد اسی حالت میں پایا گیا کہ ان کے حلق پر تیر لگا تھا۔ جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ وہ اپنے اللہ کے ساتھ سچا تھا تو اللہ نے بھی اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمایا۔

مصعب بھائی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا، اللہ پاک ان کی شہادت قبول فرمائیں اور ان کے اس ذکر کو ان کے جنت میں بلندیٔ درجات اور راقم کے کفارۂ سیئات کے طور پر قبول فرمالے، آمین۔

مرشد شہیدؒ نے بتایا کہ ایک بار مجاہدین کے کسی مرکز میں حسبِ معمول رات کے پہرے کی ساتھیوں میں تقسیم ہوئی۔ مصعب بھائی کا بھی پہرہ لگایا گیا۔ لیکن اس رات مصعب بھائی پہرے میں سو گئے اور یوں ان کا پہرہ نہ ہوا اور باقی پہرے بھی اسی سبب سے منقطع ہو گئے۔ مرشد کہتے ہیں کہ امیرِ مرکز مصعب بھائی کے مزاج کو جانتے تھے سو انہوں نے بطورِ سزا مصعب بھائی کا اگلی رات پہرہ نہیں لگایا۔ کچھ لوگ تو اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ چلو رات کو جاگنے سے بچ گئے، لیکن پہرے کی فضیلت کے 'عارف' پر یہ سزا بہت ہی گراں گزری اور وہ رونے لگے اور امیر کی منت سماجت کر کے معافی مانگی اور اپنا بھی پہرہ لگوایا۔

مرشد نے مزید بتایا کہ گستاخ صلیبی ملک ڈنمارک کی حکومت سے انتقام لینے کے لیے، اسلام آباد میں واقع ڈنمارک کے سفارت (شرارت) خانے پر حملہ کرنے والے فدائی مجاہد ابو غریب المکیؒ کو وزیرستان سے اسلام آباد تک پہنچانے والے فرد وحید اور پھر اسلام آباد میں مجاہدین کے مرکز سے ہدف کے قریب تک پہنچانے والوں میں سے ایک مصعب بھائی تھے۔

(باقی صفحہ نمبر:45پر)

[1] "تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔" (سورۃ آلِ عمران:۹۲)

جمہوریت......ایک دینِ جدید

فضیلۃ الشیخ حسن محمد قائد شہید (ابو یحییٰ اللیبی) رحمہ اللہ

جب ہم جمہوریت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس حقیقت تک پہنچتے ہیں کہ جمہوریت تو ایک مکمل و مستقل دین ہے۔ دیگر ادیان کی طرح اس کے اپنے مفاہیم، اصول و قواعد، نظریات اور اقدار ہیں۔ اس حقیقت کو جان لیا جائے تو بیان کردہ عبارتوں کی قباحت و بدصورتی مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی کہے: یہودی اسلام، عیسائی اسلام، اسلامی یہودیت، اسلامی نصرانیت یا اسلامی مجوسیت۔ کیا اس روئے زمین پر کوئی جاہل اور گناہ گار مسلمان ایسا بھی ہو گا جو ان ناموں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو؟ یا اپنے لیے بطورِ دین انہیں پسند کرے؟ یقیناً زمین کے کسی دور دراز کنارے پر بسنے والی ایک بوڑھی مسلمان خاتون، کہ جسے نئی تہذیب اور ثقافت کے جراثیم نہ پہنچے ہوں وہ بھی یہ کلمات سنتے ہی فوراً ہی ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے گی۔ اور یہ کلمات ان کے کہنے والوں کے منہ پر دے مارے گی اور کہے گی کہ مجھے ایسا کوئی دین نہیں چاہیے۔ سمندر یا فضا میں کھیت اگ سکتے ہیں؛ یہ بات شاید اس عورت کو اس عبارت کو تسلیم کروانے سے زیادہ آسان ہو۔ اگر آپ کو اس بات میں کوئی شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لیجیے۔

تو پھر ہم جمہوریت کو اسلام کے ساتھ جوڑنے کی مذموم کوشش کیوں کریں؟ جبکہ یہ بات ہمیں سخت ناپسند ہے اور ہر مسلمان بھی اس بات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اسلام کو یہودیت، عیسائیت یا مجوسیت کے ساتھ جوڑا جائے۔

لہٰذا اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ جمہوریت ہر اعتبار سے دینِ اسلام کی ضد ہے اور اسلام مخالف ادیان کی طرح ایک مکمل دین ہے۔ جمہوریت کی اس حقیقت کو جاننا اس لیے لازم ہے کہ وہ لوگ جو اس دینِ جدید کے پھیلائے جال میں الجھ کر رہ گئے ہیں انہیں اس بات کا حقیقی ادراک ہو سکے کہ جب وہ جمہوریت کے تانے بانے اسلام کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو درحقیقت اسلام کی توحید کو جمہوریت کے شرک کے ساتھ اور اسلام کے نور کو جمہوریت کے اندھیروں کے ساتھ ملانے کے جرمِ عظیم میں ملوث ہوتے ہیں۔ بھلا اسلام کی اعلیٰ اقدار، پاکیزہ اخلاق اور عدل و انصاف کا خود ساختہ جمہوریت کے ظلم و جبر اور بے انصافیوں سے کیا تعلق؟ کیا تاریکیوں کا رشتہ اجالوں کے ساتھ جوڑا جا سکتا؟ کیا اللہ کی غلامی و عبودیت (اسلام) اور خواہشاتِ نفس کی پیروی (جمہوریت) ایک ہو سکتے ہیں؟

لہٰذا جمہوری اسلام کے دعویداروں سے ہمارا پہلا سوال تو یہ ہے کہ تم ڈیموکریسی کا لفظ اسلام میں ثابت کر کے دکھلاؤ۔ اس مقصد کے لیے عربی لغت کی تمام کتابیں چھان مارو، تمام اشعار عرب کو پڑھ کر دیکھ لو، اہل فصاحت و بلاغت میں سے جس سے چاہو پوچھ لو بلکہ گاؤں میں رہنے والی بوڑھی عرب خواتین سے پتہ کر لو اور بادیہ نشین دیہاتیوں سے استفسار کر لو۔ کیا اصل و فصیح لغتِ عرب میں تمہیں ڈیموکریسی کا لفظ مل سکتا ہے؟ فصیح تو کجا غیر فصیح عرب لغت میں بھی تم یہ لفظ نہیں پاؤ گے۔ ثابت ہوا کہ یہ لفظ ہماری زبان میں اجنبی ہے جو مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ اسے گھڑنے والوں کے نزدیک اس کے خاص اصطلاحی معنی ہیں جن سے اسے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری زبان میں ان معنی کو ''عوام کی حاکمیت'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اسی ایک فقرے میں جمہوریت کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے اور اگر اس معنی کو جمہوریت سے نکال دیا جائے تو جمہوریت کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ تمام جمہوری نظام اگرچہ متعدد راہیں رکھتے ہیں لیکن ان سب کی منزل ایک ہے.....یعنی ''عوام کی حاکمیت''۔ کوئی بھی مسلم یا غیر مسلم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں جس جمہوریت کو مانتا ہوں وہ اِس معنی سے عاری ہے اور عوام کی حاکمیت کا اقرار نہیں کرتی۔ اور اگر کوئی عقل سے عاری شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو اس کا حال اُسی شخص کی طرح ہو گا جو یہ کہے کہ میں ایسی یہودیت کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو اپنے بنیادی مضامین و معانی سے خالی ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی؟ کیا کوئی مسلمان ایسی یہودیت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو گا؟

دینِ جمہوریت میں عوام کو حاکم تصور کیا جاتا ہے، اس طور پر کہ عوام کی طاقت ہی اصل طاقت ہے اور عوام کا فیصلہ ہی نافذ العمل ہے۔ عوام کا ارادہ ہی دینِ جمہوریت میں رائج ہو گا اور عوام کے قوانین ہی لاگو و قابلِ احترام ہوں گے۔ اس نظام کے مطابق کسی کو جرأت نہیں کہ عوام کے حکم پر نظر ثانی کر سکے یا ان کے فیصلے کو ٹال سکے، کیونکہ عوام اپنی حکمرانی میں کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں گے۔

مجھے یہ بات بھی معلوم ہے کہ کوئی مسلمان بھی ان کلمات کو پسند نہیں کرے گا۔ بلکہ انہیں انتہائی ناپسندیدگی اور نفرت و ملامت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اور اللہ کی قسم! یہ نفرت کے حقدار ہی ہیں..... اور ملامت کے حقدار تو وہ لوگ ہیں جو اسلامی جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں اور عوام کے سامنے اس کی اصل حقیقت کا اظہار نہیں کرتے اور جمہوریت کے بدصورت چہرے کا نقاب نہیں الٹتے بلکہ فاسد تاویلات اور حیلہ سازیوں کے ذریعے اس کی قباحتوں پر پردہ ڈالتے اور اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

چونکہ یہ ناممکن ہے کہ تمام عوام کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی اجتماعی یا اکثریتی رائے سے قانون سازی کر سکیں، لہٰذا مغرب نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک خاص نظام وضع کیا ہے۔ اس نظام میں عوامی نمائندے عوام کی مرضی اور رائے سے منتخب ہو کر ان کی ترجمانی کرتے ہیں، اور اس مقصد کے لیے پارلیمان کو تشکیل دیا جاتا ہے جس کا ہر رکن اپنے حلقے کے عوام کا ترجمان اور قائم مقام ہوتا ہے، اس کی رائے عوام کی رائے سمجھی جاتی ہے اور اس کا فیصلہ عوامی فیصلہ کہلاتا ہے، جمہوری نظام میں پارلیمنٹ ہی قانون سازی کا

بالاتر ادارہ ہوتا ہے اور اسے ہر طرح کے قانون بنانے کی کھلی آزادی ہوتی ہے صرف اس شرط پر کہ وہ قانون آئین سے متصادم نہ ہوں (یہ بات پیشِ نظر رہے کہ پاکستان کے آئین میں پارلیمان کی دو تہائی اکثریت کے ذریعے سے ترمیم واضافہ کیا جاسکتا ہے...... مترجم)۔ اس شرط کا لحاظ رکھنے کے بعد پھر پارلیمان کو کھلی چھوٹ ہے کہ شریعت کے مطابق یا مخالف، جیسے چاہے قانون بنائے کیونکہ یہ عوام کا منتخب شدہ ادارہ ہے اور جمہوریت یہ کہتی ہے کہ حاکمیت صرف عوام کا حق ہے۔ لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کرنے یا تلملانے کا حق نہیں ہے۔ الاسآء مایحکمون (بہت برا ہے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں)۔

پارلیمان کی ذمہ داری ہی یہ ہے کہ قانون سازی کرے، خواہ اس کا نام پارلیمنٹ ہو، دستور ساز اسمبلی یا ایوانِ نمائندگان۔ یہ ایک ہی ادارے کے مختلف نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ یوسف: ۴۰)

"تم اُس (ذاتِ باری تعالیٰ) کے سوا صرف ناموں ہی کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مقرر کیے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، حکم تو صرف اللہ کے لیے خالص ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو، یہی مضبوط اور مستحکم دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

جس کے دل میں ایمان کا نور موجود ہے اسے یقین کی حد تک یہ معلوم ہے کہ یہ دینِ جدید (جمہوریت) ایک لحظے کے لیے بھی نہ تو دل ودماغ میں اور نہ ہی عملی زندگی میں ایمان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جب کوئی شخص اس دینِ جدید (جمہوریت) کو قبول کرتا ہے تو دوسرے دین کو منہدم کر کے ہی نئے دین میں داخل ہوتا ہے۔ جس نے یہ حقیقت جان لی، سو جان لی اور جو اس حقیقت سے جاہل رہا، سو جاہل رہا۔ اور بہت بری ہے وہ جہالت جو انسان کو ایمان کی سربلندی سے اٹھا کر کفر کی کھائیوں میں جا گراتی ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔

یہ حقیقت ہر اس شخص پر واضح اور عیاں ہو چکی ہے جو حق سے عناد اور بغض نہیں رکھتا۔ البتہ مزید وضاحت کے لیے ہم جمہوریت کے بعض اہم امور کا تذکرہ کرنا چاہیں گے جو دینِ اسلام سے مکمل تضاد رکھتے ہیں۔ یہ اس لیے تاکہ ہمیں اس عظیم جرم کا ادراک ہو سکے جسے جمہوری اسلام کے دعویدار اسلام اور مسلمانوں کے سروں پر مسلط کر کے انہیں ہلاکت کی راہوں پر دھکیلنا چاہتے ہیں، بلکہ دھکیل چکے ہیں اور آج حیرت واضطراب اور نحوست وعذاب کی شکل میں امتِ مسلمہ اس جمہوری تماشے کا مزہ چکھ رہی ہے۔

اولاً: وہ بنیادی اصول جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کی نازل کردہ شریعت کو غیر مشروط طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ اسی میں بندوں کا امتحان بھی ہے اور یہی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے کسوٹی بھی ہے۔ اگر بندہ اپنے رب کی غیر مشروط اطاعت نہ کرے تو وہ بندہ نہ ہوا۔ لہٰذا بندے کا یہ کام نہیں کہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے، اپنی عادت کو اس پر ترجیح دے، اپنے تجربے کی بنیاد پر حکم الٰہی سے سرتابی کرے یا اپنی رائے کو اللہ کے حکم کے مقابلے میں قابلِ احترام سمجھے۔ خواہ فرد ہو یا جماعت، پارلیمنٹ ہو یا عوام، کوئی قبیلہ ہو یا تنظیم سب پر لازم ہے کہ اللہ کے احکامات کے سامنے جھک جائیں اور اس کی نازل کردہ شریعت کو دل وجان اور قلب وقالب سے تسلیم کر لیں۔ کوئی مسلمان خواہ کتنے ہی دعوے یا زعم کیوں نہ رکھتا ہو اس وقت تک حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اسلام کی یہ حقیقت اس کے دل میں ثبت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (سورۃ النسآء: ۱۲۵)

"اور اس شخص سے اچھا دین کس کا ہو سکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے (حکم کے) سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ملتِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کی جو یکسو تھے۔"

تو جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کے لیے اس بارے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو من وعن تسلیم کر لینا اور اس کے سامنے جھک جانا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (سورۃ الاحزاب: ۳۶)

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہو گیا۔"

یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے جس کی طرف انتہائی تاکید کے ساتھ دعوت دی گئی ہے۔ جبکہ دینِ جمہوریت میں تو اسلام کے مندرجہ بالا اصول کو بالکل منہدم کر دیا گیا ہے۔ نظامِ جمہوریت میں بلکہ صحیح تر الفاظ میں دینِ جمہوریت میں انسانوں کو ہر قسم کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور جب تک کوئی قانون پارلیمنٹ سے منظور نہ ہو اس وقت تک اس کو کوئی تقدس، احترام یا حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔

آسمانوں سے نازل ہونے والے احکاماتِ الٰہی کہ جنہیں سن کر ہر مسلمان مرد وزن پر یہ کہنا واجب ہوتا ہے کہ سمعنا واطعنا...... ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ لیکن ان کے بارے میں جمہوریت کہتی ہے کہ ہم ابھی ان پر نظرِ ثانی کریں گے۔ بحث و مباحثہ ہو گا، ترمیم واضافہ ہو گا، جسے چاہیں گے مانیں گے اور جسے چاہیں گے رد کر دیں گے۔ گویا دینِ جمہوریت میں اللہ

رب العزت کے حقوق ارکان پارلیمنٹ کو تفویض کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، اب اگر روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک بسنے والے تمام جن وانس مل جائیں اور شراب کے جواز یا حرمت کا از سر نو جائزہ لیں تو صرف اسی بات پر وہ معاند کفار بن جائیں گے خواہ اس جائزے کے بعد اسے حرام ہی کیوں نہ قرار دیں۔ یہ تو ایک مسئلہ ہے جبکہ جمہوریت نے تو تمام احکاماتِ الٰہیہ پر نظر ثانی اور حک و تنسیخ کے دروازے چوپٹ کھول رکھے ہیں۔ پورا دین گویا کہ عوامی اختیار اور ارادے کا ماتحت ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر عوام اسے قبول کر لیں پھر تو یہ محترم و مقدس و قابل عمل دین قرار پائے گا اور اگر عوام اسے رد کر دیں تو نعوذ باللہ یہ بے وزن، بے وقعت اور مردود ٹھہرے گا۔ یہاں تک کہ جمہوری اسلام کے بعض دعویداروں نے تو بصراحت کہا ہے کہ اگر عوام ملحد کیمونسٹ طرزِ حکومت اختیار کریں تب بھی ان کے اختیار کا احترام کیا جائے گا اور اگر خود عوام ہی اسلامی حکومت کو رد کر دیں تو تب بھی ان کی پسند و اختیار کو تقدیس حاصل ہو گی۔ جبکہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ (سورۃ الرعد:۴۱)

"اللہ فیصلہ کرتا ہے...... کوئی اس کے فیصلے پر نظر ثانی نہیں کر سکتا۔"

اس کے برعکس جمہوریت کہتی ہے کہ نہیں، ہزار بار نہیں...... بلکہ عوام فیصلہ کرتے ہیں اور عوامی فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

قرآنِ کریم کہتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب:۳۶)

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔"

جبکہ جمہوریت کہتی ہے کہ نہیں...... بلکہ عوام کو تمام اختیارات حاصل ہیں، حق وہ ہے جسے عوام قبول کریں اور باطل وہ ہے جسے عوام رد کر دیں۔ عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی مرضی سے جیسے چاہیں احکام و قوانین اختیار کریں۔

قرآن پاک کا فرمان ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (سورۃ النور:۵۱)

"مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔"

جبکہ جمہوریت کہتی ہے کہ نہیں...... بلکہ جب لوگوں کو عوامی فیصلے کی طرف بلایا جائے تو انہیں کہنا چاہیے کہ سمعنا واطعنا...... ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

قرآن مجید کہتا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○ (سورۃ الزخرف:۸۴)

"اور وہی ذاتِ باری تعالیٰ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین پر بھی معبود ہے۔"

لیکن نعوذ باللہ! جمہوریت گویا اللہ تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے ٹھیک ہے آسمان تو تیرا ہے لیکن زمین عوام کی ہے اور اس پر حکمرانی اور قانون سازی کا حق بھی صرف عوام کو حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے سچ فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (سورۃ یوسف:۱۰۶)

"اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان کا (دعویٰ) رکھنے کے ساتھ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔"

اللہ کی قسم! جمہوریت تو قریش اور عرب کی انہی پامال راہوں پر گامزن ہے جو دورانِ حج کہا کرتے تھے:

"لبیک اللہم لبیک، لبیک لا شریک لہ، الا شریک ہو لک تملکہ وما ملک۔"

"حاضر ہیں اے اللہ! ہم حاضر ہیں! ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیرا ہی ہے تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کے اختیارات بھی تیری ملکیت ہیں۔"

قرآن مجید نے واشگاف انداز میں مسئلۂ حاکمیت کی حقیقت بیان کی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (سورۃ النسآء:۶۵)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ تب تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں۔"

اس آیت کے سببِ نزول کے حوالے سے بعض علما نے لکھا ہے کہ دو آدمی اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق کے حق میں فیصلہ دے دیا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا کہ میں اس فیصلہ پر راضی نہیں۔ دوسرے فریق نے پوچھا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ سے فیصلہ کرانا چاہتا ہوں۔ وہ دونوں سیدھا حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے انہیں بتایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جو فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ لیکن دوسرا فریق اب بھی راضی نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس جائیں گے۔ لہٰذا وہ دونوں سیدنا عمر

بن خطابؓ کے پاس پہنچے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں لیکن دوسرا فریق اس پر راضی نہ ہوا اور پھر ہم ابو بکر صدیقؓ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا تمہارے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بہتر ہے لیکن دوسرے فریق نے ان کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ عمر فاروقؓ نے دوسرے فریق سے استفسار کیا کہ آیا یہ معاملہ اسی طرح ہوا ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ عمر فاروقؓ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔ واپس نکلے تو ان کے ہاتھ میں بے نیام تلوار تھی جس سے انہوں نے اس شخص کا سر قلم کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کے لیے میرا فیصلہ یہی ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (تفسیر ابن کثیر ۲۔ ۳۵۲)۔

تو جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نظر ثانی کی درخواست کرنے والے ایک شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ دوٹوک فیصلہ صادر فرمایا، حالانکہ اس نے صرف ایک معاملے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے کہا تھا اور رجوع بھی ان عظیم القدر شخصیات کی طرف کیا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین ہیں، تو ان لوگوں کا کیا معاملہ ہو گا جو دینِ جمہوریت کی طرف بلاتے ہیں جبکہ دینِ جمہوریت میں تو پورا اسلام ہی عوام کے ارادے پر معلق ہوتا ہے۔ عوام چاہے گی تو اس کا نفاذ ہو گا ورنہ نہیں۔ اس بدترین دینِ جمہوریت میں تو اللہ تعالیٰ کے قطعی احکامات مثلاً شراب، زنا اور فواحش کی آزادی کو بھی پارلیمان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ غور کرے کہ آیا ان کی تحریم مناسب ہے یا تحلیل۔ احکامِ الٰہی پر نظر ثانی کرنے والے یہ ارکان پارلیمنٹ آخر کون ہیں؟ کیا یہ ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں یا پاکباز و نیکوکار ہیں؟ اللہ کی پناہ! بھلا یہ متقی و پاکباز نفوس ان ارکان پارلیمنٹ سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔ یہ تو کائنات کے گھٹیا اور جاہل ترین افراد ہیں، جو فسق و فجور میں لت پت ہیں۔ ان میں سے بظاہر قدرے بہتر وہ لوگ ہیں جو اسلامی جماعتوں کی طرف نسبت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مصلحین ہیں لیکن

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ:۱۲)

''سن لو! یہی لوگ مفسدین ہیں لیکن انہیں شعور نہیں۔''

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بقیہ: توحید کا سفر

اختتام پر دوبارہ بتوں کو توڑنے میں حصہ ڈالنے کے لیے بامیان کا رخ کیا۔ اس لیے اس سفر کو ہم 'رحلۃ التوحید' یعنی 'توحید کا سفر' کا نام دیتے تھے۔

بدھا کے مجسمے نہایت ہی دیو قامت تھے اور انہیں تباہ کرنے کے لیے بہت بڑی مقدار میں 'بارود' درکار تھا۔ افغانی ساتھی مختلف مقامات سے ان مجسموں کو تباہ کرنے کے لیے بامیان جمع ہوئے تھے۔ وہاں میں نے ایسے علما کو بھی دیکھا جن کی داڑھیاں سفید ہو چکی تھیں مگر وہ بامیان کا تکلیف دہ سفر کر کے وہاں پہنچے تھے۔ وہ لوگ اس ۵۰ میٹر بلند مجسمے کے اوپر بارود لے کر چڑھے تاکہ اسے توڑنے میں ان کا حصہ ڈل سکے۔ ہم نے بھی اسی مقام پر ایک خیمہ نصب کیا ہوا تھا۔ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کا اس موقع پر کہنا تھا کہ:

''ہماری خواہش ہے کہ اس پہاڑ کو مکمل طور پر ریزہ ریزہ کر دیا جائے تاکہ بتوں اور مجسموں کے کوئی آثار باقی نہ رہیں۔''

اس لیے وہ اس موقع پر اس آیت کو بار بار دہراتے تھے:

ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ○ (سورۃ طہ:۹۷)

''پھر اس کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بہا دیں گے۔''

[مجاہدینِ طالبان نے ان بتوں کو تباہ کرنے کے لیے سات سو (۷۰۰) کلو انتہائی طاقت ور بارود اور کئی سو بارودی سرنگیں استعمال کیں۔ ان بتوں کو تباہ کرنے کے بعد امیر المومنین نے حکم جاری کیا کہ 'افغانستان کے ہر صوبے میں دو دو گائیں بطورِ کفارہ ذبح کی جائیں کہ ہم نے بتوں کو توڑنے میں اتنی تاخیر کر دی، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں'۔ بحوالہ کتاب: لشکرِ دجال کی راہ میں رکاوٹ۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

جہاد کا مزہ!

''میں ارضِ فلسطین کا ایک بیٹا ہوں۔ کویت میں بستے فلسطین (کا سیاسی حل تلاشتے) بیٹوں کے دلوں میں جو گھاؤ ہے وہ میرے دل میں بھی رِس رہا ہے۔ لیکن مجھ میں اور ان کویت میں بستے [اور آج قطر میں بستوں کا بھی یہی حال ہے (ناقل قول)] فلسطین کے بیٹوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ میں نے فلسطین میں جہاد کیا یہاں تک کہ فلسطین میں جاری عملِ جہاد، سنہ ۱۹۷۰ء میں اردن میں کچل دیا گیا، بارڈر بند کر دیے گئے اور ہاتھ باندھ دیے گئے۔ لہٰذا میں مزید اس سرزمین پر نہیں جی سکتا تھا کہ میرے دل نے 'جہادی زندگی' کا مزہ چکھ لیا تھا...... اور جو دل جہاد کا مزہ ایک بار چکھ لے وہ 'جدوجہد' اور 'مشکلات' کی زندگی سے دور نہیں رہ سکتا۔''

(مجددِ جہاد، فضیلۃ الشیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ)

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: فروری تا اپریل ۲۰۲۱ء

اللہ پاک کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے ہمیں اپنا بندہ بنایا اور اپنے بندوں میں بہترین بندے کا امتی بنایا، صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ پاک اپنے بہترین بندے کے طریقے پر ہمیں تادمِ حیات چلائے رکھیں اور حسنِ خاتمہ، صورتِ شہادت، اپنی راہ میں عطا فرمائیں، آمین!

ولا نخاف إلا الله!

چند ہفتے قبل عباد الشیطان کے سرغنہ امریکہ کی کچھ ٹیکنالوجی کے مشاہدے کے سبب راقم کے دل پر خوف ساطاری ہوا۔ پھر اس خوف کو ربِّ رحمان نے خود ہی دل میں ایمان و سکینت ڈال کر رفع کر دیا۔

دل میں خیال ابھرا کہ امریکہ یا آج کا یہ نظامِ کفری کیسا طاقت ور ہے؟ اس کے پاس کیسی کیسی ٹیکنالوجی اور وسائل ہیں؟ سیٹلائٹیں اور ڈرون طیارے جو ہر گھڑی تاکتے رہتے ہیں۔ جی پی ایس (GPS) اور آر ایف آئی ڈیاں (RFIDs) جو ہر وقت آپ کی لوکیشن جانتی ہیں، ایسی ڈیوائسیں جو سینٹی میٹر کے حساب سے آپ کی حرکت محفوظ کرتی ہیں۔ بگنگ ڈیوائسیں (bugging devices) جو آپ کو آپ کی خواب گاہ میں بھی سنتی ہیں۔ پھر بظاہر زندگی بخشتے لندن کے پارک لین کے اپارٹمنٹس، نیویارک کی مین ہیٹن سٹریٹ اور نیویارک کی سکائی لائن، پیرس و وینس کے محلے اور ٹوکیو کی رونقیں۔ موت بانٹتے ڈیزی کٹر بم اور ٹام ہاک و ہیل فائر میزائل۔

دِل ڈر سا گیا۔

پھر کسی نے دل میں کہا 'یہ امریکہ ہے، خدا نہیں ہے۔ خدا کو تمہاری لوکیشن جاننے کے لیے جی پی ایس نہیں درکار، وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ۔ اس کو دیکھنے کے لیے کیمرے نہیں چاہییں اور سننے کے لیے بگنگ ڈیوائسیں نہیں درکار، وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ وہ اس دنیا کی چمکتی دمکتی زندگی کو دھوکے کا گھر، مکڑی کا جالا کہتا ہے اور اگلے جہاں کو ثابت بتاتا ہے 'وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ○۔ اسے موت دینے کے لیے میزائلوں کی حاجت نہیں ہے۔ امریکہ اگر خدا ہوتا تو یہ سب کام براہِ راست کرتا، اسباب کا تابع ہونا تو خود علامتِ حقارت و ذلت ہے، مخلوق ہونے کی دلیل ہے'۔

ہاتف کی یہ بات سن کر دل تھم گیا، شاید آنسو خوف سے بہہ رہے تھے لیکن ان کا منبع یکایک بدل گیا، فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ!

ہمارا صبر تجھے خاک میں ملا دے گا!

ہم امتِ توحید ہیں۔ قرآن کے حامل۔ سنت کے وارث۔ حق کی راہوں میں کٹ کٹ کے گرنا اور گر گر کے اٹھنا ہماری تاریخ ہے۔ ہم امتِ جہاد ہیں۔ ہم امتِ صبر و مصابرت ہیں۔ ہم امتِ رباط ہیں۔ ہم نے بڑے بڑے طاغوتوں اور فرعونوں کو خاک چٹائی ہے۔ ہمارا صبر پیہم دشمن کے لیے ذلت، شکست اور رسوائی ہے۔

چند روز قبل امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ افغانستان سے معاہدے کے مطابق نہیں نکلے گا۔ امریکہ کے اس اعلان کے پیچھے جو بھی 'خفیہ' ارادہ ہے وہ اسے خود بخوبی جانتا ہے۔ اس ارادے کے ساتھ امریکہ اور اس کے حواریوں کو یہ بھی بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ امریکہ کا ہر ارادہ ناکام ہو گا اور یہ طاغوت پچھلے طاغوتوں سے زیادہ ذلیل و رسوا ہو گا۔

ہمارا صبر تجھے خاک میں ملا دے گا
ہمارے صبر کا تجھ کو اثر نہیں معلوم!

قبرستانوں کے لیے اراضی افغانستان، یمن اور صومالیہ میں درکار ہے: امریکی ٹینڈر نوٹس

اہلِ صلیب؛ امریکہ تا فرانس و برطانیہ و جرمنی یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ 'معاہدۂ دوحہ' کسی کمزوری کا نہیں بلکہ 'قوت' کا نتیجہ تھا۔ لیکن چونکہ انہوں نے افغانستان میں ایک سال 'امن' سے گزارا ہے تو یہ شاید غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ امریکہ کے افغانستان سے مقررہ وقت پر نہ نکلنے کے اعلان کے بعد میری بات افغانستان میں مقیم اپنے دوست گل محمد سے ہوئی تو وہ بتانے لگا کہ اس اعلان کو سننے کے بعد مجاہدین خوشی کے مارے ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے کہ اگر امریکہ نہ گیا تو انہیں طاغوتِ عصر امریکہ کے خلاف جہاد سے اجرِ جزیل اور شہادتیں حاصل کرنے کا موقع مزید ملا رہے گا۔ یہ خوشی محض اس لیے نہیں ہے کہ اہلِ ایمان کسی معاہدے کی خلاف ورزی چاہتے ہیں جس کے وہ شرعاً پابند ہیں، بلکہ اس لیے کہ یہ مجاہدین موت کو زندگی سے زیادہ عزیز جانتے ہیں اور موت صرف اپنی ہی نہیں اہلِ کفر کی بھی خاص کر ان بدعہدوں اور وعدہ خلافوں کی جنہوں نے امارت اسلامیہ کے رسمی اعلان کے مطابق پچھلے تیرہ ماہ میں معاہدے کی 'بارہ سو (۱۲۰۰)' خلاف ورزیاں کی ہیں۔

ٹنوں بارود سے بھری گاڑیوں، ہمویوں اور بائیس ویلر (22 wheeler) ٹرکوں میں بیٹھ کر یہ مجاہد اہلِ کفر سے ان کی عزیز ترین متاع 'زندگی' چھیننے کے شوق میں اور اپنی عزیز ترین خواہش

’موت‘ کے حصول میں خوشیاں منارہے ہیں۔ امریکہ یاد رکھے کہ یہ اسلام کی عظمت کا زمانہ ہے۔ امریکہ اگر اپنی پوری فوج کا قبرستان افغانستان میں بنوانا چاہتا ہے تو بڑے شوق سے افغانستان میں ٹھہرے، اس کی خواہش ملا محمد عمر مجاہد کے وارث بخوشی پوری کر دیں گے!

جو بائیڈن نے اعلان کیا ہے کہ ’ہم افغانستان میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں بلکہ ایک واضح مقصد لے کر آئے تھے، ہم پر حملہ کیا گیا تھا اور ہم اس کا انتقام لینے اور القاعدہ کو ختم کرنے کے لیے آئے تھے، لیکن آج القاعدہ یمن اور صومالیہ میں زیادہ مضبوط ہو چکی ہے‘۔ القاعدہ کے یمن و صومالیہ میں مضبوطی کے اس ’اقبال‘ کے بعد جو حضرات بائیڈن کے مزاج کو جانتے ہیں وہ خود ہی اس خبر میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں کہ ’جو بائیڈن یہ کہنے کے بعد رو پڑے‘۔

امریکہ کو اپنا قبرستان صرف افغانستان میں بنوانا قبول نہیں یمن اور صومالیہ میں بھی ہزار ہزار مربع کلو میٹر کے قبرستان درکار ہیں: آپ اسے ٹینڈر نوٹس بھی سمجھ سکتے ہیں۔

ساتھ ہی کہا کہ ’امریکہ کابل میں ایک مؤثر سفارت خانہ بھی رکھنا چاہتا ہے‘۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ امریکی سفارت خانوں کا کیا کام ہوتا ہے۔ خیر اس ’مؤثر‘ سفارت خانے کی ’تاثیر‘ کا اندازہ مجھے اپنے دوست گل محمد کی جانب سے ملنے والی خبر سے بھی ہوا کہ امریکہ نے ماہِ اپریل کے آخری دو عشروں میں دس (۱۰) ملین ڈالر کی لاگت کے سکیورٹی کیمرے کابل شہر میں نصب کروائے ہیں اور جن سیکڑوں ترجمانوں کو معاہدۂ دوحہ کے بعد چھٹی دے دی گئی تھی انہیں ایک بار پھر کابل میں دوبارہ جمع کر لیا ہے (ان ترجمانوں کا کام امریکی چھاپوں میں مقامی زبان بولنے والے افراد کے ساتھ امریکی فوجیوں کی انگریزی کا مقامی زبان اور مقامی زبان کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا ہوتا ہے)۔

افواجِ پاکستان کی توہین کے خلاف قانون

پاکستان میں جہاں بھی ریاست، آئین، قانون، پارلیمان وغیرہ وغیرہ کی ’تقدیس‘ کی بات آئے تو عام مشاہدہ ہے کہ ان کی ’تقدیس‘ کسی ’بھنگی‘ سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر یہاں کچھ مقدس ہے تو وہ ایک گائے ہے جس کے چمڑے کے نگار ’کیمو فلاج‘ صورت ہیں۔ اس گائے کو گائے کہنے سے بہتر جنگلی سانڈ کہنا زیادہ موزوں ہے گائے تو پھر بھی دودھ دیتی ہے، نفع رسانی کثیر خلقت اس سے جاری ہے۔

یہ سانڈ بھی کمال ہے۔ کھال اس کی ہاتھی بلکہ گینڈے سے بھی موٹی ہے۔ چر چر کر ایسا فربہ ہے کہ ایک یونٹ دوسری جگہ move کرے تو کانوائے کے کانوائے حرکت میں لائے جائیں۔ اس سانڈ کے یونٹوں کے سامنے ’چیف سانڈ‘ تقریر کرتا ہے (کیانی کیانی کہتے تھے اسے) تو کہتا ہے کہ آپ کے میس میں فی کس یومیہ چائے کی پتی کی مقدار دس گرام سے بڑھا کر بارہ گرام کر دی گئی ہے اور آدھا پاؤ دودھ یومیہ مزید ملے گا کہ جوان زیادہ چائے پی سکیں، گوشت فی کس آدھا پاؤ زیادہ ملے گا، ہر ایک کو یومیہ تین روٹیاں زیادہ ملیں گی، تو یہ سن کر ہر ’جوان‘ نعرے مار مار کر نہال ہو جاتا ہے[1]۔ گیرژن، ڈیفنس، نیول اینکرج، فضائیہ اور عسکری، پتہ نہیں کتنی چراگاہیں اور کھرلیاں موجود ہیں لیکن ہوَس ہے کہ مٹنے کو ہی نہیں آ رہی۔ کوئی شے ایسی نہیں جس سے یہ سانڈ اپنی کشائش کے لیے سہولتیں اور راحتیں ’کش‘ نہ کرتا ہو۔

لیکن حساسیت کا عالم ایسا ہے کہ کوئی ’اوئے‘ کہہ دے تو ’اوئی‘ ’اوئی‘ کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ عملاً ہے بھی ایسا ہی کہ بس اب کوئی ’اوئے‘ کہے تو نیا قانون جو ابھی اوائلِ اپریل (۲۰۲۱ء) میں منظور کیا گیا ہے اس کو دو سال قید اور دو لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنانے کے لیے بنا دیا گیا ہے۔

ظالم جس قدر ظلم میں بڑھتا ہے اسی قدر اس کی ’حساسیت‘ بڑھ جاتی ہے۔ یہ سب آئین میں ترمیمیں، یہ نئی نئی قانون سازیاں اس بڑھتے ظلم وطغیان کو سہارا دینے کے لیے ہیں اور کارگاہِ ہستی میں ہر شے کی مقدار مقرر ہے۔ ہر شے کو خالقِ ہستی نے زمان و مکان اور ابتدا و انتہا کی قید میں پابند کیا ہے۔ اسی طرح ظلم کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی۔ ابتدا میں یا بے شک بعد میں کوئی نہ روکے یا یہ نہ رکے تو طبعی ’انتہا‘ تو بہر کیف طے ہے ہی۔ فرعون و نمرود کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ ’اساطیر الاولین‘[2] ہیں۔ لیکن بعض ابھی ’حاضر سروس‘ طاغوت گزرے ہیں۔ جنرل احتشام ضمیر سے ’عافیہ صدیقی‘ کو اغوا کرنے کا بدلہ ’کوئی‘ نہیں لے سکا تو گالف کھیل کر جب گھر آیا تو ’سوئی گیس‘ نے ’اوئی‘ کرنے کا موقع بھی نہ دیا اور وہ صرف قمقمہ روشن کرتے ہی ’بھسم‘ ہو گیا۔ نیک محمد شہیدؒ سے معاہدے میں دھوکہ بازی کرنے والا جنرل صفدر (اگر یہ مرگِ سگاں مر نہیں گیا تو) یورپ کے ہسپتالوں میں دماغی کینسر کا علاج کروا رہا ہے۔ مشرف کی ایک ویڈیو ہے، کمانڈو ’ماشاء اللہ‘ ایسا قوی ہے کہ منہ میں سگار دبا رکھا ہے، سیدھے ہاتھ سے ایک سپاہی سے ’میکاروف‘ پستول لیتا ہے، ہاتھ بلند کرتا ہے اور گولی چلاتا ہے، لیکن ہاتھ پر اعشاریہ ایک فیصد بھی لرزا نہیں آتا، آنکھیں تو ایس ایس جی کمانڈو کی فائر کرتے جھپکتی ہی نہیں۔ لیکن دوسری ویڈیو ہے کہ دل کی بیماری پیدا ہوئی، ایک رگ اوپر نیچے ہو گئی تو ’اوئی‘ ’اوئی‘ کر رہا ہے۔ ظلم کی حد ہوتی ہے، ظلم کی میعاد ہوتی ہے۔ لکھنے اور پڑھنے والے شاید قوی نہ ہوں گے، لیکن کارگاہِ ہستی کا خالق بہت قوی ہے اور وہ لکھنے اور پڑھنے والوں کا ’ولی‘ ہے اور اس خالق نے کچھ طریقے جاری کر رکھے ہیں اور کبھی کبھی تو خالقِ ہستی یک دم بھی رسی کھینچ لیتا ہے۔

ایک مجاہد ساتھی جنہوں نے آئی ایس آئی کی جیل کاٹی، ایک دن سنانے لگے کہ وہ جس کوٹھڑی میں بند تھے وہاں کا ایک پختہ عمر کا حوالدار سنتری بڑا ظالم تھا۔ کہنے لگے کہ ایک دن میں نے کوئی ضرورت کی چیز مانگی تو اس نے نہ دی، میں نے اپنی جھولی دونوں ہاتھوں سے تھامی اور اٹھائی اور ساتھ ہی کہا کہ میں تیرے لیے بددعا کروں گا۔ وہ سن کر چلا گیا۔ اگلے دن نہ آیا، ایک، دو، تین، چوتھے روز آیا تو آتے ہی پاؤں پڑ گیا۔ کہنے لگا مجھے معاف کر دو تم نے میرے لیے بددعا کی

---

[1] مجھے کیانی کی یہ ویڈیو القاعدہ برِصغیر کے اعلام (میڈیا) سے وابستہ ایک ساتھی نے دکھائی جو فوج میں موجود بعض مجاہدین نے بھیجی ہے۔

[2] اساطیر الاولین: پچھلے لوگوں کے قصے کہانیاں۔

تھی۔ میں نے کہا میں نے تو نہیں کی۔ کہنے لگا اس دن کی تھی ناں جھولی اٹھا کر۔ میں نے کہا وہ تو میں نے ایسے ہی جھولی اٹھائی تھی، بد دعا کرنا مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ کہنے لگا شادی کو کئی سال ہو گئے، اولاد نہ تھی، ابھی چند دن پہلے بچہ ہوا تھا، جس دن تم نے جھولی اٹھائی مر گیا۔

نئے نئے قانون نہ بناؤ، قانونِ خدا دیکھو!

ظالم حوالدار سنتریوں سے حوالدار کرنیلوں اور لیفٹیننٹ جرنیلوں تک سب ہی جا کر اپنے قید خانوں میں پڑے 'ویلوں' کی 'دلٹیں' دیکھیں۔ پھر اپنی اولادیں شمار کریں اور اپنی جانیں بھی۔ پھر جھولیاں گنیں، رب کے یہاں ان جھولیوں کی بڑی قدر ہے، وہاں دیر ہے اندھیر نہیں!

انصاف وہ جو امریکہ (کا) من بھائے ؟!

تقریباً نو ماہ قبل سندھ ہائی کورٹ نے برطانیہ میں پیدا ہونے والے پاکستانی نژاد، ایچی سَن کالج اور لندن سکول آف اکنامکس میں زیرِ تعلیم رہنے والے 'احمد عمر شیخ' کی 'ڈینیئل پرل کیس' میں رہائی کا فیصلہ سنایا تھا۔ سب سے پہلے تو سندھ حکومت یعنی پیپلز پارٹی نے اس پر شور مچایا اور 'قانونی' چارہ جوئی کی اور اس مقدمے میں فریق بنی لیکن عدالت 'اپنے' اصولوں کے مطابق فیصلے پر قائم رہی۔ شنوائی وغیرہ ہوئی اور فیصلہ احمد عمر شیخ کے حق میں ہی آتا رہا۔

ہوتے ہوتے یہ کیس سپریم کورٹ آف پاکستان میں پہنچا اور جنوری ۲۰۲۱ء کے آخری عشرے میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے بھی سندھ ہائی کورٹ ہی کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے 'احمد عمر شیخ' کی رہائی ہی کا فیصلہ دیا۔ جس روز فیصلہ صادر ہوا اسی روز امریکہ نے بیان دیا کہ 'ڈینیئل پرل کیس کے مرکزی مجرم احمد عمر شیخ کی رہائی کے فیصلے پر ہمیں تشویش ہے اور (اگر پاکستان چاہے تو) ہم یہ کیس امریکہ میں بھی چلا سکتے ہیں'۔ نیز پاکستان کے اربابِ حکومت و عدالت سے کہا کہ 'آئین و قانون میں موجود تمام راستے دیکھے جائیں اور احمد عمر شیخ کے خلاف کارروائی کی جائے' (جو کچھ ایف اے ٹی ایف کے کہنے پر ہو رہا ہے تو اس اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آئین و قانون پہلے سے اس کے بارے میں کچھ نہیں ہے تو فوراً بناؤ)۔

اس 'امریکی' معیارِ 'انصاف' پر چند نکات ملاحظہ فرمائیے:

- پاکستان کا عدالتی نظام بھی اسی کوکھ سے پیدا ہوا ہے جس کوکھِ نامسعود سے امریکہ وجود میں آیا، یعنی برطانیہ۔ پاکستان کے آئین و قانون کا ایک بڑا حصہ اور عدالتی نظام کا بیشتر حصہ یعنی روایات و امثال (Traditions and Precedents) اور تعبیرات (Interpretations) برطانوی عدالتی نظام اور آئین و قانون پر مبنی ہیں۔ یہ نظام کوئی 'شرعی عدالتی نظام' نہیں ہے جس میں قرآن و سنت اور مجتہد علما و فقہا کی روایات و امثال اور تعبیرات استعمال ہوتی ہوں، جن کا نام سن کر امریکہ 'بہادر' پر 'کپکپی' طاری ہو جاتی ہو۔
- یہی پاکستان کا عدالتی نظام ہے جو رمشا مسیح اور آسیہ مسیح کے لیے 'رحمت' ہے اور اس 'رحمت' کو امریکہ بھی 'رحمت' ہی جانتا ہے، ایسے فیصلوں پر عدالتوں کے ججوں کو شاباش دیتا ہے، سراہتا ہے اور جرأت مند قرار دیتا ہے۔
- اس وقت پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے جو قریباً دو دہائیاں (جس میں سے قریباً نصف کال کوٹھری/Death Cell میں) بند رہنے والے 'احمد عمر شیخ' کے 'حق' میں رہائی کا فیصلہ دیا تو وہ قانونی باریکیاں اور آئینی اونچ نیچ دیکھ کر دیا اور حمایتِ اسلام و جہاد کی توقع ان عدالتوں اور ججوں سے ایسی ہے جیسے بکرے سے دودھ کی توقع ['(سود پر) اللہ پوچھ لے گا' اور ممتاز قادری کو یہ کہنا کہ اسلام کی رو سے آپ نے بہت بڑا کارنامہ کیا ہے لیکن آئینِ پاکستان کی رُو سے یہ (سلمان تاثیر ملعون کا قتل) ایک جرم ہے، انہی عدالتوں سے برآمد شدہ ہیں اور گستاخِ رسول آسیہ ملعونہ کو رہا کرنے کے فیصلے کی دستاویز پر پہلے کلمہ لکھنا اور نیچے اس کی رہائی کا فیصلہ؛ یہ 'زندقہ' بھی انہی عدالتوں سے برآمد ہوا ہے]!
- احمد عمر شیخ پر امریکی یہودی صحافی ڈینیئل پرل کے قتل یا اغوا میں شمولیت کا الزام ہے (جس کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ یہ دراصل سی آئی اے کا سٹیشن چیف تھا) اور احمد عمر شیخ اسی مقدمے میں سزا جھیلنے اور دیگر الزامات پر عدم ثبوت یا قانونی تقاضے پورے ہو جانے کے بعد ان 'اعلیٰ' عدالتوں کی جانب سے رہا کیے گئے ہیں۔
- ریمنڈ ڈیوس بھی کسی 'چڑیا' کا نام تھا، جس نے دن دہاڑے لاہور کے مزنگ چوک پر دو پاکستانی شہریوں (جو روایات کے مطابق آئی ایس آئی کے اہلکار تھے) کو قتل کیا تھا اور ریمنڈ ڈیوس کی مدد کو آنی والی امریکی گاڑی میں موجود سی آئی اے اہلکاروں نے ایک تیسرے شہری 'عباد الرحمٰن' کو گاڑی سے کچل کر شہید کیا تھا۔ ریمنڈ ڈیوس نے اپنے جرم کا اقبال بھی کیا، بلکہ پوری کتاب بھی اس سارے واقعے پر لکھ ڈالی ہے اور دیگر کئی امریکی و مغربی مصنفین بھی اس سارے واقعے پر کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ برطانوی اخبار 'دی ٹیلیگراف' کے مطابق ریمنڈ ڈیوس پاکستان میں سی آئی اے کا قائم مقام سٹیشن چیف تھا۔

ذرا غور کیجیے کہ عدالتی نظام بھی مغربی 'ورلڈ آرڈر' والا، جج بھی ظاہر و باطن میں انگریز و مغرب کے غلام (جن کے ظاہری سر اور سینے میں چھپے دل پر انگریزی وِگیں چڑھی ہوئی ہیں)، روایات و امثال و تعبیرات جن کے مطابق احمد عمر شیخ کے حق میں فیصلہ ہوا انگریزی، بقول امریکی و پاکستانی انتظامیہ و عدلیہ احمد عمر شیخ نے ایک آدمی کے قتل یا اغوا میں شمولیت کی، ریمنڈ ڈیوس نے ثابت شدہ ایک نہیں دو بندے قتل کیے اور بیسیوں لوگ اس کے عینی گواہ۔ لیکن ریمنڈ ڈیوس کے حق میں پاکستان کی اعلیٰ والا نہیں مجسٹریٹ و سیشن جج لیول کی عدالت 'بریت' (یا تک

مُکا کہہ لیں)کا فیصلہ دے[اور اس کو شرعی قانون کے مطابق (دیت کا) فیصلہ قرار دے]تو وہ 'قانونی تقاضے' پورے کرنے والی اور یہ فیصلہ 'انصاف' کی تجسیم۔ اور اعلیٰ عدالتیں قریباً دو دہائیاں جیلیں کاٹنے والے احمد عمر شیخ کو بری کریں تو اس میں نہ 'قانونی تقاضوں' کی تکمیل اور نہ ہی یہ 'انصاف'؟!

مزید امریکی وزیرِ خارجہ ٹونی بلنکن اور سٹیٹ ڈپارٹمنٹ و امریکی کانگریس نے حکومتِ پاکستان کو مختلف مراسلوں کے ذریعے انصاف حاصل کرنے کی مزید کوششوں کا کہا جن پر حکومتِ پاکستان (یعنی سندھ حکومت کے بعد وفاق) نے بھی اس مقدمے میں احمد عمر شیخ کے خلاف فریق بننے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس اعتبار سے ایک اور کیس کو دیکھیے:

- امریکہ میں بھی ایک 'پاکستانی' عافیہ صدیقی قید ہیں اور انہیں امریکہ نے چھیاسی (۸۶) سال قید کی سزا سنائی ہے۔
- موجودہ وزیرِ اعظم اقتدار میں آنے سے پہلے عافیہ صدیقی کے حق میں بہت سے بلند و بانگ دعوے کرتے رہے ہیں کیا موجودہ وزیرِ اعظم حکومتِ پاکستان کی طرف سے کم از کم اتنا کریں گے کہ وہ امریکی متعلقہ حکام کو ایک خط لکھیں اور کہیں کہ جس طرح آپ احمد عمر شیخ کا کیس امریکہ میں چلانے کی پیش کش کر رہے ہیں تو اسی طرح ہم بھی عافیہ صدیقی کا کیس پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ میں چلانا چاہتے ہیں اور یہ ہمارا 'حق' بھی ہے کہ عافیہ صدیقی پاکستانی شہری ہیں؟!
- کم از کم حکومت و ریاستِ پاکستان امریکی صدر کو یا کانگریس کو یا جس طرح احمد عمر شیخ کے کیس میں واشنگٹن میں متعین پاکستانی سفیر کو خط لکھ کر اپنی تشویش سے آگاہ کیا گیا اس طرح اسلام آباد میں متعین امریکی سفیر کو خط لکھ کر عافیہ صدیقی کے کیس میں تشویش کا اظہار کر سکتے ہیں؟

یا یہ سمجھا جائے کہ انصاف وہ جو امریکہ (کا) من بھائے!

عورت مارچ کے مقابلے میں حیا مارچ

جن 'سادوں' کا خیال یہ ہے کہ 'حیا مارچ' سے 'عورت مارچ' کنٹرول میں آ جائے گا وہ نہایت نادان ہیں۔ اگر ایک طرف کتے بھونک رہے ہوں اور آپ محض دوسری طرف کوئی اور اچھی بات نہیں بلکہ اعلیٰ ترین بات یعنی 'تکبیر و تہلیل' بلند کرنا شروع کر دیں تو اس سے کتے خود بخود غائب نہیں ہو جائیں گے اور کتوں کی بک بک شیریں کلمات میں نہیں بدل جائے گی؟!

مکہ فتح ہو چکا تھا لیکن شارعِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف نہیں لے کر گئے کہ اب تک خانہ کعبہ کے گرد عریاں طواف ہوتا تھا، تالیاں پیٹی اور سیٹیاں بجائی جاتی تھیں اور مشرک حج کرتے تھے۔ اس سال آپ نے حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا اور حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعے منادی کروائی کہ اس سال کے بعد اس سب خرافات پر پابندی ہے اور مشرکوں کے حج پر بھی پابندی ہے۔

یہ نہیں کیا گیا کہ 'احرام' میں مستور لوگوں کی کثرت سے ننگے لوگوں کو اقلیت میں بدل کر 'غالب' ہوا جائے اور 'لبیک اللھم لبیک' کی صدائے اعلیٰ وارفع سے تالیوں اور سیٹیوں کے شورِ لغو کو مغلوب کر دیا جائے (جو ظاہری اعتبار سے ممکن تھا کہ ایسے ننگ دھڑنگ لوگوں کی تعداد اس حج میں ساتر و شریف لوگوں کے مقابل آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی)۔ بلکہ 'قوتِ نہی عن المنکر' سے منادی کروائی اور اس کے بعد اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ورنہ ساری کائنات کا ایمان ایک طرف اور حضور افضل المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان ایک طرف بلکہ پھر بھی اعلیٰ اور بدرجہا بھاری اور اس ایمان کے سامنے تو ہر شے مغلوب ہے، لیکن آپ خود نہ گئے (اور اس سال حضرتِ صدیقؓ کو اس لیے بھیجا کہ حج تو بہر کیف فرض تھا)۔

چلیں اگر 'حیا مارچ' فائدہ دے بھی تو کم از کم یہ تو کیجیے کہ اس 'فساد' کی خبر لیں اور اس کو بند کروائیں۔ دین کے قطعی احکام میں 'گرے' کچھ نہیں ہوتا یا بلیک ہوتا ہے یا وائٹ۔ ایک مرحوم اللہ والے سے جو جوانی میں (پچاس ساٹھ سال قبل) سٹوڈنٹ پالیٹکس کرتے تھے، سے چند سال قبل 'رائٹ اور لیفٹ' کی سیاست کا پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ 'اب تو "رائٹ اور رانگ" کا زمانہ ہے!'۔

دین غالب ہونے آیا ہے، کفر کے مساوی چلنے کے لیے نہیں! مَنوں دودھ میں ایک قطرہ پیشاب کا ملا دیں تو سب ہی ناپاک قرار پاتا ہے!

امریکہ کا بیڑا غرق ہو رہا ہے

ہر شے کی کچھ علامتیں ہوتی ہیں، کچھ بڑی اور کچھ چھوٹی۔ امریکہ کا بیڑا غرق ہو رہا ہے اور اس امر کی بہت سی علامتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔

جو بائیڈن جب سے اس بیڑے کا ناخدا بنا ہے تو اس کے ساتھ بعض شامتیں مزید شامل ہو گئی ہیں۔ اہلِ اسلام کے یہاں تو عورتوں کی 'حکمرانی' کا سوال ہی نہیں ہے، جب شہنشاہِ ایران کے مرنے پر اہلِ ایران نے غالباً اس کی بیٹی کو اپنا حکمران بنایا اور حضور سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا 'وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملات کی ذمہ داری کسی عورت کے سپرد کر دے!' (صحیح بخاری)۔

ایک تو امریکی تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے کہ ایک عورت 'نائب صدر' بن گئی ہے، پھر بائیڈن کابینہ میں 'وزیرِ خزانہ' بھی ایک عورت کو لگا دیا گیا ہے اور بجٹ دفتر کا سربراہ بھی ایک عورت کو۔ یہی اقدامات کم نہ تھے کہ صدارت سنبھالنے کے چوتھے پانچویں روز ہی بائیڈن نے حکم جاری کیا کہ 'امریکی فوج میں "ہیجڑوں[1]" کی شمولیت پر عائد پابندی ختم کی جاتی ہے'[2]۔

---

[1] خدانخواستہ اللہ کی تخلیق کا مذاق اڑانا مقصود نہیں ہے۔ جو بائیڈن نے اپنے حکم نامے میں 'Transgender' کی اصطلاح استعمال کی جو ہمارے معاشرے میں 'کھسر*' کہلاتے ہیں اور یہ پیشہ ور و بدکردار لوگ ہوتے ہیں۔

[2] ہم بھی خواہ مخواہ اس پر حیران ہو رہے ہیں حالانکہ پاکستان میں 'الماس بوبی' عرف 'جنرل کیانی' اور 'راحیل شریف' (جس کو بچپن سے ہی 'بوبی' کہتے تھے)، 'آرمی چیف' رہ چکے ہیں۔

ٹرمپ ہو یا بائیڈن......وَن اینڈ دی سیم تھنگ!

یہودی مفادات کا تحفظ ہمیشہ امریکہ میں ہوتا رہے گا۔ اقتدار منافق ڈیموکریٹس کے پاس ہو یا ڈنکے کی چوٹ پر ہر کام کرنے والے ریپبلکنز کے پاس۔ انگریزوں کی ناجائز اولاد 'اسرائیل' کے لیے اگر وائٹ ہاؤس میں پہلے 'جیرڈ کشنر' تھا تو اب پوری وزارتِ خارجہ ٹونی بلنکن کے پاس ہے جو کہ ایک یہودی ہے!

آنگ سان سُوچی

استعمار کے پروردہ ایک فوجی، میجر جنرل 'آنگ سان' کی بیٹی 'سُوچی'۔ جمہوریت کی نام لیوا و دعویدار، مسلمانوں کی قاتل، بڈھی ڈائن، 'آنگ سان سُوچی'۔ چند ہفتے قبل آنگ سان سوچی کی جمہوری حکومت کو برما کی فوج نے برطرف کر دیا اور سوچی کو نظر بند۔

- ایک حدیثِ نبوی کا مفہوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی ظالم کی مدد کرتا ہے تو اللہ اسی ظالم کو بعد میں اس پر مسلط فرما دیتا ہے۔ سوچی جو خود بھی مسلمانوں کی اس حد تک شدید دشمن ہے کہ جب اسے چند سال پہلے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے معلوم ہوا کہ میزبان صحافی عورت 'مشیل حسین' (نام کی) مسلمان ہے تو اس نے انٹرویو بیچ میں چھوڑ دیا، اسی سوچی نے ظلم و تشدد کی انتہا برمی فوج اور برما کے 'دنیادار' یوگیوں کی اسلام دشمنی میں حمایت کی۔ آج یہی فوج اس پر مسلط ہو گئی ہے۔

- سوچی کی نظر بندی اور حکومت کی برطرفی اور اقتدار پر فوجی قبضے پر امریکہ اور مغربی قوتیں مچل رہی ہیں اور غش کھا رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ یہ سب جمہوریت کی پامالی ہے۔ دراصل مغربی قوتوں کو جمہوریت سے اتنا 'پیار' نہیں ہے جتنا وہ اظہار کرتی اور جتلاتی ہیں، بلکہ انہیں محبت اپنے آپ سے اور اپنے مفادات سے ہے۔ انہی مفادات کو مصر میں حسنی مبارک جیسا آمر پورا کرے تو آنگ سان سوچی کا خاص یار اوبامہ کہے کہ 'کچھ لوگ جمہوریت کے بغیر بھی بہت اچھا کام کر رہے ہیں'، پھر مغرب و امریکہ ہی اخوان المسلمون کی جمہوری حکومت کو الٹانے والے فوجیوں اور سیسی جیسے آمر کے حامی ہیں۔ سعودی عرب میں آمرانہ بادشاہت ہی خوب تر ہے۔ پاکستان میں ایوب خان سے پرویز مشرف تک سبھی فوجی آمر امریکہ کے منظورِ نظر تھے۔ ماجرا برما میں بس اتنا سا ہے کہ 'سوچی' ان کا اپنا مہرہ تھی اور حالیہ فوجی انقلاب میں چین کا عمل دخل ہے۔ عامیانہ سا محاورہ ہے 'ہمارا کتا، کتا اور تمہارا کتا ٹامی'؟!

فیئر اینڈ لَوْلی سے گلو اینڈ لَوْلی تک

معیار، اخلاق و کردار اور حسنِ سیرت ہی ہے۔ حسنِ صورت ایک تو عارضی ہے اور اصل بات پیمانۂ دنیوی میں بھی یہ ہے کہ حسن و حسن پرستی چند دن میں زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ حسن و عشق کو دیکھنے اور برتنے کی جا دنیا نہیں، جنت ہے۔

'حامدہ' جب تک چراغِ خانہ تھی، اہلِ خانہ و صاحبِ خانہ سب ہی شاکر بھی تھے اور خوش بھی اور سب سے بڑھ کر 'حامدہ' خوش حال تھی۔ جب سرمایہ دارانہ نظام 'حامدہ' کو گھر سے نکال کر لایا اور اس کو شمعِ انجمن بنایا تو ساتھ ہی اس کو بتایا کہ اس منڈی میں حسن بکتا ہے۔ اس نظام میں حُسن ملاحتِ نقوش کا نام ٹھہرا تو پلاسٹک سرجری آئی، حسن ملاحتِ لون کا نام ہوا تو سیکڑوں کاسمیٹکس میں ایک اور 'فیئر اینڈ لولی'، 'ہندوستان یونی لیور' نے متعارف کروائی کہ ہمارے خطے کا غالب رنگ گورا نہیں گندمی و سانولا ہے اور چونکہ فکر و تحریکِ حسن بازار مغرب سے آئی تو معیارِ رنگ ہمارے یہاں 'سفیدی' ٹھہرا۔

مغربی حسن کا بھی اس نظام نے استحصال کیا اور وہاں رنگِ 'گندمی' و سانولے پن کی تلاش میں 'tanning' ہوتی ہے۔

سرمایہ دارانہ جمہوریت میں، آزادیٔ نسواں کے فلسفوں میں، 'فیمن ازم' نے بھی زور مارا۔ گھروں کو توڑنے کے لیے بقولِ شخصے 'مردمار قسم کی عورتیں' نکلیں۔ اب فکر میں غلبہ صرف 'مردوں' کو درکار 'مال' کا نہیں رہا، عورتیں گاڑی کا مساوی پہیہ ہیں۔ سو وہ تو مردوں ہی کی طرح کہیں کالی ہیں، کہیں گوری اور کہیں گندم گوں۔ فیمن ازم نے 'گوری اور خوبصورت' (Fair & Lovely) کا رد کیا اور سرمایہ دارانہ نظام نے فوراً اپنا brand بدلا، اب درکار مال 'چمکتی اور خوبصورت' (Glow & Lovely) ہو گیا ہے۔

کل کلاں اگر گٹر میں نہانا معیار ٹھہرا تو جس طرح چین میں 'تازہ ہوا کے کنستر' (Fresh Air Cans) ملتے ہیں اسی طرح گٹر کا 'آبِ حیات' بھی بکنے لگے گا، امریکہ میں Grass Juice یعنی گھاس کا رس اور Grass Shake یعنی گھاس کا ملک شیک تو اب بھی بکتا ہے اور بہت مہنگے داموں۔

اضافۂ حسن اور اچھا دکھنا انسانی فطرت ہے، لیکن گوروں کو کالا بننے کی تحریض اور کالوں کو گورا بنانے کی مہم استحصال ہے اور کسی قسم کا بھی استحصال ایک بری چیز ہے۔ گھر کی زینت گھر میں جچتی اور اچھی لگتی ہے، دِل کیسا ہی قیمتی اور اہم کیوں نہ ہو کوئی بھی اس کو سینوں کی تہوں سے نکلوا کر ماتھے پر لگوانا نہیں چاہے گا۔

(باقی صفحہ نمبر 36 پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارتِ اسلامیہ افغانستان

امریکی صدر جو بائیڈن کے حالیہ اعلان کے بارے میں امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

امریکی صدر کا حالیہ اعلان (افغانستان سے فوجوں کا انخلا، افغان مسئلے کا فوجی حل نہیں، طالبان سے دوبارہ جنگ میں شامل ہونے کی عدم قوت اور ہم ہمیشہ وہاں نہیں رہیں گے، انخلا کسی شرط سے مشروط نہیں اور دوحہ معاہدہ بھی اہم اور قابل اعتماد ہے اور اس کے مطابق اپنی فوجوں کا انخلا کریں گے) ان تمام باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امریکی حکام کسی حد تک افغانستان کی صورتحال کا احساس کر چکے ہیں اور جنگ طلب عناصر کی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔

مگر چونکہ امریکہ فوجوں کے انخلا میں چندماہ کی تاخیر اور ستمبر تک اس کی تکمیل چاہتا ہے، تو اس بابت ہم درج ذیل نکات کا اعلان کرتے ہیں:

- امریکہ کا یہ فیصلہ دوحہ معاہدے کی کھلی خلاف ورزی اور اپنے وعدے پر عدم عمل ہے۔
- اس معاہدے پر اقوام متحدہ، متعدد ممالک اور تنظیموں کے نمائندوں کی موجودگی میں دستخط کیا گیا اور اب امریکی فریق خلاف ورزی کر رہا ہے، لہٰذا معاہدے پر دستخط کے دوران موجود تمام گواہ ممالک اور تنظیموں کو چاہیے کہ امریکہ پر دباؤ ڈالیں، کہ معاہدے میں کیے جانے والے وعدوں پر عمل درآمد کرے اور مقررہ وقت تک اپنی تمام فوجوں کو افغانستان سے نکالے۔
- طے شدہ معاہدے اور وعدوں کے باوجود ابتدائی مرحلے میں چھ ہزار قیدیوں کی رہائی کا سلسلہ دس دن سے چھ ماہ تک بڑھا دیا گیا، اس کے بعد بین الافغان مذاکرات کے آغاز سے تین ماہ کی مدت میں بقیہ قیدیوں کی رہائی، بلیک لسٹ کا خاتمہ، بارہ سو (۱۲۰۰) مرتبہ سے زیادہ خلاف ورزیوں کا ارتکاب اور آخر کار اب فوجوں کے انخلا کے مقررہ وقت میں چندماہ کی تاخیر کا اعلان کرنا، اس سے پوری دنیا کو معلوم ہو گا کہ امریکی فریق پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور امریکی اپنے وعدوں کے پابند نہیں ہیں۔
- تمام فریقوں کو سمجھنا چاہیے کہ امارت اسلامیہ نے اب تک معاہدے کی تعمیل کی، اس پر عمل درآمد کیا اور اسے تنازع کے واحد حل کا طریقہ سمجھا ہے، اب چونکہ امریکہ کی جانب سے معاہدے کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے، جو قانونی طور پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو لازم اقدامات اٹھانے کی راہ ہموار کرتی ہے، تو آئندہ عواقب کی ذمہ داری امارت اسلامیہ پر نہیں بلکہ امریکی فریق پر عائد ہو گی۔
- امریکی فریق اور تمام غاصب ممالک سے امارت اسلامیہ مطالبہ کرتی ہے کہ جنگ اور جارحیت کو طول دینے کی غرض سے بہانے نہ بنائے اور فی الفور افغانستان سے تمام فوجوں کو نکال لے۔
- امارت اسلامیہ کسی صورت میں بھی مکمل آزادی کے مطالبے اور حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ سے دستبردار نہیں ہوتی اور جارحیت کے مکمل اور یقینی خاتمے کے بعد افغان تنازع کا پرامن حل تلاش کرنے کے لیے پر عزم ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان

۳ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ ق

۲۶ حمل ۱۴۰۰ھ ش

۱۵ اپریل ۲۰۲۱ء

مصدر: www.alemarahurdu.org

ہم اسلامی نظام 'اسلامی طریقے' سے چاہتے ہیں!

ذبیح اللہ مجاہد حفظہ اللہ (مرکزی ترجمان امارتِ اسلامیہ افغانستان)

امریکہ نے ہمارے ملک پر جب جارحیت کی اور ہمارے خلاف مسلح لڑائی شروع کی تو اس کے ساتھ تبلیغاتی جنگ (media war) اور پراپیگنڈا بھی شروع کر دیا۔ کوشش یہ کی کہ ہماری تصویر بہت ہی غلط انداز میں پیش کرے اور قوم کو ہم سے متنفر کر دے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہم قوم کے حقیقی اور سچے فرزند ہیں اور قوم کو بھی اس کا احساس ہے اسی لیے وہ ہمارے شانہ بشانہ رہی ہے۔ اگر کوئی افغان دشمن کے پراپیگنڈے سے متاثر ہوا بھی ہے تو ہماری طرف سے اسے اطمینان ہونا چاہیے اور دشمن کے پروپیگنڈے پر توجہ نہیں دینی چاہیے۔ ہماری تو آج بھی پالیسی یہ چل رہی ہے کہ جو لوگ کل تک ہم سے برسرِ پیکار تھے اور ہمارے خلاف امریکہ کے کان اور آنکھ بن گئے تھے ان کے ساتھ بھی مفاہمت کی کوشش کر رہے ہیں تو عام لوگوں کو ہمارے آنے کی وجہ سے تشویش کیوں ہو گی؟

دوحہ معاہدہ ایک اہم بنیاد اور اصول ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس پر من وعن عمل کیا جاتا۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ امریکہ نے جزوی طور پر پہلے بھی خلاف ورزی کی اور مسلسل کرتا رہا۔ اور اب بنیادی شق یعنی افواج کے انخلا پر بھی وہ لیت و لعل سے کام لے رہا ہے۔ یہ چیز خود امریکہ اور استعماری عمل میں اس کے ساتھ تمام شرکا کے قول و فعل میں تضاد کو ظاہر کرتی ہے اور اس طرح کرنے سے ان کے کیے گئے وعدوں پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ جس کے بعد کسی بھی بات کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایسی بداعتمادی کی صورت میں ہمیں پھر عسکری حل کی طرف جانا ہو گا اور سنگین ترین لڑائی پیش آئے گی جس کی ذمہ داری خلاف ورزی کرنے والوں پر ہو گی۔ البتہ اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ جانب مقابل یقینی طور پر انخلا کا عمل کرے گا تب ہم اپنے رویہ میں لچک دکھانے کو تیار ہیں۔ کیونکہ انخلا سے ہی سارا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

ترکی میں منعقد ہونے والی کانفرنس سے متعلق ہمارا موقف آج بھی برقرار ہے کہ دنیا بھر میں کہیں بھی افغانستان کے مستقبل سے متعلق اگر کوئی کانفرنس منعقد ہوتی ہے اور اس میں افغانستان کے بارے میں فیصلے ہوتے ہیں اور عین اس وقت کہ ملک اب بھی جارحیت کی زد میں ہے اور بیرونی قوتیں یہاں موجود ہیں تو ہم کبھی اس کانفرنس میں شرکت نہیں کریں گے۔ جو لوگ ہم پر شرکت کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں ان کے پیشِ نظر اپنے مفادات ہیں لیکن ہم اپنے فیصلوں میں خود مختار ہیں اور فیصلہ وہی کریں گے جس سے ملک کی بہبود متعلق ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو شکست دی ہے اور زبردست شکست دی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم نہیں چاہتے کہ آئندہ آنے والا نظام ہم پر ہی منحصر ہو۔ ہم چاہتے ہیں ایک ایسا اسلامی نظام قائم ہو جائے جو ہر افغان کی امیدوں اور تمناؤں کا آئینہ ہو اور اس میں ہر افغان کو اپنا آپ نظر آئے۔ اب یہ بات کہ اس نظام میں مرکزیت کس کی ہو گی؟ اس بات کو بین الافغان مذاکرات میں اٹھایا جائے گا اور ان شاءاللہ وہیں پر اس کا حل بھی نکالا جائے گا۔

ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی نظام ہو اور اسلامی طریقہ سے ہو۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے اندر حکومت بنانے اور نظام تشکیل دینے کے لیے شورائی طریقے موجود ہیں جن کے ذریعہ سے افرادِ کار کا انتخاب ہوتا ہے۔ وہ طریقے ہمیں منظور ہیں۔ انہیں پر ہمیں یقین ہے اور ان ہی کے ذریعے ہم نظام بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے برعکس کابل انتظامیہ جن انتخابات کی دُہائی دے رہی ہے وہ اس قوم اور ملت کو قابلِ قبول نہیں ہیں۔ جتنی دفعہ یہاں انتخابات کا ڈھونگ رچایا گیا ہے آخر کار فیصلہ نتائج پر نہیں بلکہ امریکی وزیر کے حکم پر ہوا ہے جس کا نتیجہ تقسیم مملکت و حکومت اور سودے بازی کے علاوہ کچھ نہیں نکلا ہے۔ پھر ان انتخابات کا صاف مطلب جھوٹ، دھوکہ اور فریب ہی ہے۔ ابھی حالیہ انتخابات میں قوم سے کیا کیا وعدے ہوئے لیکن اب تک کوئی ایک پورا نہیں ہوا ہے۔ اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ اپنی مجاہد قوم کو دھوکے اور فریب کی نذر کر دیں اور ملک کو ایک بحرانی راستہ پر گامزن کر دیں۔ ملک کو جنگ اور بحران سے نکالنے کا واحد راستہ اسلامی ہی ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں۔ انتخابات کو شفاف بنانے کے لیے یہ کہنا بالکل بے جا ہے کہ عالمی برادری کی نگرانی میں ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے ابھی حال ہی میں امریکہ کو دیکھا کہ وہاں بھی شفافیت نہیں رہی۔ تو ہم کیسے اعتماد کر سکتے ہیں کہ کوئی میکانزم اس عمل کو شفاف بھی بنا سکتا ہے۔

کوئی بھی ملک اگر یہ کہتا ہے کہ افغانستان میں فلاں نظام منظور ہے اور فلاں نہیں تو ہم اس کو مداخلت سمجھتے ہیں اور سختی سے اس کی مذمت کرتے ہیں۔ جس طرح ہم دوسروں کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے اور نہیں کہتے کہ فلاں ملک میں دھاندلی زدہ انتخابات منظور نہیں ہیں اسی طرح ان کو بھی اسی طرح سنجیدہ رویہ اپنانا چاہیے اور ہمارے جہاد سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ یہ ہم نے آزادی کے لیے کیا ہے۔ بیرونی ممالک کا ایک ہی حق ہے ہم پر کہ ہمارے ملک سے ان کے لیے کوئی خطرہ درپیش نہ ہو اس کی ہم انہیں ضمانت دیتے ہیں۔ باقی نظام کی تشکیل افغانوں کا حق ہے اور افغان ہی اسے طے کریں گے۔ کسی بھی بیرونی ملک کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

کابل انتظامیہ کے غلام اہلکار ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ایک فرد نے کہا ہے کہ "طالبان نے ملک کو تباہ کر کے اب امریکہ کے ساتھ القاعدہ سے تعلقات ختم کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔ اگر بیس سال پہلے ایسا کرتے تو یہ تباہی نہ ہوتی"۔ میں ایک یاددہانی ضرور کرانا چاہتا ہوں کہ......

(باقی صفحہ نمبر 36 پر)

توحید کا سفر

فضیلۃ الشیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی شہید رحمہ اللہ - اردو ترجمہ: چودھری عفان غنی شہید رحمہ اللہ

شیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی شہید 'القاعدہ' کے عمومی نائب امیر، 'القاعدہ جزیرۃ العرب' کے امیر اور شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے یہ گفتگو مجاہدین کی ایک مجلس میں فرمائی جس میں انہوں نے بامیان میں بدھا کے مجسموں کی تباہی کا آنکھوں دیکھا احوال بیان کیا، جنہیں مارچ ۲۰۰۱ء میں عمرِ ثالث، بت شکن، امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے حکم پر تباہ کیا گیا تھا۔ (ادارہ)

پوری دنیا کی نگاہیں افغانستان پر لگی ہوئی تھیں، بالخصوص اس وقت جب طالبان تحریک نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بدھا کے مجسمے تباہ کریں گے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ان مجسموں کی تباہی پر پوری دنیا میں کتنا شور مچا اور کتنا اختلاف کھڑا ہوا اور کیسے دنیا ان کی تباہی پر برانگیختہ ہوئی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ مجاہدینِ طالبان کی تحریک جب بامیان کے علاقے میں داخل ہوئی تو اس نے وہاں یہ بدھا کے مجسمے دیکھے۔ جنہیں دیکھتے ہی طالبان نے اسے تباہ کرنے کے لیے اس پر ٹینک کے گولے برسانے شروع کر دیے، لیکن وہ بہت طویل القامت تھے۔ اس پر دنیا میں بہت شور شرابہ مچا اور بعض فتاویٰ بھی صادر ہوئے اور بعض مسلمان علما بھی اس مسئلے کے لیے مجتمع ہوئے اور مختلف اطراف سے ان مجسموں کی خریداری کی طالبان کو پیشکشیں کی جانے لگیں۔ جب یہ شور شرابا امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد تک پہنچا تو انہوں نے یہ تاریخی الفاظ فرمائے کہ:

"مجھے یہ محبوب ہے کہ میں روزِ قیامت بت فروش کی بجائے بت شکن کے نام سے اٹھایا جاؤں!"

چین، جاپان اور دیگر بدھ مت کے پیروکاروں کی جانب سے بھی بہت وسیع و عریض پیشکشیں آئیں اور انہوں نے کہا کہ ہم ان مجسموں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے یہاں سے منتقل کر لیں گے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے طالبان کو بہت ہی بڑی رقوم کی پیشکش بھی کی۔

لیکن امیر المومنین نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ:

"وہ عبادت تو ہم ضرور سرانجام دیں گے جو تم کفار کو مبغوض کرے!"

چنانچہ اسے تباہ کرنے کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ انہی دنوں شیخ اسامہ بن لادن نے بھی فیصلہ کیا کہ ہم بامیان جائیں گے۔ ہم نے اپنے ہمراہ گاڑیاں، بلڈوزر اور زمین کھودنے والی مشینری تیار کیں کہ سفر میں ساتھ لے کر جائیں گے۔ کہاں جانے کا ارادہ تھا؟ بامیان جانے کا! القاعدہ ساری کی ساری بامیان روانہ ہو رہی تھی۔

ہم نے اس رات گیارہ بجے تک تمام سامان تیار کیا تاکہ صبح حرکت کی جائے۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ شیخ اسامہ ہم سے قبل روانہ ہو چکے تھے۔ میں عبد المجید فک اللہ اسرہ اور اپنے سسر عاصم کے ہمراہ بامیان کے لیے روانہ ہوا تو غزنی کے قریب میں نے شیخ اسامہ کی گاڑی دیکھی۔ میں نے اپنے ہمراہ ساتھیوں سے کہا کہ یہ شیخ اسامہ کی گاڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ناممکن! شیخ کو تو ابھی بامیان میں ہونا چاہیے۔ لیکن جب ہماری گاڑی شیخ کی گاڑی کے قریب ہوئی تو واقعی گاڑی میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ تھے۔ خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ گاڑی چلا رہے تھے۔ خالد شیخ کو آپ ہر مقام پر پاتے تھے۔ وہ بہت متحرک انسان تھے، اللہ انہیں رہائی عطا فرمائیں۔ میں نے انہیں دروازے کے پاس کھڑا پایا تو ان سے پوچھا کہ کیا گاڑی میں میری جگہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ گاڑی میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ، شیخ ایمن حفظہ اللہ، شیخ ابو ولید الانصاری فک اللہ اسرہ اور شیخ عیسیٰ رحمہ اللہ سوار ہیں۔

ہم بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ آپ لوگ اتنی تاخیر سے کیوں یہاں پہنچے ہیں ابھی تو اصولاً آپ کو بامیان میں ہونا چاہیے، میں نے شیخ اسامہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ (یوسف) قرضاوی قندھار آئے ہوئے ہیں، قندھار کے ایک مہمان خانے میں ان کے ہمراہ محمد عمارہ، طنطاوی اور نصر فرید ہیں جبکہ بحرین اور قطر کے بڑے عالم القرۃ داغی بھی آئے ہوئے ہیں۔ یہ وفد طالبان کو قائل کرنے آیا ہے اور طالبان کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ مجسمے مسمار نہ کریں۔ اس لیے ہمارے ساتھی بھی وہاں گئے ہوئے ہیں۔ شیخ ابو حفص اور شیخ سلیمان ابو غیث بھی وہیں ہیں۔ طالبان کے علما بھی موجود تھے۔ چنانچہ ہم لوگ بھی اس مجلس میں شریک ہوئے۔ ہماری خواہش تھی کہ اس مجلس کی ویڈیو بنائیں مگر طالبان نے اجازت نہیں دی لیکن کہا کہ صوتی ریکارڈر سے ریکارڈ کر لیں، یہ مقصد پورا کر دے گا۔

طالبان کے علما نے اس وفد کے ساتھ گفتگو کی پھر ان کی گفتگو کے اختتام پر (مجاہد) عرب علما نے گفتگو کی جنہوں نے اس وفد سے کہا یہی تو اصل ملت ابراہیم ہے اور ان بتوں کو توڑنے پر کوئی دو آدمی آپ سے اختلاف نہیں کر سکتے۔

اس کے جواب میں وفد نے کہا کہ: نہیں! ہم بتوں کو توڑنے کے مسئلے پر بات نہیں کرتے بلکہ انہیں توڑنے کا وقت مناسب نہیں ہے۔

شیخ ابو حفص المصری رحمہ اللہ نے کہا:

"طالبان بھائی، ان کے علماء اور افغان عوام کہتے ہیں کہ ہم ان بتوں کو توڑنے کے تمام نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہیں، تو اگر وہ لوگ تیار ہیں اور اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فیصلہ کر رہے ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر دیں، تو پھر ہم انہیں یہ بت توڑنے سے کیوں روکیں؟"

غرض بحث و مباحثہ طویل ہوتا گیا لیکن نتیجہ یہی نکلا کہ بت توڑے جائیں گے۔ اجتماع ختم ہوا، سب لوگ باہر چلے گئے اور وفد بھی ناامید واپس لوٹا۔ ہم لوگوں نے اس اجتماع کے......

(باقی صفحہ نمبر 54 پر)

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

عبد الرحمٰن غازی

یہ تاثر غلط ہے کہ ایٹمی ہتھیار کسی ملک یا قوم کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنا دیتے ہیں، اور اگر کوئی ملک دشمن کے نرغے سے بچا ہے تو یہ اس ٹیکنالوجی کی مرہون منت ہے۔ اگرچہ وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم کا مسلم قاعدہ ضرور موجود ہے لیکن یہ مومن کا کل ہتھیار نہیں بلکہ ایک جزو ہے۔ اصل قوت تو قوت ایمانی ہے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ساری جنگیں اسی قوت ایمانی سے جیتی ہیں۔

إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ (سورۃ الانفال:۶۵)

"اگر تمہارے بیس آدمی ایسے ہوں گے جو ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے۔"

یعنی کم عددی قوت ہو مگر قوت ایمان سے معمور ہو تو باطل پر غالب آئے گی۔ اس مضمون کو اقبال مرحوم نے اس طرح بیان کیا ہے:

؏ بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے

مسلمانان پاکستان کے ذہن میں یہ غلط بات ڈال دی گئی ہے کہ ایٹم بم وطن عزیز کے دفاع کا ضامن ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو جشن "یوم تکبیر" منانے والے ایٹم بم کے ہوتے ہوئے کارگل کی جیتی ہوئی جنگ کیوں ہار گئے۔ روس اپنے ہزروں ایٹمی اثاثوں کی موجودگی کے باوجود مجاہدین سے شکست کیوں کھا گیا۔ امریکہ اور اس کے حواری، نیٹو، ایٹم بموں، ڈرون طیاروں اور جدید ترین ٹیکنالوجی سمیت کیوں طالبان سے شکست کھا گئے اور صلح کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی رکھی کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ امریکہ عراق میں بھی شکست سے دوچار ہوا اور وہ جس مقصد کے لیے آیا تھا وہ بسائے آرزو کہ خاک شدہ کے مصداق ٹھہرا۔

اصل میں تو یہ جدید ٹیکنالوجی ہی مجاہدین کے ہاتھ عالم کفر سے روکے ہوئی ہے۔ بلکہ ایک منظم سازش کے تحت ایٹم بم کو خود طاغوتی اداروں نے راہ جہاد میں رکاوٹ بنا رکھا ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو شب و روز دجالی میڈیا یہ تاثر دیتے نہیں تھکتا کہ ایٹم بم آپ کا تحفظ کر رہا ہے خواہ شریعت ہو یا نہ ہو، قرآن دستور ہو یا نہ ہو۔ عدالت و تجارت شیطان کے مطیع ہوں۔ بس آرزو یہ ہو کہ تم نرم بستروں پر اپنے اہل و عیال کے درمیان عیش کے چند دن گزار و درآنحالیکہ ایسی زندگیاں تو دار الکفر میں بھی بہت سے مسلمان بے وقعت ہو کر جی رہے ہیں۔

اگرچہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ ایٹم بم اور میزائل بھی صرف ایک مخصوص شیطانی گروپ کے مفادات کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ مسلمانوں اور مسلم امت کی حفاظت کے لیے ہرگز نہیں ہیں۔ ایک ہی ٹیلی فون کال پر ڈھیر ہونے والا ایمان وایقان سے محروم بدبخت لشکر کا سیاہ کار جرنیل لاکھوں افغان مجاہدین کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کر پوری دنیا کے سامنے فخریہ کہتا ہے کہ 'جب طوفان چل رہا ہو تو سر نیچے کر لینا چاہیے کہیں سر ہی نہ اُڑ جائے'۔ جبکہ اس کے پاس ایٹم بم اور جدید ہتھیار موجود تھے۔ اس بد طینت نے عالم کفر کے لیے قلی کا کردار ادا کیا۔ یہ ایک ایسا شرمناک فعل تھا جو تاریخ میں پہلے بنو قریظہ کے حصے میں آیا اور بعد میں اس فوج کے ماتھے کا جھومر بنا۔ وطن نامی بت کے پجاری اور سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگانے والے اس ادارے اور امریکہ کی زر خرید ایجنسیوں نے اپنے ہی ملک کے ستّر ہزار مظلوم پاکستانی مسلمانوں کو، محض ڈالروں کے حصول کی خاطر صلیب کی بھینٹ چڑھا دیا۔

بدلے میں ملنے والی خون مسلم کی یہ اجرت، اجرتی قاتلوں کے ایک مخصوص شیطانی گروپ کے مفاد کے لیے ہے۔ یہ ایٹم بم اور میزائل پاکستان کے معصوم شہریوں پر بمباری کرنے والے پائلٹ ابھی نندن کو چوبیس گھنٹے تک اپنے پاس قید کرنے سے عاجز رہے اور بقول ایاز صادق جب ہندوستان نے حملے کی دھمکی دی تو پیشہ ور اور اجرتی قاتلوں کے پاؤں کانپنے لگے اور پسینے میں شرابور ہو کر لاکھوں مسلمانوں کے قاتلوں سے امن کی بھیک مانگنے لگے۔ یہ ایک سلطانی گواہ کی زبانی 'سجیلے جوانوں' کے بزدل جرنیلوں کی بزدلی کی داستان ہے۔ اسی ایٹمی ملک اور اس کی حفاظت پر مامور فوج نے اپنی بیٹی عافیہ صدیقی (فک اللہ اسرھا) کو دن دہاڑے بر سر عام صلیبیوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ محض بزدلی اور ڈالر کی حرص میں۔ اس سے زیادہ بے غیرتی تو ہو ہی نہیں سکتی۔ اس جھوٹے ایٹم بم اور طاغوتی فوج نے غزوۂ ہند کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ اور سادہ لوح مسلمانوں اور سادہ لوح مجاہد گروہوں کو یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ اس ایٹم بم کی بدولت ہم کشمیر آزاد کرائیں گے۔ حالانکہ اس بم کے ہوتے ہوئے انہوں نے درپردہ ہندوستان سے کشمیر کا سودا کیا اور بات یہاں تک پہنچی کہ اب محض چند منٹ کی خاموشی بلکہ سال بھر بھارتی فوج کی درندگی پر خاموش رہنے کے بعد ۵ فروری کو یوم یکجہتی کشمیر منانے سے کشمیر آزاد ہو گا۔ کیا اب بھی بعض سادہ لوح لوگوں کے گروہ اس شیطانی لشکر کے دامِ فریب میں آئیں گے؟

یہ بم اور میزائل نہ تو اسلام کے دفاع کے لیے ہیں اور نہ بھاری بھرکم ٹیکس ادا کرکے جرنیلوں کی توندیں پالنے والے مظلوم مسلمانوں کے دفاع کے لیے، یہ تو بس صرف ان بھگوڑوں کی حفاظت اور دیوثی کے لین دین کے لیے ہے کہ ان کے بل بوتے پر درہم و دینار (ڈالر اور یورو) کے سودے کرکے اللے تللے اُڑاتے رہیں۔

جب تک مسلمانان پاکستان خصوصاً دینی طبقات اور مجاہدین حالات کا سطحی مشاہدہ کرتے رہیں گے۔ ان دجالوں کے فریب کا شکار ہوتے رہیں گے۔ اللہ کے دین کو سربلند دیکھنے کی خواہش دل میں پالنے والے مسلمانوں کو اس جھوٹے طلسم سے نکلنا ہو گا۔ (باقی صفحہ نمبر 36 پر)

رمضان کے دشمن: سیکولر یا منافق؟!

ڈاکٹر عفت عبد الحلیم

دیسی لبرل ازم کا سٹیج دو دہائیاں قبل تک انگریزی روزنامے ڈان کے صفحات، ڈان ہی کے امیجز میگزین، آنٹی اگنی، اوپینئن صفحہ، انگریزی روزنامے دی نیوز اور اس کے ہفتہ وار میگزین اس وغیرہ کے صفحات ہوتے تھے۔ پھر دیسی لبرل ازم کا برانڈ دیگر انگریزی ناموں اور ویب سائٹوں کے فروغ کے ساتھ پھیلتا گیا۔ مغربی این جی اوز اور انہی این جی اوز کے ٹرینڈ پر چلتی ہوئی دیسی این جی اوز کے ایما پر دیسی لبرل ازم اور سیکولر ازم کے فروغ کے لیے کچھ بلاگز وجود میں آنے لگے۔ سوشل میڈیا کا نیا سیلاب فیس بک، ٹوئٹر اور یوٹیوب ڈیڑھ عشرے قبل جب پاکستان کے ساحلوں سے ٹکرانا شروع ہوا تو ایک نئے طوفانِ بد تمیزی کی فضا ہموار ہو گئی۔ اردو زبان میں اس طرح کی بد تمیزی ایک آدھ جگہ اس زمانے میں ابھری اور جلد ہی اسی زمانے میں ہی یہ ڈھول مٹی بیٹھ گئی۔ اردو میں اس مذکورہ 'ثقافت' کے سوشل میڈیا پر فروغ کے لیے بھی کئی کوششیں کی گئیں؛ وکی پیڈیا کی جانب سے ایک دہائی قبل یا اس سے کچھ مہ و سال اوپر نیچے اردو کانفرنسیں، ایک کینیڈائی مشن پر لگے محسن عباس کی منعقد کردہ کانفرنسیں اور ڈان گروپ ہی کے زیرِ انتظام اردو کانفرنس (جس میں پیش کردہ 'سازش' کے متعلق ابو شامل نے اپنے بلاگ پر لکھا) معروف ہیں۔

انگریزی زبان میں البتہ یہ بے لگام وائرس پھیلتا رہا اور اس بے حد و حساب جہالت کے فروغ کا عَلَم ڈان اور دی نیوز سے بھی زیادہ ایکسپریس ٹریبیون نے سنبھال لیا، خاص کر اس کے 'بلاگز' کے ویب صفحے نے۔ فکری زہر کے اعتبار سے تو ڈان بلا مقابلہ شدید ترین قاتل زہر کا پھیلاؤ کرنے والا ہے لیکن ظاہری وار میں ٹریبیون ہی اول نمبر ٹھہرے گا۔ راقمہ غالباً ایکسپریس ٹریبیون اور اس کے بلاگز کی اس وقت سے قاریہ ہے جب سے یہ منصوبہ (پراجیکٹ اور سازش دونوں معنی میں) لانچ ہوا ہے۔

یوں تو اس کی زہر افشانی اور دین دشمنی کے کئی پہلو ہیں، لیکن رمضان المبارک میں ہمارا موضوع امورِ رمضان ہی سے متعلق ہے۔ میں جب سے ٹریبیون کو فالو کر رہی ہوں تو قریباً ہر رمضان ہی میں، میں نے اس پر کوئی نہ کوئی زہر افشانی دیکھی ہے۔ چند چیدہ چیدہ واقعات یا خبریں اور بلاگز جو فوری یاد آ رہے ہیں، کچھ اس طرح ہیں:

- A man was beaten in Islamabad last week because he was eating publicly in Ramadan
- Restaurants ordered to stay closed in Ramadan
- I'm not fasting this Ramadan because I'm expecting
- I'm not fasting this Ramadan because I'm a nursing mom

وغیرہ وغیرہ۔

لیکن آج ہمارے دین کے اس اہم ستون اور اہم فریضے 'روزے' کے بارے میں زبان درازی، اس فریضے کا استہزا اور اس مہینے اور اس کے مبارک احکام کا مذاق اڑانے کے لیے دینِ لبرل ازم و سیکولر ازم کا ایک نیا دستہ اردو زبان میں جھنڈا اٹھائے میدان میں آ نکلا ہے۔ اس (بے غیرت) بریگیڈ کا نام بی بی سی اردو ہے (یوں تو بی بی سی اپنے یومِ پیدائش سے ہی اسلام کے خلاف ایک سیکولر۔ دراصل دین دشمن۔ مشنری ادارہ ہے لیکن اس کی دشمنی کا اظہار اب تک شعائر و علاماتِ دینیہ سے متعلق تھا، میری معلومات کی حد تک پہلی بار کسی بنیادی فریضے یا واجب سے متعلق معاملے پر 'زیادہ کھل کر' اردو زبان میں زبان درازی کی گئی ہے)۔

پچھلے ایک دو سالوں میں بی بی سی اردو نے ان گنت ایسے فیچرز، رپورٹیں اور کالم لکھے بلکہ آڈیو اور ویڈیو میں براڈکاسٹ کیے جن کا تعلق ان امور سے ہے جن کے بارے میں کوئی بھی شریف انسان اپنی خلوت میں میاں اور بیوی جیسے رشتے میں بھی گفتگو (ضرورت کے سوا) کرنا پسند نہ کرے، یا جہاں بات کرنا لازم ہو؛ امورِ دین میں فقہی معاملات میں یا امورِ دنیا میں میڈیکل معاملات وغیرہ میں۔ پھر جن میڈیکل پیچیدگیوں کے متعلق بات کی گئی ہے وہ statistics کے اعتبار سے اعشاریہ پانچ فیصد سے بھی کم ہیں اور دیگر امور عموماً میڈیکلی اور جدید طریقوں کی بجائے بڑی بوڑھیاں زیادہ بہتر آج کی 'ایڈوانسڈ' دنیا میں بھی 'ایڈریس' کر لیتی ہیں۔ بہر حال یہاں لبرل تہذیب کا دلدادہ اور محض اعتراض کرنے والا ذہن یقیناً سوال اٹھائے گا (بلکہ اٹھایا ہی گیا ہے) کہ یہ امور انسانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کو taboo کا درجہ کیوں دیا جائے؟ تو پہلے اس کا جواب دیکھ لیجیے:

- قضائے حاجت اس ضرورت سے زیادہ اہم امر ہے جس امر سے متعلق پبلک پلیٹ فارمز پر بات ہو رہی ہے، تو کیا کل کلاں اس سارے عمل کے متعلق ویڈیوز و آڈیوز بھی پبلش کرنا لازمی ٹھہرے گا (گو کہ انگریزی و ہندی فلم انڈسٹری میں اس کا سنگِ بنیاد رکھا جا چکا ہے)۔
- ہر امر کی کچھ حدود ہوتی ہیں۔ یہ معاملات پبلک میں زیرِ بحث لانا انسانی شرافت و قدر کے مخالف و متضاد ہیں۔ امریکہ جیسے فارورڈ ملک میں بھی کچھ حدود ہیں اور امریکہ میں بھی اگر آپ بعض حدوں کو پھلانگیں تو آپ کی تادیب کی جاتی ہے۔ مثلاً کلنٹن۔ مونیکا افیئر کے نتیجے میں کلنٹن کا مواخذہ (impeachment)، جنرل میک کرسٹل نے اوباما پر بعض اعتراضات اپنی اوقات سے بڑھ کر کیے تو اس سے استعفیٰ لیا گیا، جنرل پیٹریاس نے جب راز اپنی گرل فرینڈ صحافی کو بتائے تو وہ مستعفی ہوا اور ٹرمپ کا تو دو بار مواخذہ ہوا؛ یعنی حدود چاہے انسانی ساختہ نظام ہی کیوں نہ ہوں، ان میں بھی پائی جاتی ہیں!

- یہ ’امور‘ انسانوں نے آج اکیسویں صدی میں دریافت نہیں کیے، ہزاروں سالوں سے انسانوں میں پائے جاتے ہیں اور سابقہ انسان ان سب میں نتیجے کے اعتبار سے آج کے انسان سے زیادہ کامیاب رہے ہیں اور انسانوں (روم اور پومپئی کے جانور نہیں) نے ان سب کے اجتماعی زندگی میں ذکر سے پرہیز کیا ہے اور انہیں شرافت کا مخالف جانا ہے۔

بی بی سی اردو کی حالیہ واردات رمضان المبارک کی تقدیس پر حملہ ہے۔ بی بی سی اردو نے ان خواتین کے ’حق‘ میں آواز اٹھائی ہے جو اللہ کے بنائے عورتوں سے متعلق فطری نظام کے سبب روزے نہیں رکھ سکتیں یا نماز ادا نہیں کرتیں۔

بی بی سی اور اسی طرح کے نظریات کی عورتوں (جن کے وجود سے افکار تک کچھ بھی ’عورت‘ یعنی چھپا ہوا نہیں ہے) جنھوں نے مخصوص سروے وغیرہ اور رپورٹ کی تیاری میں مدد کی ہے اور اس خاص فیچر میں جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں ان کا عمومی جواب تو اول الذکر تین نقاط میں مختصراً آ چکا ہے کہ اس فطری نظام سے گزرنے کے زمانے میں کیوں سب کو یہ نہ بتایا جائے کہ ہم کس حالت سے گزر رہی ہیں اور کیوں سب کے سامنے کھل کر کھایا پیا نہ جائے۔ البتہ ٹریبیون و بی بی سی کے جن اعتراضات کا ذکر نہیں ہوا یا جن پر ہم نے بات نہیں کی ان پر کچھ تبصرہ کرنے اور جواب دینے کی دائرۂ حیا میں رہتے ہوئے کوشش کرتے ہیں۔

- ان کو اعتراض ہے کہ جب اسی فطری نظام کے سبب اللہ کے دین میں نماز اور روزے سے چھوٹ رکھی گئی ہے اور یہ نہایت بنیادی فقہی معاملہ ہے جس کا اکثریت کو علم ہوتا ہے (گو کہ روزے بعد میں رکھنا واجب ہے) تو کیوں نہ پبلک میں کھایا جائے، جب کوئی شخص مسافر ہو تو وہ کیوں پبلک میں نہ کھائے پیے، ریستوران کیوں بند رہیں اور غیر مسلم بھی کیوں پبلک میں نہ کھائیں پیئیں؟

دراصل رمضان اللہ کے دین کے اہم فرائض میں سے بھی ہے اور شعائر میں سے بھی۔ اس لیے کسی کی کیسی ہی حاجت کیوں نہ ہو اس کا اس ماہ مقدس میں پبلک میں کھانا پینا اصولاً درست نہیں۔ آپ بھلے کتنا ہی قیمتی اور اعلیٰ لباس زیب تن کیے ہوئے ہوں لیکن اگر آپ اسلام آباد کلب یا لاہور جم خانہ کے طے کردہ لباس میں وہاں نہیں جائیں گے تو آپ کو وہاں داخلے کی اجازت نہیں ملے گی! اگر آپ کسی بادشاہ یعنی صدر و وزیر اعظم بلکہ کسی وزیر و مشیر ہی نہیں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں یا اس کی زیر سربراہی تقریب میں بیٹھے ہوں تو وہاں اس کے سامنے کھانے پینے کو آداب مجلس کے خلاف جانیں گے اور اگر وہ واضح اعلان کروا دے کہ ابھی کھانا منع ہے تو وہاں کھانا جرم ٹھہرے گا۔ یہ دنیا کے عام و خاص بادشاہوں کا معاملہ ہے تو اللہ جو ’الملِک‘ ہے اس کا حکم ماننا اور اس کے شعائر کی تعظیم کرنا کیوں لازم نہیں؟ شادیوں میں کھانا ’کھل‘ جانے کے بعد جو لوگ کھانے پر ہلہ بولتے ہیں معاشرے میں کتنے مطعون کیے جاتے ہیں حالانکہ اب کھانا کھانا بعد از تقریب نکاح ’جائز‘ یعنی ’کھل‘ چکا ہوتا ہے۔ جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے تو ان کے لیے بھی پہلے بیان کی گئی بات میں جواب موجود ہے، مزید عرض ہے کہ یہ زمین کلمہ پڑھنے والوں کی ہے اور یہاں حکم بھی لا الہ الا اللہ کے مطابق چلے گا۔ یہ بھی غور کیجیے کہ کیا کوئی مسلم کسی غیر مسلم (عیسائی) کے چرچ میں جا کر اذان دے سکتا اور نماز پڑھ سکتا ہے؟ کیا آج کے فرانس میں کوئی عورت نقاب اوڑھ سکتی ہے؟ لبرل ازم و سیکولرازم کے نظریاتِ آزادیٔ اظہار میں ’مکمل برہنگی‘ بھی ایک ’حق‘ اور ’قدر‘ ہے تو کیا اس حق کے مانگنے اور قدر کے حامل کو بی بی سی اور ٹریبیون خود اپنے دفتر میں یا یہ ادارے جن کا نمک کھاتے ہیں ان حکومتوں (برطانیہ تا امریکہ) کے اعلیٰ ایوانوں اور عدالتوں یا ملکۂ برطانیہ کے سامنے اظہار کے لیے آزاد چھوڑا جائے گا؟ یہ دوغلا معیار چہ معنی دارد؟

- ان کا کہنا ہے کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ ماں خود اپنے بیٹے کو اس نظام کے متعلق بتائے کہ میں اس سے گزرتی ہوں اور جس عورت سے تم بیاہے جاؤ گے وہ بھی اسی سے گزرے گی اور دنیا کی سب عورتیں اس سے گزرتی ہیں۔ پنجابی محاورہ ہے کہ خاصاں دیاں گلاں عاماں نوں نئیں دسی دے (خواص کی باتیں عوام کو نہیں بتاتے)۔ گویا ان کے مشورے کے متعلق گریڈ سولہ کے افسر کو گریڈ بائیس کے رازوں اور امور سے متعلق بریفنگ دینی چاہیے اور سیکنڈ لیفٹیننٹ کو کور کمانڈرز کانفرنس میں شریک کرنا چاہیے کہ گریڈ سولہ کا افسر اور فوج میں سیکنڈ لیفٹیننٹ کبھی نہ کبھی تو اس لیول پر شاید پہنچ ہی جائے، تو پہلے ہی روز کیوں نہ سب بتا دیا جائے؟ باپ نے ایک دن کاروبار بیٹے ہی کو سپرد کرنا ہے تو پہلے ہی روز سب کاروباری راز اپنے رازدان فرزند کو کیوں نہ بتائے اور کیوں نہ ’باس چیئر‘ پر پہلے ہی روز وارث کو بٹھا دے؟ دراصل رازوں اور معاملات کی اہمیت و تدریج اور مقام کے مطابق گفتگو و معاملہ مسلّم امر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مذکورہ اسلام دشمن ہی نہیں انسانیت دشمنوں کو ’انسانی معاشرہ‘ نہیں گلابی اور بھوری رنگت‘ والے حیوان کا باڑہ چاہیے جہاں کی روزِ ازل سے اقدار وہی ہیں جو یہ ’متمدن‘ آج انسانیت کو دینا چاہتے ہیں۔

- ان کو اعتراض ہے کہ حاملہ خواتین یا اپنے بچوں کو دودھ پلانے والی مائیں کیوں روزہ رکھیں (حالانکہ شریعت مخصوص حالات میں چھوٹ کے مخصوص احکام یہاں بھی لاگو کر سکتی ہے)۔ یا فطری نظام سے گزرتی خواتین (جو اس زمانے میں جسمانی، ذہنی اور جذباتی مشکلات و تکالیف کا بھی اکثر شکار ہوتی ہیں) کیوں سحری و افطاری تیار کرنے کی تکلیف سے گزریں؟

دراصل یہ مشاہدہ عام ہے کہ جو مرد جس قدر دین دار اور متشرع ہوتا ہے اس کی متعلقہ خواتین (ماں، بہن، بیٹی، بہو اور خاص کر بیوی) اسی قدر زیادہ سکھی ہوتی

ہیں اور ایسے مرد حضرات گھر داری کے کاموں میں، فطری نظام کے زمانے، پیدائش اولاد کے مراحل اور پرورش اولاد میں بھی اپنی خواتین خاص کر بیویوں کے ممد و معاون اور حامی و غم گسار ہوتے ہیں اور سحری و افطاری بھی اسی سب کا ایک جزو ہیں۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ حمل سے یا دودھ پلانے اور سحری و افطاری کی تیاری پر اعتراض کرنے والی سبھی عورتیں 'ورکنگ ویمن' ہیں۔ یعنی انہیں اپنی نائن ٹو فائیو جاب، بسوں اور سڑکوں پر دھکے کھانے وغیرہ جیسی جسمانی مشقتوں پر تو کوئی اعتراض، مشکل یا تکلیف اس زمانۂ خاص سے گزرتے ہوئے نہیں، لیکن اس فطری نظام سے گزرنے کے دوران یا پرورش اولاد میں سحری و افطاری کی تیاری جیسی جسمانی مشقتوں اور روزہ رکھنے پر اعتراض ہے!

دراصل ان 'مہمات' کا مقصد کسی بھی قسم کی صلاح و فلاح، عورتوں کے حقوق کی حفاظت یا نام نہاد 'فیمن ازم' نہیں بلکہ ہیجان پھیلانا، گھٹیا جذبات کی تسکین اور سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے دین کا مذاق اڑانا ہے۔

سوچیے یہ رمضان کے دشمن، سیکولر ہیں یا منافق؟

☆☆☆☆☆

بقیہ: کوٹھے سے کوٹھی تک

ایسے ہنر اور فن کو اس سودی جمہوری سیاسی طرزِ معاشرت میں "لابنگ" (Lobbying) جیسے مقدس نام سے یاد کیا جاتا ہے اور لابنگ کے ماہر کو بساطِ سیاست کی شطرنج کا کھلاڑی کہا جاتا ہے۔

تین مارچ ۲۰۲۱ء کی شام بھی عجیب تھی۔ حفیظ شیخ شطرنج کی بساط کا وہ مہرہ تھا جسے اس کھیل کے ماہر کھلاڑی آصف زرداری نے ۲۰۰۶ء میں پیپلز پارٹی کی جانب سے سینٹ میں پہنچایا، پھر ۲۰۱۲ء میں دوبارہ اسے سینٹ کی بساط پر قائم رکھا، اور آج اسے اپنی مخصوص "مہارت" کے بل بوتے پر "شہہ مات" دے دی۔ شطرنج کا یہ کھیل اگست ۲۰۱۹ء میں بھی کھیلا گیا جب چودہ "معزز" جمہوری رہنماؤں (سینیٹرز) نے "ہر شخص کی ایک قیمت" والے محاورے کی سچائی کو ثابت کرتے ہوئے صادق سنجرانی کو منتخب کیا تھا اور آج بھی ایک درجن کے قریب "جمہوری شخصیتیں" بازارِ حصص میں تولی گئیں۔ اس شام کا ہیرو آصف زرداری تھا اور "ضمیر کی آواز پر لبیک" کہنے والے وہ درجن بھر ممبرانِ اسمبلی تھے جن کا ضمیر کیا صرف اور صرف حفیظ شیخ کے خلاف جاگا اور پھر یہی ضمیر صرف چند لمحوں کے بعد ہی مردہ ہو گیا اور انہوں نے پی ٹی آئی کی فوزیہ ارشد کے نام کے سامنے "ٹک" لگا دی۔ شورش کاشمیری کی مشہور کتاب "بازارِ حسن" کا ایک فقرہ ہے کہ "جب طوائف بکتی ہے تو ایک جسم بکتا ہے، لیکن جب قلم بکتا ہے تو پوری قوم بکتی ہے"۔ یہ کتاب آج سے ستر سال پہلے لکھی گئی تھی اب اس محاورے میں قلم کے ساتھ ساتھ کیمرہ کو بھی شامل کر لینا چاہیے۔ کارپوریٹ معاشرے کی علامت سرمایہ دار راک فیلر نے کہا تھا "کوئی شخص کارپوریٹ سرمائے اور کارپوریٹ میڈیا کی مدد کے بغیر امریکی صدر نہیں بن سکتا"۔

"انسان اور آدمی" فلم میں اداکار محمد علی نے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر ایک ڈائیلاگ بولا تھا، "جج صاحب! طوائف کے کوٹھے سے کوٹھی تک آتے آتے یہ سب کچھ فن اور آرٹ کا درجہ کیسے حاصل کر لیتا ہے؟"۔ کاش محمد علی زندہ ہوتا اور آج جج صاحب اسے ضرور یہ جواب دیتے کہ کوٹھے کی ذلت سے کوٹھی کی عزت تک کا سفر میڈیا کے کندھوں پر سوار ہو کر کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مَردوں کا کام!

سعد حمزہ المہاجر

ایک بار پھر وطن پاکستان میں مسلمانوں کے ایمان کا امتحان لینے کی کوشش کی گئی۔ مدعیٰ یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے حواری پاکستان کی عوام کے دلوں سے حبِ دین نکالنے میں کس قدر کامیاب ہوئے ہیں۔ میرا اشارہ اس واقعے کی جانب ہے جو پچھلے دنوں اسلام آباد میں رونما ہوا۔ قرآن مجید کے اوراق کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک کر اہلِ ایمان کے ایمان کا امتحان لیا گیا۔ اس واقعہ کو ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ ایبٹ آباد جیل میں عمران نامی ایک خبیث نے قران کریم کی توہین کی۔ عمران کے جیل میں آنے کی وجہ بھی اس کی گستاخی ہی بنی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے بھی عمران ہری پور جیل میں اس گھناؤنے وخبیث فعل کا مرتکب ہو چکا ہے۔ یعنی عمران نے تیسری بار دین کی توہین کی، جب اس فعل پر جیل میں موجود قیدی مشتعل ہو گئے تو پولیس نے درمیان میں آ کے اسے بچایا اور دو دن بعد اعلان کیا کہ جیل کے حالات معمول پر آ گئے ہیں۔ سبحان اللہ یہ حادثہ اس پاکستان میں رونما ہوا جس کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر رکھی گئی تھی، جس کے باسی اس کو مدینۂ ثانی خیال کرتے ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اس پاکستان میں اسلام کے نام کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ یہ پاکستان میں ہونے والے دجل کی انتہا کا کوئی پہلا واقعہ نہیں بلکہ وائس آف امریکہ کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پچھلے کچھ سالوں میں توہینِ دین کے تیئس سو سے زیادہ مقدمات درج ہو چکے ہیں۔ یہ گستاخیاں وتوہین اب اس اسلامی ریاست میں روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔ مگر اصل سوال یہ ہے کہ بھلا اس بڑی تعداد میں سے کتنے لوگوں کو اپنے اس گھناؤنے فعل پر قانونی کارروائی کا سامنا کرنا پڑا، شریعت اور دین کی بات تو چھوڑ ہی دیجیے۔ تہتّر کے آئین اور اس میں ہونے والی دو درجن کے قریب ترمیموں والے دستور کے مطابق ہی کس کس کا احتساب کیا گیا؟ بلکہ اس ملک میں تو ایسے خبیثوں کو الٹا عزت کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔ انہیں بحفاظت اپنے آقاؤں تک پہنچانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ان کی راہ میں حائل ہونے والوں کو نشانِ عبرت بنایا جاتا ہے۔

کیا آپ کو یاد نہیں کہ چند ماہ قبل پشاور میں ایک گستاخ کے قاتل مردِ مجاہد غازی فیصل خالد کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ مردان یونیورسٹی کے مشال خان کے قتل کے مقدمے میں پینتالیس طلبہ کے ساتھ بھلا کیا سلوک ہوا؟ سلمان تاثیر کے قاتل مردِ مجاہد، محبِ رسولؐ ممتاز قادری کا بھلا کیا انجام ہوا؟! جبکہ اس کے برعکس مشال خان، سلمان تاثیر، آسیہ مسیح اور دوسرے گستاخانِ رسولؐ و دین ریاست کے ہیرو ٹھہرے۔ بھلا اب بھی ریاست کی تقدیس کا راگ الاپنے والوں کو اس ریاست کی حقیقت سمجھ نہیں آئی؟ کیا اب بھی ریاست کا بت ویسی ہی مقدس گائے کہلائے گا؟!

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں
سن اے غافل صدا میری، یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں
یہ خاموشی کہاں تک؟ لذت فریاد پیدا کر
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں
یہی آئین قدرت ہے، یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گام زن، محبوب فطرت ہے

ہم خوب جانتے ہیں کہ دین کی نصرت کا راستہ کوئی آسان راستہ نہیں ہے۔ کسی چوک میں گلے پھاڑ کے نعرے 'مارنا' اس مصیبت کا حل ہرگز نہیں ہے۔ نہ ہی کہیں دو چار جذباتی تقریریں کرنے سے یہ مشکل حل ہو جائے گی بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا عزمِ مصمم کریں جو ہمارے دین کی اہانت کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ چاہے اس کی خاطر ہماری جان بھی چلی جائے لیکن ہمارے بعد ہمارے دین، ہمارے نبیؐ، اور ہمارے قرآن کی ناموس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کا خیال بھی نہ آ سکے۔ لیکن یہ کام تو مردوں میں سے اٹل جوان ہی کر سکتے، یہ تو وہی کر سکتا ہے جس کا ایمان نفاق سے پاک ہو، جو اپنے ایمان میں سچا ہو!

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ۝ (سورۃ العنکبوت: ۳)

"لہٰذا اللہ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ ہیں جنھوں نے سچائی سے کام لیا ہے اور وہ یہ بھی معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ جھوٹے ہیں۔"

☆☆☆☆☆

کوٹھے سے کوٹھی تک!

اوریا مقبول جان

تین مارچ ۲۰۲۱ء کی شام "جمہوریت پرست" پاکستانی میڈیا کا ہیرو صرف اور صرف آصف زرداری تھا۔ کون تھا جو اس شخص کو پاکستان کی جمہوری سیاست کی شطرنج کا بہترین کھلاڑی نہیں کہہ رہا تھا۔ پاکستانی اشرافیہ جس میں سیاست دان، بیوروکریٹس، اعلیٰ بزنس مین، بڑے زمیندار، جج، جرنیل اور مالدار صحافی شامل ہیں، ان سب کے "عزائم بلند" اور شوق "نرالے" ہیں۔ ان میں سے بہت سارے ایسے ہیں جن کی صبحیں دولت سمیٹنے میں گزرتی ہیں اور راتیں رنگین ہوتی ہیں۔ یہ اشرافیہ شوق "نئی منزلیں" تلاش کرتا رہتا ہے۔ آپ پاکستان کے پانچوں مراکزِ اقتدار کی "اشرافیہ" کی خاص محفلوں تک رسائی حاصل کر لیں تو آپ کو ان کے ارد گرد منڈلاتے ہوئے چند مخصوص کردار ضرور نظر آئیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اشرافیہ کے ہر شوق کی تسکین سے لے کر بنیادی سرمائے کی فراہمی تک ہر قسم کی "ڈیوٹی" سرانجام دیتے ہیں۔ یہ اپنی "ڈیوٹی" میں ماہر بھی ہوتے ہیں اور اپنے پیشے میں ایماندار بھی۔ ان میں ہر کوئی اپنے اپنے "شعبے" کا کہنہ مشق سمجھا جاتا ہے۔

کاروباری معاملات، ٹیکس کی چوری، منی لانڈرنگ اور سرکاری افسرانِ بالا سے معاملات طے کرنے والوں کا ایک شعبہ ہے اور یہ سیاست دانوں، بزنس مینوں، بیوروکریٹس اور جرنیلوں کے درمیان ایک شاندار "پل" کے "ماہرانہ" فرائض ادا کرتا ہے اور دونوں کو سرمائے کی ندی میں غوطہ زن کر کے اپنے حصے کی "خون پسینے" کی کمائی لے کر زندگی گزارتا ہے۔ ان ماہرین میں سے اکثر "کثیر المقاصد مہارت" رکھنے والے (Multi Tasker) ہوتے ہیں۔ یہ اپنے عزت دار "مؤکل" (Client) کے گناہوں کی کالک بھی اپنے منہ پر مل لیتے ہیں اور ہر وہ جرم ماننے کو تیار رہتے ہیں، جس کو ماننے سے ان کے مؤکل کا دامن صاف ہو جائے اور یوں مستقبل میں ان کے "گاہک" بھی بڑھیں اور پہلے والے بھی ان پر مزید بھروسہ کریں۔ آپ نے ان کو وزیروں کے ارد گرد، بیوروکریٹس کی محفلوں، جرنیلوں کے ذاتی فارموں، عدالتوں کی راہداریوں اور چیمبر آف کامرس کی عمارتوں میں ضرور دیکھا ہو گا۔ یہ بظاہر "معزز" نظر آنے والا گروہ خوش لباس بھی ہوتا ہے اور چرب زبان بھی۔ اس گروہ کے درمیان ایک فقرہ سالوں سے ایک "نعرے"، "سلوگن"، "مشن سٹیٹمنٹ"، یا "پنچ لائن" کے طور پر بولا جا رہا ہے۔ یہ فقرہ جدید دنیا کے ہر جمہوری اور غیر جمہوری معاشروں کی پیشانی پر تحریر ہے۔

فقرہ ہے "ہر کسی کی ایک قیمت ہوتی ہے"۔ یہ فقرہ انفرادی سطح پر ایک صاحبِ ایمان شخص کے لیے چیلنج، بکنے کے خواہش مند کے لیے "قیمت کا تعین" اور عرفِ عام میں "دلال" کے لیے ایک حکمتِ عملی کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ اس گروہ کے کسی اہم فرد کے سامنے کسی بڑے سیاست دان، بیوروکریٹ، بزنس مین، جرنیل عدلیہ کے رکن یا اعلیٰ پائے کے صحافی کا نام لے کر دیکھیں اور پھر اسے اس شخص کو "زیرِ دام" لانے کے لیے کہیں تو وہ فوراً اس چیلنج کو قبول کر لے گا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اکثر اوقات ایسا شخص کامیاب ہو کر لوٹے گا اور آپ حیرت سے اپنی انگلیاں کاٹ لیں گے کہ ایسا تو ناممکن تھا۔ پاکستانی "اشرافیہ" کا یہ گمنام گروہ اس ملک میں بچھی شطرنج کے کھیل کے ماہرین کا ایسا "دستہ" ہے کہ ان کے ہنر پر کتابیں تحریر ہونا چاہئیں، ڈاکیومنٹریاں بننا چاہئیں اور اینکرز کو انہیں اپنے ٹاک شوز میں ماہرین کی حیثیت سے بلانا چاہیے۔ عام زندگی میں یہ طبقہ گمنام ہی رہتا ہے، بلکہ بدنام بھی رہتا ہے۔ اس طبقے کی بدنام ترین مثال "جسم فروشی" کے کاروبار میں "دلال" کی ہے۔ اس کاروبار میں دنیا جسم فروش عورت کے حسن و خوبی سے آگاہ ہوتی ہے اور خریدار کی دولت اور عزت و توقیر کا بھی اسے علم ہو جاتا ہے لیکن وہ شخص جس کی مہارتوں نے دونوں کی خواہشوں کی تکمیل کی ہوتی ہے، وہ گمنام بھی رہتا ہے اور بدنام بھی۔ پیرس کی مشہور سڑک شانزے لیزے جہاں ہر سال تین کروڑ سیاح ٹہلنے آتے ہیں، وہاں یہ گروہ مدتوں سے اپنے "فنِ مارکیٹنگ" کے جادو جگایا کرتا تھا۔ لیکن اب فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک میں حقوق نسواں کے علمبرداروں نے یہ قانون نافذ کیا ہے کہ اب ایسی سڑکوں پر ایک خاتون اپنا جسم براہ راست فروخت کر کے قیمت وصول کر سکتی ہے اور یہ اس کا ذاتی حق ہے، لیکن اس عورت کو کوئی دوسرا بازار میں بیچ کر اپنے "فنِ مارکیٹنگ" کے دام وصول نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے برعکس جدید سودی جمہوری معاشروں کا کمال یہ ہے کہ یہاں "جسم کی دلالی" ممنوع قرار دے دی گئی ہے لیکن ضمیر، رائے، اختیار، ادارے اور قوتِ فیصلہ کی دلالی "آرٹ" اور "فن" کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ ورلڈ بینک، ایشین بینک، آئی ایم ایف اور دیگر بڑے بڑے بینکوں کے اہم ترین کارندے "Economic Hitman" کہلاتے ہیں۔ یہ وہ کثیر المقاصد لوگ ہوتے ہیں جو حکومتیں خریدتے ہیں اور اپنے مؤکلوں کو مالا مال کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر جمہوری نظام میں پارٹیوں کو سرمائے کی فراہمی کے لیے گروہ (Caucus) بنے ہوئے ہیں جو ہر پارٹی کو سودی معیشت سے جنم لینے والی مصنوعی دولت (Artificial Credit) سے سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور پھر پوری سیاسی پارٹی ان کے مقاصد کی غلام بن جاتی ہے۔ یہ خرید و فروخت انتہائی معزز اور محترم ہے اور اسے "پارٹی فنڈنگ" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ سب خاموش طریقے سے ہوتا ہے لیکن اس جمہوری کاروبار میں کبھی کبھی ایک منڈی ایسی بھی سجانا پڑ جاتی ہے کہ خرید و فروخت میں سے کچھ صیغۂ راز میں نہیں رہ پاتا۔ لوگ تولے اور خریدے جاتے ہیں اور یہ محاورہ سچ کر کے دکھایا جاتا ہے کہ "ہر شخص کی ایک قیمت ہوتی ہے"۔

(باقی صفحہ نمبر 66 پر)

ریاستِ مدینہ میں کرکٹ کی آڑ میں کیا مناظر پیش ہو رہے ہیں؟

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

ریاستِ مدینہ میں کرکٹ کی آڑ میں کیا مناظر پیش ہو رہے ہیں؟ یہ محض اتفاق تھا کہ اخبار میں پی ایس ایل کی افتتاحی تقریب میں آتش بازی کی تصویر دیکھی۔ روشنیوں کے دائروں میں کورونا کا سرخ پھندنوں والا معروف دائرہ دیکھ کر متجسس ہو کر اصل خبر دیکھنے کو لیپ ٹاپ کھولا۔ سٹیڈیم میں یہ آتش بازی کا منظر تھا، مگر اس سے پہلے کے مناظر سارے آتشیں مخلوق (شیاطین) کی دنیا سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کورونا کی علامت کو دیکھنا چاہا تھا وہ پیچھے رہ گیا، اخلاقی کورونا میں لت پت لڑکے لڑکیاں رنگا رنگ افتتاحی تقریب میں حیا کے چیتھڑے اڑانے پر مامور تھے۔ شہ سرخی تھی: 'فنکاروں نے ماحول گرما دیا۔' اسی گرمی نے تو سال پہلے اسی پی ایس ایل کے دوران کورونا بخار چڑھا کر انہیں قرنطینہ کی قید دی تھی۔ تب آخری مناظر میں اسی طرح حسینہ قتالہ کی رونمائی کی تصاویر وائرل ہوئیں۔ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ سال بھر کورونا کے تھپیڑے کھانے کے بعد حدیث میں مذکور اونٹ کی طرح نادان ہیں۔ جو یہ نہیں جانتا کہ مالک نے باندھا کیوں اور کھولا کیوں۔ افتتاحی پروگرام استنبول میں ریکارڈ کیا گیا۔ ارطغرل ڈرامے کی فنکاراؤں جیسی (عام زندگی میں جو مغربی اداکاراؤں کو شرما دیں) لڑکیوں کی کھیپ رنگین روشنیوں میں لڑکوں کے ہمراہ تھرکتی کودتی خبر کے مطابق ماحول میں بجلیاں بھر رہی تھیں۔ یہ ایمان لیوا بجلیاں کسی مہذب آنکھ کے دیکھے جانے کے لائق تک نہ تھیں۔ چند لمحے ان مناظر کی جھلک میں بے یقینی اور صدمے سے بھری کیفیت میں جو دیکھا لب پہ آسکتا نہیں۔ محو حیرت ہوں 'ریاست' کیا سے کیا ہو جائے گی۔ تادیر رنج والم میں ڈوبی کیفیت میں ملک بھر پر نظر دوڑاتی رہی۔ الیس منکم رجل رشید؟ کوئی ایک بھی لگام دینے والا نہیں؟ دینی جماعتوں کے اکٹھ اور ٹھٹھ، سینیٹ اور اسمبلیوں میں نمایندگی؟ یہ دیدہ دلیرانہ فحش کاری 'ولا تقربوا الفواحش' کے تناظر میں یوم مذمت کی متقاضی ہے، تاکہ آگے بریک لگے۔ ابھی تو مارچ میں مار چنیوں کو بھی آنا ہے۔

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔" (سورۃ النور:۱۹)

کتاب اللہ کے اس حکم کا اطلاق اشاعتِ فاحش کے ان سبھی مناظر پر ہوتا ہے جو ملک بھر میں نشر ہوئے۔ قرآن اسے جرم قرار دے کر لائق تحسین نہیں لائق سزا ٹھہرا رہا ہے۔ کلمہ صرف پارلیمنٹ کی بلڈنگ کی پیشانی پر لکھ کر ریاست مدینہ نہیں بن جاتی۔ وزارت مذہبی امور کو اس پر صدر، وزیر اعظم کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کو آگ، عذاب النار سے بچانے پر مامور ہے۔ اے بندۂ مومن تو بشیری تو نذیری۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: 'تم لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ، روشنی کے لیے جلائی، مگر پروانے ہیں کہ اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں جل جانے کے لیے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح آگ سے بچیں مگر پروانے اس کی ایک نہیں چلنے دیتے۔ ایسا ہی حال میرا ہے کہ میں تمہیں دامن پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑتے ہو۔' (بخاری و مسلم)

ہمیں آج دنیا کو آگ سے بچانے کے مشن پر بحیثیت مسلمان مامور کیا گیا تھا مگر ہمارا نوجوان حرص وہوس کی جان و ایمان لیوا آگ بھڑکانے میں ناقابل برداشت، ناقابل یقین حیا سوز مناظر تخلیق کر رہا ہے۔ زبوں حال معیشت کا پیسہ اشاعت فحش کے مذموم مقاصد کے لیے پھونکا جا رہا ہے؟ ہر ایک لچر سی چیز کو کلچر کا نام دو، عریاں کثافتوں کو ثقافت کہا کرو۔ یہ کرکٹ کے نام پر جوئے، شراب، تھرکتا اختلاط، منشیات کا اکٹھ ہے۔ نوجوان نسل سے اخلاق و کردار اور اعلیٰ مقاصد کے لیے جینے کی امنگ چھین کر اسفل سافلین بنا دینے کی فیکٹریاں ہیں۔ پاکستان کو دین و اخلاق سے عاری کرنے والے ہمارے سیکولر ماڈریٹ اپنے مغربی آقاؤں کا حال تو ذرا ملاحظہ فرمالیں۔ ان پر برستے عذابوں کے کوڑے اندھے کو بھی بینا کر دیں اگر شعور کی رمق بھی باقی ہو۔ المیہ تو یہ ہے کہ غلام پیشہ، احساس کمتری اور مغرب سے مرعوبیت کے مرض میں مبتلا طبقات ہی ازل سے ہمارے نام نہاد اشرافیہ ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں الحاد، دہریت اور کفریہ طرز حیات کو ترس ترس کر دیکھنا اور اس پر ریجھنا ذہناً مغلوب، شکست خوردہ بے شناخت ہونے کی بنا پر ہے۔ فکر و فہم کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو کر نری نقالی باقی رہ گئی ہے۔ قوم کے اس حال کو پہنچنے کی ذمہ داری ایک طرف حکمرانوں پر اگر عائد ہوتی ہے تو دینی جماعتیں بھی اس ذمہ داری میں برابر کی شریک ہیں۔ ارطغرل کے "ڈرامائی جہاد" کو جواز بخشنے اور رمضان المبارک کی بیش قیمت راتیں اس میں جھونکنے پر خاموشی یا صرفِ نظر نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں۔ یاد رہے کہ اس حیا سوز تقریب کا اہتمام استنبول میں انہی حیا باختہ اداکاروں، اہتمام کاروں کا مرہون منت ہے۔ زمانے کی رو میں نسلیں تنکے بن کر بہی چلی جا رہی ہیں اور ہم صرف علما کے جنازے پڑھ رہے ہیں۔ سزا ہی مسلط ہے ہم پر کہ اللہ بہترین لوگ واپس بلا رہا ہے۔ ہم محروم کیے جا رہے ہیں اور پیچھے یہ کچرا طوفانِ بے حیائی بپا کیے جا رہا ہے۔ قوم کا باشعور طبقہ ٹک ٹک دیدم کی تصویر بنا خاموش بیٹھا ہے۔ حق کے لیے کہنا اچھا...... کوئی اور کہے تو اور اچھا۔ نہی عن المنکر، کر کے برا کیوں بنیں۔ معاشرہ اب اسے خلاف اخلاق سمجھتا ہے۔ برائی پر خاموش رہنا اعلیٰ اخلاق بنا دیا گیا ہے۔ روکنے ٹوکنے والا تہذیب سے عاری، بدو جانا جاتا ہے۔

جس دنیائے کفر سے احکام وصول کرتے ہم نے یہ دن دیکھے ہیں وہ کورونا کے تھپیڑوں سے ابھی سنبھلا بھی نہ تھا کہ موسمیاتی میزائلوں کی زد میں آ گیا۔ خود کہہ رہے ہیں کہ 'ہم قدرت کے اس قہر و غضب کے لیے بالکل تیار نہ تھے۔'

(باقی صفحہ نمبر 75 پر)

حاجی شریعت اللہ کی سرزمین بنگال سے

بنگلہ دیشی فوج میں ہندوستانی اثر و رسوخ

محمد مصباح بنگالی

بنگلہ دیش اور ہندوستان میں جو بھی تعلق ہو، سیاسی، اقتصادی، یا پھر عسکری، اسے سمجھنے کے لیے تاریخ پر نظر ڈالنی پڑے گی، کیونکہ تقریباً تمام بڑے بڑے واقعات کا تعلق گزری ہوئی تاریخ سے ہے۔ اسی لیے میں بحث کا آغاز تاریخ کے دو حوالوں سے کروں گا۔

نمبر ایک

قدیم ہندوستانی شہنشاہ، چندر گپتا موریہ کا لیڈر و مت کوٹلیہ جس کو چانکیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی ایک تعلیم ہے:

"اقتدار حاصل کرنے کی خواہش اور دوسرا ملک فتح کرنے کا شوق کبھی دل سے
مت نکالو! سرحد میں موجود تمام بادشاہوں کو دشمن ٹھہرانا!"

ہزاروں سال کے بعد آج بھی بھارت اس اصول پر کام کر رہا ہے۔ آج بھی ہندوستان کا جاسوسی ادارہ 'را' اسی اصول پر عمل پیرا ہے۔

نمبر دو

"بھارت ضرور اپنا تسلط پھیلائے گا۔ بحر ہند کے علاقہ میں بھارت ہی مرکز ہو گا
سیاسی اور معاشی افعال کا۔ چھوٹی ریاستیں تباہ و برباد ہوں گی۔ یہ سب یقیناً خود
مختار علاقے ہوں گے لیکن سیاسی طور پر آزاد نہیں رہیں گے۔"

یہ آزاد ہندوستان کے اساسی بانی قائد پنڈت جواہر لال نہرو کا "سب سے مشہور ہندوستانی نظریہ" ہے جس کو آج 'نہرو نظریہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اصل میں اس نظریے کی بنیاد بھی 'متحدہ ہندوستان' (ہندو ہندوستان) کے نظریہ پر قائم ہے۔ ایک ایک کر کے کشمیر، حیدرآباد، سکھم، نیپال، سری لنکا، تامل ناڈو اور پھر ۱۹۷۱ء کی جنگ اور اس کے بعد سے بنگلہ دیش میں ناگوار مداخلت، اس سب سے انڈیا کا یہ نظریہ ظاہر ہوتا ہے۔

فی الوقت ہماری بحث محض فوجی اثر تک محدود رہے گی۔ اگرچہ بسا اوقات عسکری پالیسی اور سیاسی پالیسی ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتی ہیں۔

۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کے آزاد ہونے سے پہلے ہی بھارت نے بنگلہ دیش کو سات نکاتی معاہدے کا پابند کیا تھا، جن میں سے ایک آج ہماری بحث کا موضوع ہے، اور وہ یہ ہے کہ: 'بنگلہ دیش کی کوئی ذاتی فوج نہیں ہو گی'۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھارت نے بنگلہ دیش کے قیام یا آزادی کی حمایت کیوں کی؟ اور وہی بھارت اس ملک کی فوج کے بارے میں اتنا پریشان کیوں ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ بھارت نے کبھی بھی یہ نہیں چاہا کہ بنگلہ دیش کی ایک ذاتی تربیت یافتہ فوج ہو۔ شروع سے لے کر آج تک یہی بھارت کا موقف رہا ہے۔

اس تاریخی حقیقت کو جاننے کے بعد اب ہم بعض حقائق پر نظر ڈالتے ہیں۔

۱) دیش آزاد ہونے سے پہلے ہی اس کے خلاف کھڑے ہونا

آزاد ملک کی خود مختاری کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ذاتی فوج موجود ہو۔ لیکن بنگلہ دیش آزاد ہونے سے پہلے ہی بھارت نے بنگلہ دیش کو پچیس (۲۵) سال کی مدتِ غلامی کے معاہدہ پر مجبور کیا۔ جس کی ایک شرط یہ تھی کہ بنگلہ دیش کی کوئی ذاتی فوج نہیں ہو گی۔ پیرا ملٹری (نیم فوجی) قوت رہ سکتی ہے۔ مگر اس میں بھی شرط یہ ہے کہ اس پیرا ملٹری قوت کا ایک حصّہ اگر بنگالی افسران ہوں گے تو ایک حصّہ مکتی باہنی میں سے بھارت کے پسند کردہ لیڈر، اور ایک حصّہ براہِ راست خود ہندوستانی فوج کے افسران پر مشتمل ہو گا! لہٰذا تاریخ میں لکھی یہ سطر ہمارے لیے بنگلہ دیش کی فوجی تاریخ سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

۲) قومی دفاعی پالیسی

ہر آزاد ملک کے لیے ایک قومی دفاعی پالیسی بنائی جاتی ہے۔ لیکن بنگلہ دیش کی کبھی بھی ایک مکمل دفاعی پالیسی نہیں تھی۔ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا ہونے نہیں دیا گیا۔ سال ۲۰۱۸ء میں ایک دفاعی پالیسی (کا ڈرافٹ) تیار کیا گیا۔ جس کے بارے میں قومی دفاعی پالیسی بنانے والے لیڈر ڈپٹی جنرل حسین سہروردی نے آگاہ کیا کہ:

"بھارت ہمیشہ چاہتا تھا کہ بنگلہ دیش اس کی مرضی کے مطابق دفاعی پالیسی
بنائے اور وہ اس کے لیے دباؤ ڈالتا تھا۔"

منقول ہے کہ ایک عرصے تک بنگلہ دیشی فوج کی سالانہ فوجی مشقوں (war games) میں تصوراتی دشمن کے طور پر دشمن بنگلہ دیش-ہندوستان سرحد کے پار دکھایا جاتا تھا۔ جنگ کا کھیل فوجی اہلکاروں کی تربیت کا ایک لازمی جز ہے۔ اس میں ان کو جنگی نظریہ اور حکمتِ عملی سکھائی جاتی ہے۔ جنگ کے کھیل میں دشمن کا نام ظاہر نہیں کیا جاتا۔ لیکن بین الاقوامی سرحد کا مقام اور فوج کی تعداد (فورس لیبل) کے اعتبار سے ہی طے ہوتا ہے کہ مخالف کون ہے۔ ایک طرف سمندر اور باقی تین اطراف میں بھارت۔ اس معاملے کو لے کر بہت عرصے سے بھارت اعتراض کرتا آرہا ہے کہ بنگلہ دیش کے فوجی نظریے کے مطابق بھارت کو تصوراتی دشمن نہ دکھایا جائے۔

۲۰۱۲ء میں بھارت کے مسلسل اعتراض پر اس نظریے میں تبدیلی لائی گئی اور سال ۲۰۱۴ء کے وار گیم میں بھارت کے ساتھ بنگلہ دیش کی بین الاقوامی سرحد کو دشمن کے طور پر نہیں دکھایا گیا[1]۔

۳)ملٹری اکیڈمی کی پاسنگ آؤٹ پریڈ میں ہندوستانی آرمی چیف کی شرکت

سنہ ۲۰۱۵ء میں جنرل دلبیر سنگھ پروڈھان اور سنہ ۲۰۱۷ء میں اس وقت کے ہندوستانی آرمی چیف جنرل وجئے کمار سنگھ نے مہمان کی حیثیت سے بنگلہ دیش ملٹری اکیڈمی میں کیڈٹوں کی پاسنگ آؤٹ پریڈ کا معائنہ کیا اور سلامی لی۔

بی ایم اے(BMA: Bangladesh Military Academy)کا اس موقع پر عام طور پر بنگلہ دیش کا وزیر اعظم، صدر، یا بنگلہ دیش فوج، بحریہ یا فضائیہ کا چیف سلامی لیتا ہے۔ اس موقع پر مہمان کی حیثیت سے شریک ہونے کے لیے آج تک کسی اور غیر ملکی کو سلامی لینے کا موقع نہیں دیا گیا۔ کسی اور ملک کے کسی غیر مسلم فوجی لیڈر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴)بھارت بنگلہ دیش دفاعی معاہدہ

سنہ ۲۰۱۷ء میں بنگلہ دیش نے چین سے دو(۲) جنگی آبدوزیں خریدیں۔ لیکن بھارت کو یہ پسند نہیں آیا۔ اس نے خریداری کے اس عمل کو متاثر کرنے کی کوشش بھی کی۔ اسی لیے بھارت نے بنگلہ دیش سے دفاعی معاہدہ کیا۔ قدرتی طور پر اس بارے میں کسی کو بھی زیادہ معلومات نہیں۔ مگر ہندوستانی رپوٹر اور تجزیہ کار صابر بھومک کے نزدیک:

> عسکری اعتبار سے زیادہ قربت اور ٹریننگ وغیرہ کے بارے میں دونوں ملکوں کی قومی افواج کا رابطہ پہلا نقطہ ہے۔ دوسری بات، بھارت کی خواہش ہے کہ بھارت سے ہی زیادہ تر مختلف النوع اسلحہ خریدا جائے۔ فی الحال بنگلہ دیش اکثر اسلحہ چین سے خریدتا ہے۔ بھارت یہاں چین کی جگہ لینا چاہتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ دہشت گردی کی کارروائیوں کی صورت میں مستقبل میں اگر ضرورت پڑے تو بھارت و بنگلہ دیش مل کر آپریشن کریں۔“

تجزیہ کار کے نزدیک، یہ ’ایک ساتھ مل کر آپریشن‘ کا مسئلہ واضح نہیں ہے کہ، کس بارے میں اور کس حال میں اس کی اجازت دی جائے، کہاں تک اجازت رہے اور یہ آپریشن کس کے ماتحت رہے گا، اس سب میں کچھ بھی واضح نہیں ہے۔ منقول ہے کہ، بنگلہ دیش کے اندر گھس کر فوجی آپریشن کرنا، ریلیف کے نام پر اہم اہم جگہوں میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے نگرانی کرنا یہ سب کچھ بھی بھارت کا نیا کام نہیں ہے! بھارت کے ماضی پر نظر رکھنے والے ’کیادارا‘ کے مطابق ’ایک ساتھ مل کر آپریشن‘ کی بات بہت ہی مشکوک ہے‘۔[2]

ہائی کمیشن کی معرفت یہ بھی خبر ہے کہ بھارت دفاعی فنڈ میں جو پچاس(۵۰) کروڑ ڈالر قرض دے رہا ہے اس کو پورے کا پورا بھارت سے درآمدات کی مد میں خرچ کرنا ہوگا، تو ایسا نہیں ہے بلکہ معاہدے کے مطابق بنگلہ دیش کو اجازت ہے کہ اس فنڈ کے ایک حصے (۳۵فیصد) سے کسی بھی تیسرے ملک سے اسلحہ خریدا جاسکتا ہے، لیکن اس بارے میں بنگلہ دیش کو بھارت سے اجازت لینی پڑے گی۔ یعنی بنگلہ دیش کہاں سے کون سا اسلحہ خریدے گا، کتنا خریدے گا سب کچھ بھارت کو پیشگی معلوم ہونا چاہیے![3]

۵)بی ڈی آر قتل کا مقدمہ

سنہ ۲۰۰۱ء میں بھارت نے بنگلہ دیش کے اندر پڈوا اور روماری کے علاقوں میں میں جارحانہ آپریشن کی قیادت کی۔ اس آپریشن میں ہندوستانی فوج کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ مذکور ہے کہ ہندوستانی بی ایس ایف (بارڈر سیکیورٹی فورس) بنگلہ دیش کے بارڈر گارڈز کی طرح تربیت یافتہ نہیں ہے۔ کیونکہ بنگلہ دیش کی بارڈر گارڈ (جی بی جی یعنی بارڈر گارڈز بنگلہ دیش سابقہ بنگلہ دیش رائفلز) کی قیادت فوج کے پاس ہوتی ہے اور ان سب کی تربیت فوج جیسی ہے۔ ۲۰۰۱ء کے اس واقعے کا انتقام لینے کے لیے عوامی لیگ کی سرکار کے ساتھ مل کر بھارت نے سال ۲۰۰۹ء میں بی ڈی آر (بنگلہ دیش رائفلز) ہیڈ کوارٹرز میں ستاون(۵۷) فوجی افسروں کو مار ڈالا!

مذکور ہے کہ، اس وقت ہندوستانی جارح فوج کو روکنے والے بی جی بی کمانڈر میجر جنرل فضل الرحمٰن کو بھارت کے دباؤ پر ایک حکومت نے اپنی پوسٹ سے برخاست کیا اور ایک سرکار نے بعد میں نوکری سے ہی فارغ کر دیا۔

۶)بی جی بی کو ٹریننگ دے گی بی ایس ایف

”بارڈر مینجمنٹ کے معاملے میں بنگلہ دیش بارڈر گارڈ فورس (بی جی بی) کو ہندستانی بارڈر گارڈ فورس بی ایس ایف ٹریننگ دے گی۔“

سنہ ۲۰۱۴ء میں بھارت کے اندر اختتام پذیر ہونے والی دونوں ملکوں کی بارڈر گارڈز کے اعلیٰ عہدیداروں کی کانفرنس میں یہ طے ہوا۔

دارالحکومت میں اپنے آفس میں ہر منگل کو ہونے والی پریس کانفرنس میں بی جی بی کے ڈائریکٹر جنرل (ڈی جی) میجر جنرل عزیز احمد نے کہا کہ

---

[1] بحوالہ: https://www.newindianexpress.com/nation/2014/feb/10/India-not-Enemy-in-Bangla-Wargames-574094.html

[2] بحوالہ: https://www.bbc.com/bengali/news-39291351

[3] بحوالہ: https://www.prothomalo.com/bangladesh/%E0%A6%AC%E0%A6%BE%E0%A6%82%E0%A6%B2%E0%A6%BE%E0%A6%A6%E0%A7%87%E0%A6%B6%E2%80%93%E0%A6%AD%E0%A6%BE%E0%A6%B0%E0%A6%A4%E0%A6%AA%E0%A7%8D%E0%A6%B0%E0%A6%A4%E0%A6%BF%E0%A6%B0%E0%A6%95%E0%A7%8D%E0%A6%B7%E0%A6%BE%E0%A6%B8%E0%A6%B9%E0%A6%AF%E0%A7%8B%E0%A6%97%E0%A6%BF%E0%A6%A4%E0%A6%BE%E0%A6%9A%E0%A7%81%E0%A6%95%E0%A7%8D%E0%A6%A4%E0%A6%BF%E0%A6%B8%E0%A7%8D%E0%A6%AC%E0%A6%BE%E0%A6%95%E0%A7%8D%E0%A6%B7%E0%A6%B0%E0%A6%B7%E0%A6%B0

"بی ایس ایف نے بی جی بی کو بارڈر مینجمنٹ کے معاملے میں ٹریننگ دینے کی درخواست کی تھی جسے بی جی بی نے قبول کر لیا ہے۔"[1]

۷) بنگلہ دیش کی کمانڈو فورس کا تربیتی نصاب بھارت نے چوری کروایا

بنگلہ دیش فوج کی پیرا کمانڈو فورس کے لیفٹیننٹ کرنل مستفیض الرحمٰن نے بتایا کہ ادوس چکما نامی ایک جونیئر آفیسر بھارت کے ورغلانے پر بنگلہ دیش کی کمانڈو فورس کی تربیتی دستاویز چوری کر کے بھارت چلا گیا۔ بھارتی فوج نے اسے مشیر بنانے کا لالچ دے کر اس سے یہ کام کرایا۔

۸) مونگلا پورٹ میں ہندوستانی بحری فوج

رپورٹر، لکھاری، کالم نگار، تجزیہ کار اور بنگلہ دیشی فوج کے پہلے بیچ کے افسر کیپٹن لیفٹیننٹ شہید خان نے بتایا کہ ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی کے دورے کے دوران مونگلا پورٹ میں دو بحری جنگی جہازوں نے پڑاؤ کیا۔ کسی ملک کے جنگی جہاز اس طرح کسی اور ملک میں کبھی بھی اجازت نامے کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔ اس طرح کسی اجازت نامے کے بنا دو ہندوستانی جنگی جہازوں کے بنگلہ دیش کے اندر قیام کے بارے میں کیپٹن لیفٹیننٹ شہید خان نے بتایا:

"اصل میں اسی طرح وہ (یعنی بھارت) بنگلہ دیش میں خاص طور پر اس کے بحری راستے، تزویراتی نکات (strategic points)، فائدہ مند مقامات، جیٹی / گھاٹ اور تعیناتیوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کسی آزاد ملک کی فوجی خفیہ معلومات ہیں جو آج بھارت کے ہاتھ میں جا رہی ہیں۔"

خلاصہ

یہاں پر صرف چند قابل ذکر واقعات کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بھارت کی جارحیت اور فوج کے اندر انتشار پیدا کرنے کے بارے میں بھارت کے بہت سارے واقعات درپردہ ہیں۔ اصل میں بھارت کی خاص ایجنٹ حسینہ واجد کی مدد سے فی الحال بنگلہ دیش میں بھارت کی جارحیت نئے طور پر ایک بہت ہی خطرناک انداز سے داخل ہوئی ہے۔ ملک کی معاشرت، میڈیا اور حکومت پر پہلے سے ہی سو فیصد ہندوستانی قبضہ قائم ہے۔ ساتھ ساتھ مختلف فوجی جرنیلوں اور دیگر اعلیٰ افسروں کو عورت، مال و دولت، اور عہدے کے لالچ دے کر پہلے ہی خرید لیا گیا ہے۔ خود بنگلہ دیش کا آرمی چیف بھارت کا ایک خاص ایجنٹ ہے۔ لیکن بھارت کو اندیشہ ہے کہ متوسط درجے کے افسران اور عام فوجی بھی باقاعدہ بھارتی تسلط کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں ان لوگوں نے ہی ہندوستان کے ایک خاص غلام مجیب کو مار ڈالا تھا۔

(باقی صفحہ نمبر 24 پر)

[1] بحوالہ: https://archive.ittefaq.com.bd/index.php?ref=MjBfMDhfMjZfMTRfMF8wXzNfMTU2MDYz

خود غرضی و نفس پرستی کی گنجائش نہیں

خود غرضی اور نفس پرستی ایک چراغ سحری ہے جس کا تیل ختم ہو چکا ہے، اس کا فتیلہ جل کر خاک ہو گیا ہے، وہ بجھ جائے گا ہوا کا جھونکا آئے یا نہ آئے۔ اسلام میں انانیت اور خود غرضی کی کوئی گنجائش نہیں، اس میں شخصی برتری یا خاندانی برتری اور خود غرضی کو پیر رکھنے کی بھی جگہ نہیں جو آج بعض مشرقی قوموں اور اسلامی ملکوں میں پائی جاتی ہے، اس میں اس وسیع اور منظم خود غرضی کی بھی کوئی جگہ نہیں جو آج یورپ امریکہ اور روس میں نظر آتی ہے، یورپ میں اس کی شکل ایک پارٹی اور جماعت کے اقتدار و تسلط کی ہے، اور امریکہ میں سرمایہ داروں کے قالب میں جلوہ گر ہوتی ہے، روس میں وہ اس چھوٹے سے گروہ کی شکل میں سامنے آتی ہے، جو کمیونزم پر ایمان لا چکا ہے، وہ اکثریت پر زبردستی سے حاوی ہے، اور مزدوروں اور قیدیوں کے ساتھ اس سفّاکی اور سنگ دلی اور بے دردی کے ساتھ سلوک کرتا ہے، جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ یہ انانیت اور خود غرضی اپنی تمام صورتوں شکلوں کے ساتھ ختم ہو کر رہے گی، زخم خوردہ انسانیت اس سے انتقام لے گی۔ دنیا کا مستقبل اب صرف عدل پسند، رحم دل متوازن اسلام کے ساتھ وابستہ ہے، چاہے "خود غرضی" کو تھوڑی سی اور مہلت مل جائے، چاہے اس کی لگام ذرا ڈھیلی ہو جائے اور چاہے اس کو اپنی سرکشی، گمراہی، طغیانی میں گزارنے کے لیے کچھ دن اور مل جائیں۔ خود غرضی اور انانیت شخصی ہو یا خاندانی، جماعتی ہو یا طبقاتی، قوم کی زندگی کے لیے ایک غیر طبعی چیز ہے جس سے اس کو پہلی فرصت میں چھٹکارا حاصل کرنا ہے، نہ اسلام میں اس کی کوئی جگہ ہے، نہ اس بیدار سوسائٹی میں جو بلوغ اور سن رشد کو پہنچ گئی، مسلمانوں کے لیے اور عربوں کے لیے اور ان کے رہنماؤں اور حکمرانوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اس سے آزاد ہو جائیں اور اس سے اپنا تعلق منقطع کر لیں، قبل اس کے کہ وہ اپنے ساتھ ان کو بھی لے ڈوبے۔ مشرق میں بھی اب اس کو تاہ نظری کا چل چلاؤ ہے، اور اس کا وقت سفر قریب ہے۔ اس کے عروج و اقبال کے تارے غروب ہونا شروع ہو گئے ہیں، یہ زید اور عمرو بکر کا مسئلہ نہیں، یہ ایک عہد کا مسئلہ ہے جو ختم ہو رہا ہے، ایک مدرسۂ فکر اور مکتبِ خیال کا معاملہ ہے، جس کا دم واپسیں ہے، جو ابھی تک اس کے سہارے جی رہے ہیں، ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سفینہ اب ڈوبنے والا ہے۔

(مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

جہادِ کشمیر میں: میرے تجربات و مشاہدات

عادل احمد لون شہید رحمۃ اللہ علیہ

شہید بھائی 'عادل احمد لون' ایک عرصے سے قافلۂ شریعت یا شہادت سے منسلک تھے اور آپ کے مضامین گاہے مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' کی زینت بڑھاتے رہے، آپ کا قلمی نام 'عکرمہ شوپیانی' تھا۔ ۱۰، اپریل ۲۰۲۱ء کو ہندو بھگوا دہشت گرد فوج کے ساتھ ایک معرکے میں آپ لیلائے شہادت سے ہم کنار ہوئے۔ اپریل کی ۱۰ تاریخ ہی کو وادیٔ کشمیر میں دو مختلف مقامات پر قافلۂ شریعت یا شہادت سے وابستہ سات مجاہد ساتھی شہید ہوئے (جن میں ایک عکرمہ بھائی ہیں)، دیگر شہدا میں دار العلوم دیوبند کے طالبِ علم، بھائی حافظ مزمل منظور تانترے (جو مجاہدین کی صفوں میں ملّا حافظ محمد مقبول اور حافظ محمد مصطفیٰ عبد الکریم کے ناموں سے جانے جاتے تھے)، امتیاز احمد شاہ، باسط اسماعیل بخشی، زاہد احمد کوکا، یونس احمد کھانڈے اور کاشف بشیر میر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ اللہ پاک ہمارے ان شہید ساتھیوں کے خون کے صدقے 'جہادِ کشمیر' کو جِلا بخشے اور 'شریعت یا شہادت' کے مشن کو قبولِ عام بخشے، وہ مشن جو ہر صاحبِ ایمان کا مقصد ہے کہ یا تو اللہ کی شریعت ہماری زندگی میں غالب ہو رہے یا ہم اپنی شہادت کے خون سے شجرِ جہاد و اقامتِ دین و شریعت کو سیراب کر کے اس دنیا سے گزر جائیں۔ (ادارہ)

جہاد اسلام کے فرائض میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام اور نظام کی سربلندی اور غلبے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت کو جہاد کے عمل کے ساتھ مشروط فرما دیا ہے اور جہاد چھوڑنے پر دردناک عذاب اور ذلت کے مسلط کر دیے جانے کی وعید سنائی گئی ہے۔ جہاد ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ ہوتا ہے اور کفر و فساد ختم ہو جاتا ہے۔ جہاد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جہاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ یہ یقین اور عقیدہ رکھنا ہم پر فرض ہے، جو یہ یقین اور عقیدہ نہیں رکھے گا اُس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ علمائے کرام فرماتے ہیں جو آدمی بھی قرآن مجید کی آدھی آیات کا انکار کر دے یا ایک حرف کا انکار کر دے وہ آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ تو جو آدمی قرآن مجید کی تقریباً ساڑھے چار سو آیات جن میں جہاد کا ذکر ہے ان کا انکار کر دے تو وہ کس طرح مسلمان رہ سکتا ہے۔

اللہ پاک نے اس دین کی حفاظت کے لیے اور دین کو پوری دنیا پر غالب کرنے کے لیے جو فریضہ اور حکم اتارا ہے وہ جہاد ہے۔ اب اس جہاد کے سلسلے میں امت مسلمہ پر لازم ہے کہ جہاد کو مانے کہ حقیقتاً جہاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ایک فریضہ ہے۔ اور اس جہاد میں نکل کر اپنی جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرنا لازمی ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ مجاہد کا میدان جہاد میں ایک ساعت کا قیام عابد کی ستر سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہے۔

جہاد میں آنے سے پہلے میں یہ سوچا کرتا تھا کہ جب میں جہاد میں شامل ہو جاؤں گا تو بس میری بندوق ہو گی اور کفار سے جنگ ہو گی۔ میں بہت سی چیزوں سے ناواقف تھا جو جہاد میں بہت ضروری ہیں۔ جہاد میں ہر قدم پر ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کا دھیان رکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ میں نے الحمد للہ بہت سی ایسی چیزیں سیکھیں اور ان کا تجربہ حاصل کیا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہر مجاہد کو پیش آتی ہیں اور جو بھی جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہے اس کو گھر سے ہی ان چیزوں کا علم ہونا چاہیے۔ جہاد میں شمولیت کے بعد میری آنکھیں کھل گئیں۔ جو لوگ جہاد سے وابستہ نہیں ہوتے وہ اکثر اس غفلت اور غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جہاد میں علم کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ مگر یہاں آکر مجھے سمجھ آئی کہ ایک مجاہد کے لیے علم کس قدر ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ جسے علم عطا فرمائیں وہ بے حد خوش نصیب انسان ہے اور علم اس کو کہتے ہیں جس پر عمل کیا جائے۔ اور واقعی ہم دیکھتے ہیں کہ جن حضرات کا اپنے علم پر عمل نہیں ہوتا وہ تھوڑے ہی عرصے میں جہاد اور دیگر اعمال صالحہ کے حساب سے خالی ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ ایک عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ علم سے انسان حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔ جب ایک مجاہد کے پاس علم ہو گا تب ہی وہ حق اور ناحق میں فرق کر پائے گا۔ حضرت شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ 'جو مجاہد علم اور تقویٰ کے بغیر ہتھیار اٹھالے وہ لٹیرا بن جاتا ہے'۔ ایک مجاہد کو قدم قدم پر علم کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب اس کے پاس شریعت کا علم ہو گا تب ہی وہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کو شریعت کے مطابق حل کر پائے گا۔ یا اگر وہ ایسے مقام پر فائز نہیں ہے کہ اسے مسائل حل کرنے اور فیصلے کرنے کی ضرورت پڑے تو بھی بہر حال اسے زندگی میں پیش آمدہ مسائل کے لیے علمائے کرام سے سوال تو کرنا ہی پڑتا ہو گا، اور سوال میں آدھا علم پوشیدہ ہے۔ اگر وہ علم کے بغیر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ زوال کا سبب بن جاتا ہے۔ بہت سے مجاہد یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم میدانِ کارزار میں ہیں اب ہمیں علم سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مجاہد نہیں ہوا کرتے تھے؟ وہ حضرات میدان جہاد میں بھی علم حاصل کرتے تھے۔ بیت المقدس کی فتح کا مسئلہ تھا۔ مسلمانوں نے وہاں پر چڑھائی کی۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ آپ اپنے خلیفہ کو ہماری طرف بھیجیں، ہمارے پاس ان کی نشانیاں ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ اگر وہ نشانیاں موجود ہوئیں تو بغیر کسی لڑائی کے ہم چابیاں ان کی جھولی میں ڈال دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ظاہری زندگی یہ تھی کہ ان کی قمیض پر چمڑے کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔ عدل و انصاف اتنا کہ اگر غلام ساتھ ہے تو کچھ فاصلہ خود سواری پر بیٹھے اور وہ پیدل چلتا اور کچھ فاصلہ آپ پیدل چلتے ہیں اور اس کو سواری پر بٹھاتے ہیں اور جب آخری وقت آیا تو وہ منزل آپ کے پیدل چلنے کی تھی اور غلام کے سواری پر بیٹھنے کی۔ مسلمانوں کا خلیفہ اس حال میں دشمن کے پاس جاتا ہے کہ اس نے اونٹ کی رسی پکڑی ہوئی ہے اور غلام اوپر بیٹھا ہوا ہے۔ کپڑوں میں پیوند لگے ہیں۔ اہلِ بیت المقدس کہنے لگے کہ یہ وہی شخصیت ہے جس کی نشانیاں کتابوں میں ہیں۔ بیت المقدس کی چابیاں ان کی جھولی میں ڈال دی جاتی ہیں۔

یہ عزتیں کیسے مل رہی ہیں؟ صرف قوتِ ایمانی کے سبب جو انسان کو علم، عمل اور اخلاص کی وجہ سے نصیب ہوئی ہیں۔ اس لیے ایک مجاہد کو چاہیے کہ ہر وقت شریعت کا خیال رکھے۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب اس کے پاس علم ہو گا۔ یہ علم اور پھر اس علم پر عمل ہی کی برکت ہے جس نے ملا محمد عمر مجاہد کو وقت کا امیر المومنین بنا دیا۔ اور اسامہ بن لادن کو امتِ مسلمہ کے ہر عام و خاص اور مجاہد و غیر مجاہد کے لیے شیخ اسامہ بنا دیا۔ آج ضرورت ہے اس بات کی کہ جہاں جہاں جو بھی مجاہدین ہوں وہ علم کے چراغ کو حاصل کریں اور روشن رکھیں تا کہ جہاں جہاں جہالت کا اندھیرا آچکا ہے یہ روشنی میں تبدیل ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین کی محنت اور دین ہم تک پہنچایا، اس دین کی حفاظت کرنے والی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ جب آپ علم حاصل کریں گے اور پھر اس پر عمل کریں گے اور اس عمل کو پھیلائیں گے تو آپ اس دین کی حفاظت کرنے والوں کے گروہ میں اور جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔

دوسری چیز جو میں نے جہاد فی سبیل اللہ میں سیکھی ہے وہ یہ ہے کہ جب انسان کو مصائب اور آزمائشیں پیش آتی ہیں تو اس وقت صبر کتنی ضروری چیز ہے۔ مجاہدین کو قدم قدم پر آزمائشیں پیش آتی ہیں۔ جب وہ ان آزمائشوں پر صبر کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی خوشی کی گھڑیاں ہوتی ہیں اور کبھی غم کی کیفیات ہوتی ہیں۔ شیطان ان دونوں حالات میں بندے کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے۔ خوشی کے حالات ہوں تو غفلت میں ڈال دیتا ہے اور غم کے حالات ہوں تو ناامید بنا دیتا ہے۔ غفلت مین پڑنے والا بھی راستے سے ہٹ گیا اور ناامید ہونے والا بھی راستے سے ہٹ گیا۔ انسان خوشی کے حالات میں ہو تو شکر ادا کرے۔ اور غم اور پریشانی میں ہو تو صبر کرے۔ اللہ تعالیٰ کو صبر کرنے والوں سے محبت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ان اللہ مع الصابرین، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ کی محبت انہیں نصیب ہو رہی ہیں۔ جس کے ساتھ پروردگار ہو تا ہے پھر کوئی بندہ اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک صبر کرنے والوں کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور ان کو بڑا اجر عطا فرما دیتے ہیں۔ جب بندے پر کوئی بلا یا مصیبت آتی ہے تو وہ اس پر خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ خوشیاں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کے روزانہ کھڑی ہوتی ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے لیے کیا فیصلہ ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں ظالمین اور مخالفین کے پاس چلی جاؤ۔ خوشیوں کو ان کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اس کے بعد فاقے، غم، پریشانی وغیرہ رہ جاتے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اچھا تم میرے پیاروں کے پاس چلے جاؤ۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو اس پر پریشانیاں اس طرح آئیں گی جیسے پانی ڈھلوان کی طرف تیزی سے چلتا ہے۔ جہاد میں پریشانیاں تو آتی ہیں مگر یہ تھوڑی سی پریشانیاں ہیں۔ جب کہ آگے جا کر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ مجاہدوں کو جہاد میں طرح طرح کی پریشانی پیش آتی ہیں۔ کبھی اسلحے کی کمی کی وجہ سے، کبھی جگہ نہ ملنے کی وجہ سے، کبھی افراد کی کمی کے کی وجہ سے یا کچھ اور۔ پھر جب یہ صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے راستے کھول دیتے ہیں کہ بندہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہت سی آزمائشیں انسانوں پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگ دل ہو جاتا ہے۔ مگر جب بھی وہ ان آزمائشوں میں صبر کرتا ہے تو انسان وہ آسانی دیکھتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتی ہے۔ اس کا میں نے خود تجربہ کیا ہے۔ کیونکہ اس کا گواہ قرآن ہے کہ مشکل کے بعد آسانی ہے۔ اللہ پاک سورۂ انفال میں فرماتے ہیں کہ تم بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔ اور اگر سو ایسے ہوں گے تو ایک ہزار پر غالب رہے گے۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مجھے بیس بندے ایسے چاہیں جو صبر کرنے والے ہوں اور جن کا حوصلہ پہاڑوں سے ٹکرانے والا ہو، پھر میں سارے کفر سے بھڑ جاؤں گا۔ اس لیے جب بھی کسی انسان کو کوئی مصائب پیش آئیں تو اس وقت ان مصائب میں بھاگنا نہیں ہے بلکہ صبر کرنا ہوتا ہے۔

آخری چیز جو میں نے جہاد فی سبیل اللہ میں سیکھی ہے وہ یہ ہے کہ ہر کسی انسان کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل اور اعتماد رکھنا چاہیے۔ یہ عبادت کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ لہٰذا یہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے۔ اگر کبھی بھی کسی شخص یا مجاہد کو سختی پیش آتی ہے یا کسی اور مصائب سے گزرنا پڑتا ہے۔ تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرے۔ کیونکہ کسی اور پر اعتماد کرنا ناجائز ہے۔ اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہی پورا ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومن کے اوصاف ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وعلیٰ ربھم یتوکلون، اور یہ لوگ یعنی ایمان والے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد ایمان کے لیے لازم ہے۔ اس لیے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ نہ اس کے سوا کسی سے وہ امید رکھیں۔ اور نہ ان کے سوا کوئی اس کا مقصود ہو۔ نہ اس کے سوا کسی سے وہ مرادیں مانگیں۔ نہ کسی اور کی طرف جھکیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت والے ہیں۔ وہ اکیلا بادشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف بیان کیے ہیں کہ وہ توکل اور اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر کرتے ہیں۔ تو میرے دوستو اور عزیز مجاہدین ساتھیو پھر ہم کسی ملک یا کسی شخص پر کیوں اعتماد رکھتے ہیں۔ پھر ہم کیوں کہتے ہیں کہ اگر وہ ہماری مدد کے لیے نہیں آئیں گے تو کچھ نہیں ہو گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رب بھی وہی ہے ہمارا رب بھی وہی ہے۔ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کیا اور کم طاقت کے بنا پر پوری دنیا کو روشن کر دیا۔ یہی ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اعتماد بھی اسی پر رکھیں۔ اگرچہ ہمارے پاس کتنا ہی طاقت کیوں نہ ہو۔ کتنی ہی ٹیکنالوجی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد بھی ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد رکھنا چاہیے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی توکل اور اعتماد کی تعلیم پوری قوت کے ساتھ پیش فرمائی ہے، جب ہجرت کا سفر ہوا تو آپ غار ثور میں تشریف لے گئے تا کہ کفار قریش کے تعاقب

سے بچ جائیں اور آپ کے ساتھ آپ کے رفیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت صدیق نے محسوس فرمایا کہ کفار آپ کا تعاقب کرتے ہوئے غار کے قریب پہنچ چکے ہیں، تو عرض کیا کہ میں مشرکین کے قدم دیکھ رہا ہوں، اے اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کوئی نیچے جھک کر دیکھ لے تو ہم پکڑ لیے جائیں گے، اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو توکل اور اعتماد کی تعلیم دی، اس کو قرآن کریم نے ان الفاظ سے ظاہر کیا ہے:
لا تحزن ان اللہ معنا، اے ابو بکر! تم غم نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔
آخر میں تمام مجاہدین ساتھیوں سے میری یہی گزارش ہے کہ اگرچہ آپ کے پاس اسباب کم ہی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی توکل اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر رکھیں۔ اسباب سے نظر ہٹا کر خالق پر رکھ دیجیے۔ یہی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے۔ اور یہ کلمہ ہم سے یہی چاہتا ہے کہ کسی سے کچھ نہیں ہوتا سوائے اللہ کے۔ اور جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: ریاستِ مدینہ میں کرکٹ کی آڑ میں کیا مناظر پیش ہو رہے ہیں؟

امریکا کی چونتیس (۳۴) ریاستیں برفاب بارشوں، برفانی طوفانوں کی لپیٹ میں ہیں۔ ٹیکساس، امریکہ کی دوسری سب سے بڑی ریاست، (تین کروڑ کے لگ بھگ آبادی جو اصلاً گرم علاقہ ہے) غیر معمولی طور پر برف کی لپیٹ میں ہے۔ لوگوں کے پاس گرم کپڑے یا اس موسم کے لیے ڈھلا نظام موجود نہیں۔ ریکارڈ کم درجۂ حرارت نے غیر متوقع قیامت کھڑی کر دی ہے۔ بجلی سے محروم، صاف پانی سے محروم، غذائی کمی کا سامنا، گرتے درخت، راستے سڑکیں مسدود، برف جمنے سے پھٹتی پائپ لائن، اور کہیں برف کے بوجھ تلے گرتی چھتیں ہیں۔ سڑکوں پر شدید پھسلن کے باعث درجنوں گاڑیاں جابجا حادثات کا شکار۔ انسانیت کو زخم زخم کر کے جنگوں سے بھسم کرنے والا امریکہ اپنی سفاک سرد مہری پر برف پھانک کر ٹھٹھرا پڑا ہے۔ پندرہ (۱۵) کروڑ امریکی بنیادی شہری سہولیات سے محروم پتھر کے زمانے میں جا پڑے ہیں۔ بجلی نہ ہونے سے گھروں میں آگ جلانے سے آگ بھڑکنے کے لاتعداد واقعات، کاربن مونو آکسائڈ چڑھ جانے سے اموات۔ لوگ پوچھ رہے ہیں آپس میں: کیا یہ واقعی امریکہ ہے؟ (نہیں یہ افغانستان ہے یا شام اور فلسطین ہے!) صدر بائیڈن روتے دھوتے ٹیکساس کے عوام کو تسلی دے رہے ہیں: 'ہم ٹیکساس اوکلاہوما کے لیے دعائیں کر رہے ہیں!' بعض علاقے وہ ہیں جو چھ ماہ پہلے آنے والے سمندری طوفانوں سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ ناگہانی برفوں نے آلیا۔ کورونا پس منظر میں چل رہا ہے۔ سردی یوں بھی اسے زیادہ ساز گار ہے۔ اربوں ڈالر کا معاشی ٹیکا مزید لگا ہے ایک ایک بڑی ریاست میں۔ عذاب اور کسے کہتے ہیں؟
کورونا کا دیا معاشی خسارہ بھی کم تو نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں پچیس (۲۵) لاکھ اموات اور گیارہ (۱۱) کروڑ متاثرین بنا ڈالنے والا کورونا کوک کے ایک کین میں فٹ آسکتا ہے۔ اربوں کی زندگی تلپٹ کر ڈالی۔ برطانیہ میں اس کا مزید نیا ماڈل 'کینٹ' (Kent) وائرس ستّر (۷۰) فیصد زیادہ متعدی اور تیس (۳۰) فیصد زیادہ ہلاکت خیز ہے۔ ہر آن یہ چولے بدل بدل کر (Mutate ہو کر) آ رہا ہے۔ اس پر کام کرنے والے ماہر پی کاک نے کہا: اس کے خلاف جنگ ایک لمبا پراجیکٹ ہو گا، ہمیں سالہا سال اس کا پیچھا کرنا ہو گا۔ نہتا کورونا اور نہتے افغان امریکہ نیٹو کی جان کے لاگو چھکے چھڑا رہے ہیں ان کے۔ بائیڈن طالبان کے ساتھ معاہدے پر اب گومگو میں ہے۔ اپنی مجروح (امریکی) انا کے ہاتھوں امن معاہدے سے نکلنے کے چکر میں ہے۔ بیس سال افغانستان کے پہاڑوں کی خاک پھانک کر، تابوت، معذور اور پاگل یا خودکشیاں کرتے فوجی وصول کر کے بھی دوبارہ اسی سوراخ میں ہاتھ ڈالنے کی خواہش باقی ہے! جہاندیدہ عمر رسیدہ بائیڈن سے ٹرمپ زیادہ سیانا تھا جو امریکہ کو ذلت سے بچا کر مذاکرات کی میز پر سے نکال لے جانے کا سودا کر گیا تھا۔ دوبارہ او کھلی میں سر دینے کا ارادہ ہے تو امریکہ جان لے کہ: دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لیے تنگ...... اب تو یوں بھی افغانستان کے اصل حکمران طالبان ہی ہیں، کابل میں محصور امریکی سائے تلے اشرف غنی نہیں!

☆☆☆☆☆

بقیہ: 'ہندو: بدترین حاکم و بہترین محکوم'

آج ہندوستان میں یہ صورتِ حال ہے کہ ہندو اپنی مرضی سے اسلام بھی قبول نہیں کر سکتے، ان کے خلاف قانون سازی کی جا رہی ہے، ان کو ڈرایا، دھمکایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کی تو یہ صورتِ حال ہے کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہیں، بھئی ہماری تو جان چھوڑو! جو تم کہو گے ہم وہ کریں گے!!!
آج ہندوستان میں ظالموں کا ایک ٹولہ سرگرم ہے جس نے سالوں کی تیاری کے بعد سر اٹھایا ہے اور اب وہ اپنی حکومت، اپنی سربلندی چاہتا ہے جس کے قبضے میں طاقت ہے اور جسے روکنے کے لیے، جس کے ظلم سے نجات کے لیے اللہ تعالی نے ہم پر جہاد فرض کیا ہے، یہ بات ہم جتنی جلدی سمجھ جائیں اتنا ہمارے اور اس دھرتی پر بسنے والی دوسری اقوام کے لیے مفید ہے تاکہ اس دھرتی پر انصاف قائم کیا جا سکے، حق دار کو اس کا حق ملے، انسانوں کے درمیان جاتی کے نام پر بھید بھاؤ نہ ہو۔
اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس ملک میں اسلام کی بہاریں لانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) تاکہ اس ملک کا ہر بے بس انسان، امیر یا غریب، عام و خاص چین و سکون کا سانس لے سکے اور اپنے مالک کا حق عطا کر سکے!

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

☆☆☆☆☆

ہندو: بدترین حاکم و بہترین محکوم

محمد راشد دہلوی

ہندوستان، جس کی آبادی کا ایک بڑا حصہ زراعت پر منحصر ہے، جس کی سرزمین اتنی زرخیز ہے کہ اس سے منسلک عوام کو مالی اعتبار سے کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے تھی، لیکن اسی ملک میں کسان طبقہ جن مشکلات سے دوچار ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ سن ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک ہندوستانی کسانوں کی خودکشیاں تین لاکھ (۳۰۰،۰۰۰) تک پہنچ چکی ہیں، جس کی وجہ قرض، سود، مہنگائی وغیرہ بتائی جاتی ہے۔ گزشتہ تین ماہ سے پنجاب، ہریانہ اور مغربی اترپردیش کے کسانوں اور حکومت کے درمیان تین زرعی قوانین کے خلاف محاذ گرم ہے۔ ہندوستانی کسانوں کا کہنا ہے کہ ان قوانین کو لاگو کرنے کی صورت میں فصلوں کی خرید و فروخت کے لیے منڈیاں ختم ہو جائیں گی جس سے کسانوں کی حالت مزید بد سے بدتر ہو جائے گی اور انہیں ان کی فصلوں کی صحیح قیمتیں ادا نہیں کی جائیں گی، جب کے حکومت اپنے اس موقف پر (کہ زراعت میں ترقی ہو گی اور کسان اپنی من چاہی قیمت پر فصل بیچ سکیں گے) ڈٹی ہوئی ہے۔

حکومت اور کسانوں کے درمیان احتجاج میں اس وقت ٹُوِسٹ آگیا جب ۲۶ جنوری ۲۰۲۱ (یومِ جمہوریہ ہند) کو ہندوستانی کسان، سخت سکیورٹی کی پروا کیے بغیر دہلی کے لال قلعے میں گھس گئے اور اپنے مذہبی و سیاسی جھنڈے وہاں لہرا دیے۔ کسانوں کی ٹریکٹر ریلی اتنی زبردست تھی کہ لوگ بھارتی ٹینکوں کو بھول گئے اور پورے دن دہلی میں ایک کہرام مچا رہا۔ ایک طرف ہندو فوجیں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتی رہیں تو دوسری طرف کسان بھی پوری مستعدی کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے۔ کسان حکومت و اس کی پالیسیوں سے اتنے متنفر ہو چکے ہیں کہ کئی کسانوں نے اپنی فصلوں کو ہی آگ لگا دی، تاکہ وہ فصلوں کی کٹائی کا وقت آنے پر مصروف نہ ہو جائیں اور حکومت کے خلاف احتجاجوں میں پیچھے رہ جائیں۔

بھارتیہ حکومت و کسان دونوں پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں لیکن دونوں کے درمیان کئی ادوار کی ناکام بات چیت بھی ہو چکی ہے، مودی حکومت مسلسل مخالف سیاسی جماعتوں پر الزام لگا رہی ہے اور اپنے سخت گیر رویے پر ڈٹی ہوئی ہے، حکومت نے ۲۰۲۱ کے بجٹ میں بھی کسانوں کے لیے کوئی خاص رعایت کا اعلان نہیں کیا لیکن دفاعی بجٹ میں اٹھارہ (۱۸) فیصد اضافہ ضرور کیا ہے۔

ملک کی بگڑتی معیشت، غریب عوام میں بے چینی، کسانوں کے ساتھ اتیہ چار (ظلم) اور ہندوستان کی سب سے بڑی 'اقلیت' مسلمانوں کے خلاف مسلسل ظلم و زیادتیاں (جس میں اترپردیش میں بننے والا لَو جہاد کے خلاف قانون تازہ ہے) ملک کو کھائے جا رہی ہے، لَو جہاد قانون لاگو ہونے کے بعد ایسی خبریں منظرِ عام پر آ رہی ہیں کہ مسلمان لڑکا اور ہندو لڑکی دونوں بالغ ہیں اور اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور مذہب بدلنا چاہتے ہیں جس کی اجازت خود ہندوستان کا آئین صاف صاف لفظوں میں دیتا ہے، لیکن بھئی تیرے لیے یہ قانون، یہ آئین کچھ اور ہے اور میرے لیے اس ملک کا قانون و آئین کچھ اور...... مسلمانوں کو اپنے مذہب کا پرچار کرنے کے جرم میں، کسی ہندو لڑکی سے شادی کرنے اور ان کو مذہب بدلنے کے جرم میں دس ہزار روپے جرمانہ اور سالوں جیل میں سزا بھگتنی ہو گی۔ سب کا ساتھ، سب کا وکاس کا نعرہ لگانے والے، انسانی شکل میں ایسے بھیڑیے ہیں جن کا سر قلم کرنا مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اس ملک کی عام عوام کے لیے بھی دنیا و آخرت کا فائدہ ہے۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس کے لوگ انتہائی محنتی ہیں، جس کی سرزمین زرخیز ہے، جس نے پوری دنیا میں اپنا لوہا منوایا ہے، لیکن کب؟ جب یہاں انصاف قائم تھا، رب کی شریعت نافذ تھی، ظالم کا ہاتھ روکا جاتا تھا اور مظلوموں کی مدد کی جاتی تھی، لیکن جب جب یہاں باطل نظام اور ظالم حکمران آئے ہیں تب تب ملک میں ظلم و زیادتیوں کا بازار گرم ہوا ہے۔ انسانوں کے ہاتھوں بنایا نظام کبھی بھی پائیدار نہیں ہو سکتا، اور اگر انسان بھی ایسے ہوں جو تعصب میں اندھے ہوں اور اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کو اونچ نیچ کی بنا پر برداشت بھی نہ کرتے ہوں، تو بھلا یہ متعصب لوگ عام عوام (خاص کر دوسرے مذہب کے لوگوں) کے ساتھ انصاف کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ لوگ ہمیشہ اپنی گدی کو بچانے کی فکر کریں گے، اپنے مفاد کے حوالے سے ہی سوچے گے، لیکن برِصغیر کی سرزمین نے ایک ایسا نظام بھی دیکھا ہے جو نہ کسی انسان ذاتی حیثیت میں نے بنایا اور یہ ہی کسی سیاسی جماعت نے۔ اس نظام میں سبھی کا خیال رکھا جاتا تھا، چاہے وہ غریب ہو یا امیر، مسلمان ہو یا پھر کسی دوسرے مذہب کو ماننے والا۔ یہ اللہ کا نظام تھا جو یہاں کی ہر چیز پر غالب تھا جس نے عوام کے دل جیتے تھے۔ شرک میں ڈوبی ہندوستانی عوام نے اس سے پہلے کبھی بھی امن کا دور نہیں دیکھا تھا، کیوں کہ جب انسانوں ہی میں سے بعض دیوتا بن جائیں تو پھر یہ 'خدا' اپنی 'مخلوق' کے ساتھ ایسا رویہ رکھتے ہیں کہ الامان و الحفیظ! عوام حکمرانوں سے ڈریں گے اور حکمران نفس پرست ہوں گے، اس حوالے سے ایک چھوٹی سی مثال دیکھیے!!!

ستی کی رسم ہندو سماج میں انتہائی وحشت ناک رسم تھی جس کے مطابق شوہر کی وفات کے بعد اس کی بیوی کو اس کے شوہر کی چتا میں زندہ جلایا جاتا تھا، ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد مسلم حکمرانوں نے بڑی ہی حکمت سے اس وحشت کو ختم کیا، انھوں نے یہ پابندی لگا دی کہ کوئی بھی ہندو عورت حاکم سے پوچھے بغیر ستی نہیں کی جائے گی، اور جب وہ ستی ہونے والی خاتون حاکم کے پاس آتی تو وہ حاکم اسے سمجھاتا کہ (بی بی تم کیوں اپنی زندگی اپنی ہاتھوں سے ختم کرنا چاہتی ہو؟) اور اگر حاکم کے سمجھانے کے بعد بھی وہ عورت ستی ہونے پر راضی رہتی تو وہ حاکم اسے

اپنی بیگمات کے پاس بھیج دیتا کے اسے سمجھائیں۔ جس کے نتیجے میں ان علاقوں میں جہاں مسلم حاکم تھے ستی ہونے والی عورتوں کی شرح انتہائی کم ہو گئی۔ ہندوستان میں اسلام آنے کے بعد لاکھوں لوگوں نے اس کی دعوت کو دل سے پسند کیا۔ لیکن آج وقت کا پہیہ پھر سے گھوما ہے اور وہی جابر و ظالم حکمران، عوام کی گردنوں پر سوار ہیں، اور اس دورِ جدید میں انھوں نے ستی کا متبادل 'نیوگ کی رسم' سے نکالا ہے، جس کے مطابق ہندو بیوہ خاتون دوبارہ شادی تو نہیں کر سکتی لیکن جنسی تعلقات کسی غیر مرد سے قائم کر سکتی ہے اور اس سے دس ناجائز بچے بھی پیدا کرنے کی اجازت ہے، اور اگر کسی ہندو خاتون کا شوہر کام کے سلسلے میں، پڑھنے کے لیے، یا دھرم کی خدمت کے لیے ایک مدت کے لیے گھر نہیں آتا تو اس کی بیوی کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی غیر مرد سے جنسی تعلقات قائم کر سکتی ہے۔ یہ ہیں ہندو دھرم کے ٹھیکے دار جو عوام کو گندگی میں ڈبو رہے ہیں اور ان کی پشت پر ہر وہ طاقت موجود ہے جو ملک کے محافظ بنے پھرتے ہیں۔

بہر کیف!!! انسانوں کو بنانے والا ہی بہتر جانتا ہے کہ انسانوں کے درمیان صلح کیسے کی جائے۔ ہندوستان میں آٹھ سو سال سے زیادہ عرصے تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے اور مسلمانوں نے ہر میدان میں ترقی کی۔ اس ملک کو اللہ کے حکم سے شریعت کا وہ پاک صاف نظام عطا کیا جس سے شرک میں ڈوبی عوام کی گندگی پاک ہو گئی۔

مسلمانوں کے اسلامی دور کی چند مثالیں یہاں لکھتا چلوں جس کا مقصد اپنی مغلوب امت کو یہ پیغام دینا ہے کہ کیسے مسلمانوں نے اسی ملک میں رہ کر دنیا کی سربراہی کی۔

آج کے دور میں ہر ملک اپنی معیشت کو مضبوط کرنے اور اسے چمکانے میں لگا ہوا ہے لیکن ایک دور تھا جب آپ ہی کے آبا و اجداد، ملک کے مسلمان حکمرانوں نے ۱۷۰۰ء میں ہندوستان کی جی ڈی پی کو چوبیس (۲۴) فیصد تک پہنچا دیا جو دنیا کی سب سے مضبوط معیشت تھی اس وقت آپ کی اس مضبوط معیشت کا مقابلے چین اور یورپ بھی نہیں کر سکے تھے وہ بھی آپ سے پیچھے تھے۔

آپ کو حیرت ہو گی کہ اٹھارہویں صدی عیسوی، تک دنیا کی صنعت کا پچیس (۲۵) فیصد مال ہندوستان میں تیار کیا جاتا تھا۔

دنیا کو کپڑا، روئی اور ریشم وغیرہ دینے والا سب سے بڑا ملک ہندوستان ہی تھا جس میں بنگال سرِ فہرست ہے جس کے عوض دنیا کے پاس ہندوستان کو دینے کے لیے سوائے سونا، چاندی کے کچھ نہیں تھا۔

آج ہمارے ملک میں مسلمان غربت کی وجہ سے بے حد پریشان ہیں لیکن ذرا غور کریں کہ اٹھارہویں صدی میں بنگال اور جنوبی ہندوستان کے لوگوں کی آمدن اور معیارِ زندگی (living standard) برطانیہ اور یورپ میں رہنے والے لوگوں سے بہتر تھا۔

فیشن کے لیے برطانیہ کے باشندے پچانوے (۹۵) فیصد کپڑا، ریشم اور روئی ہندوستان سے لیتے تھے۔ زراعت، صنعت کے شعبوں میں 'مغل انڈیا' اتنا آگے پہنچ چکا تھا کہ اشیا کی قیمتیں بہت کم ہو گئی تھیں جس کے نتیجے میں لوگوں کے لیے زندگی گزارنا بے حد آسان ہو گیا تھا (جبکہ آج کے بھارت میں سکولوں میں پڑھتے بچوں کو معلوم ہی نہیں کہ 'مغل' کسے کہتے ہیں)، دو وقت کی روٹی ان کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، مؤرخ لکھتے ہیں کہ لوگ اتنے خوشحال ہو گئے تھے کہ کوئی صدقہ و زکات دینے نکلے تو اسے لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

اس ملک میں شریعت نافذ تھی، اسلام حاکم تھا اور مسلمان آزاد تھے۔ ان کی تہذیب و ثقافت ترقی کر رہی تھی، مجال ہے کہ کہیں جاتی، مذہب، امیری، شہرت کی بنا پر ظلم کیا جائے۔ ملک کا ہر طبقہ خوشحال تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ ملک پر حکومت کرنے والوں کو اللہ کا خوف و ڈر تھا وہ اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھتے تھے اور ان کے لیے امارت ایک بوجھ تھی نہ کہ غرور و تکبر کرنے کی کوئی چیز!

مفکرِ اسلام مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں کچھ تصرف کے ساتھ عرض ہے کہ ''آج ملک خودکشی کے لیے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کی خندق میں گرنے کے لیے تیار ہے، وہ بداخلاقی اور انسانیت کُشی کی دلدل میں ڈوب رہا ہے۔ اہلِ ایمان! آپ ہی ہیں جو ہندوستان ہی کو کیا پورے ایشیا کو بچا سکتے ہیں، آپ اللہ اور رسولؐ کی بات کہیے، آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نیلام کی منڈی میں اتر آئیں اور آپ اپنی ہی سودا کرنے لگیں کہ ہماری بولی لگ جائے۔ آپ متاعِ نایاب ہیں اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کر سکتا اس لیے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں۔ کاش میں آپ کے دلوں اور دماغوں پر چوٹ لگا سکتا۔ میں صرف آپ سے کہتا ہوں کہ اس ملک کو صرف تنہا آپ بچا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے پاس عقیدۂ توحید اور انسانی اصول و مساوات ہے آپ کے پاس اجتماعی عدل کا مکمل نظام موجود ہے آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالاتر ہیں۔ آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرۃ ہے۔ اور جو 'العاقبۃ للمتقین' پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت اور قوت پہ رہا کرتی ہے۔ اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے۔ جو انتخابات میں کامیابی اور پارلیمنٹ تک پہنچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔''

دینِ اسلام ساری کائنات کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ انسان اپنے مفادات کے لیے حد درجہ گر سکتا ہے اور اپنی بادشاہی کے لیے لاکھوں، کروڑوں انسانوں کو غلاظت کی دلدل میں دھکیل کر ان کو اپنا غلام بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنا دین عطا فرمایا اب اس دین کی دعوت دینا اور اس کے نفاذ کے لیے کوشش کرنا ہمارے لیے ضروری ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری ہمارے ہی کاندھوں پر ڈالی ہے۔ جہاد، ہر باطل نظام کی ضد ہے اور دین کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دفع کرنا، جہاد کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس بات کو ہم جتنی جلدی سمجھ جائیں اتنا ہی ہمارے اور ہمارے دین کے لیے بہتر ہے ورنہ کفار کے حربے ہمیں اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ دینِ حق کی دعوت اس وقت زیادہ مؤثر ہو گی جب ہمارے ہاتھوں میں اقتدار ہو گا جب دین کو نافذ کرنے کے لیے ہمیں کسی کی منت و سماجت نہیں کرنی پڑے گی، جب ہم دین میں داخل ہونے والوں کا دفاع کر سکیں گے۔

(باقی صفحہ نمبر 75 پر)

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

"درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔" (القرآن)

حسنین حارث

انصار کی بستی، وزیرستان میں شیخ مصطفیٰ ابوالیزید رحمہ اللہ اور عثمان الکینی رحمہ اللہ ایک اور مہاجر بھائی کے ساتھ عازمِ سفر تھے......یہ تینوں وانا میں شیخ عبدالرحمن کینیڈی رحمہ اللہ کے گھر جا رہے تھے، ظہر کے قریب منزل پر پہنچے تو شیخ کینیڈی رحمہ اللہ نے ان کا استقبال کیا اور گھر سے منسلک حجرے میں ان کے قیام کا بندوبست کیا، شیخ مصطفیٰ رحمہ اللہ نے شیخ کینیڈی سے کچھ معاملات پر مشورہ کرنا تھا، دونوں بزرگوں نے باہمی مشورہ کیا، اس کے بعد مہمانوں کے لیے دستر خوان پر کھانا چُن دیا گیا......کھانے کے دوران گفتگو کا موضوع خانگی امور اور گھریلو معاملات کی جانب مڑ گیا......شیخ مصطفیٰ رحمہ اللہ نے عثمان الکینی رحمہ اللہ کے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور ازراہِ تفنن کہا کہ "انہیں کیا معلوم ان معاملات کا، ان کی تو شادی ہی نہیں ہوئی"......

یہ سن کر شیخ کینیڈی رحمہ اللہ نے حیرت و استعجاب سے دریافت کیا "شادی نہیں ہوئی؟؟؟ وہ کیوں؟؟؟"......(عثمان الکینی رحمہ اللہ افریقی النسل تھے اور اپنے ہم قوموں کی طرح سیاہ رنگت، بھاری نقوش اور لمبے قد کے حامل تھے)......شیخ مصطفیٰ رحمہ اللہ گویا ہوئے "اس کی شکل وصورت کی وجہ سے یہاں رشتہ طے نہیں ہو رہا!"۔

یہ سننا تھا کہ شیخ کینیڈی فوراً بولے کہ "لوگ اس کی ظاہری صورت ہی کو دیکھتے ہیں جب کہ اس کے باطن کو نظر انداز کر دیتے ہیں"۔

دفعتاً اُنہوں نے اپنی صاحب زادی کا رشتہ پیش کیا اور مہمانوں سے اجازت لے کر گھر کے اندر گئے، کچھ دیر میں واپس آئے تو اُن کی صاحب زادی بھی ہمراہ تھیں (جن مجاہدین کے اہلِ خانہ نے اُن کی صاحب زادی کو دیکھا اُن کے بقول اُس خاتون کو اللہ پاک نے بے مثال حسنِ صورت اور حسنِ سیرت سے نوازا تھا)......شیخ کینیڈی فرمانے لگے "یہ میری بیٹی ہے اور میں اسے عثمان کے نکاح میں دیتا ہوں"......یہ کہہ کر وہیں پر مغرب سے پہلے مختصر سی تقریبِ نکاح کا اہتمام کیا اور صاحب زادی کو عثمان الکینی کے ساتھ بھیج دیا......

یوں تین لوگوں پر مشتمل یہ "باراتی قافلہ" دلہن کو لے کر واپس روانہ ہوا......

یہ ہیں وہ سچے اور کھرے لوگ جنھوں نے اسلام اور دین کو ہی اپنا سب کچھ بنایا اور اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے اور بتائے ہوئے معیار کو ہی معیارِ اصلی مطلوبِ حقیقی جانا......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انصارِ مدینہ کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھنے والی صحابیہ کو سیدنا جلبیب رضی اللہ عنہ (جو کہ دنیاوی حیثیت و مرتبہ میں اُن سے کہیں کم تھے) کے نکاح میں دیا......

یہ چودہ صدی پرانے قصے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ جو لوگ آج اپنا سب کچھ دین پر وارنے کے لیے ہجرت و جہاد کی راہوں پر نکلے ہیں وہ اپنی ہر قسم کی متاعِ عزیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ طریقے پر لٹانے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں!

اللّٰهم اجعلنا منهم فی الدنیا والآخرة

☆☆☆☆☆

اللہ کے ساتھ حسنِ ظن اور دعا!

"یہ ہمیشہ اہلِ توحید کی فطرت رہی ہے کہ جب بھی وہ کسی آزمائش سے دوچار ہوتے ہیں تو دو کام کرتے ہیں، چاہے وہ آزمائش کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو......پہلا کام 'اللہ کے ساتھ حسنِ ظن' اور دوسرا 'دعا'۔ آزمائشوں کے دوران، ان دو کے سوا آپ کے پاس کچھ نہیں ہوتا کہ جب آپ تمام مادی اسباب سے کٹ چکے ہوتے ہیں۔ آپ کے پاس یہی دو چیزیں ہوتی ہیں۔

اور ان دو کی بدولت اللہ کی جانب سے 'کرامت' (معجزہ) آپ کے لیے اترتی ہے۔

یاد رکھیے، دو چیزیں: اللہ کے ساتھ حسنِ ظن اور دعا!"

(شیخ ابو سفیان سعید الشہری الازدی شہید عجّل اللہ)

ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

معین الدین شامی

افغانستان کے صوبۂ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد میں قائم امریکی فوجی اڈے کے اندر ایک گاڑی داخل ہوتی ہے۔ گاڑی چلانے والے کو کچھ جلدی ہے، اس لیے وہ اسے تیز اڑاتے ہوئے فضائی اڈے کے عین بیچ میں پہنچ جاتا ہے۔ گاڑی چلانے والے کے لب ہلتے ہیں، آنکھیں خوشی کے مارے پلکیں جھپکنا بھول گئی ہیں، اس کا دایاں ہاتھ سٹیئرنگ کے دائیں طرف نصب بٹن تک پہنچتا ہے، بٹن دبتا ہے اور ایک آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے۔ یہ بارود سے بھری گاڑی تھی، جسے ایک فدائی حملہ آور چلا رہا تھا، دسیوں امریکی فوجی اس موٹر بم کے حملے میں جہنم واصل ہو چکے ہیں۔

فدائی مجاہد کا نام، 'انجنیئر حاجی عابد علی اشرف' ہے، سفید ریش ہیں اور بارود سے بھری گاڑی کو جب اللہ کے دشمنوں پر پھاڑنے جانے لگے ہیں، گاڑی چلانے ہی لگے ہیں تو ساتھیوں کی طرف مڑ کر دیکھتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے ہیں:

ہمارا خوں بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

یہ چند سطریں انجنیئر حاجی عابد علی اشرف اور ان جیسے سیکڑوں دیگر مجاہدینِ اسلام کے لیے ہدیۂ عقیدت و خراجِ تحسین ہیں جنھوں نے اپنا 'آج' میرے اور آپ کے 'کل' کی خاطر قربان کیا۔ میں اس امتِ مسلمہ کا ایک فرد ہونے کے ناطے اپنے ان تمام شہدا سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہوں کہ ہم نے آپ میں سے کسی کو بھلایا نہیں۔ آج جب آپ کے خون کے صدقے مشرقِ عالَم میں 'امارتِ اسلامیہ' قائم ہو رہی ہے اور آج جب آپ کے خون کی بدولت پاکستان، کشمیر، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما، یمن، صومالیہ، مالی، الجزائر، چیچنیا، عراق، شام اور نجانے کتنے دیگر مقاماتِ ارض پر یاسمین و گلاب خوشبوئیں اور خوب صورت رنگ پھیلا رہے ہیں تو ہم آپ کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ کے ان یتیم نونہالوں کا خیال رکھیں، جنہوں نے میرے اور اس امت کے نونہالوں کی خاطر داغِ یتیمی سہا۔ ان اجڑے سہاگوں کی داد گیری ہم پر لازم ہے جنہوں نے اپنی جوانی کی بہاروں کو امت کی خزائیں مٹانے کی خاطر قربان کیا۔ جن ماؤں نے جوان بیٹوں سے لہلہاتے اپنے چمن اجاڑ کر امت کے اجڑے چمن کو رونقیں بخشیں، ان ماؤں کا شکر ادا کرنا اور ان کا سہارا بننا ہم پر لازم ہے۔ جن باپوں نے اپنے بڑھاپے کے سہاروں کو قربان کر کے خود بیساکھیاں تھامیں، تو ان بزرگوں کو یاد رکھنا اور ان کا دست و بازو بننا اس امت کے دیگر بیٹوں پر لازم ہے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر و پنٹاگان کو مٹی میں ملا کر طاغوتِ اکبر امریکہ کو خاک چٹانے والے محمد عطا، مروان شحی، ہانی ہنجور، زیاد جراح اور دیگر شہید ہمیں یاد ہیں۔ لندن کے تنویر و صدیق کی تصویریں ہمارے آئینۂ یاد میں موجود ہیں۔ خوست میں سی آئی اے کو تاریخ کا سب سے بڑا نقصان پہنچانے والے ابو دجانہ خراسانی کی بارودی جیکٹ کے بارود کی باس آج بھی فضائے چمن کو معطر کیے ہوئے ہے۔ جدہ میں محمد بن نائف پر آگ برسانے والے ابو الخیر ہمیں یاد ہیں۔ بوسٹن میں صلیبی کافروں کی عید کو غم میں بدلنے والے 'تمرلین' اور 'جوہر' کو ہم نہیں بھولے۔ سویڈن میں رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لینے والے تیمور عبد الوہاب کی یاد ہمارے حافظے میں ثبت ہے۔ سگانِ چارلی ہیبڈو کے قاتل کواشی برادران ہمیں یاد ہیں۔

باگرام سے لے کر گوانتاناموتک بند ہمارے مشائخ و ساتھیوں میں سے کسی کو ہم نے نہیں بھلایا۔ اڈیالہ سے لے کر سنٹرل جیل کراچی تک قید ہمارے سب ہی ساتھی ہمیں یاد ہیں۔ ساہیوال سے گوجرانوالہ اور اوکاڑہ سے بہاولپور کے بندی خانوں میں جکڑے 'قادمون یا اقصیٰ' آئی ایس آئی کے ٹارچر سیلوں کی دیواریں کھرچ کر لکھنے والے ہمارے محترم و محبوب داعی و مجاہد ساتھیوں کو ہم نہ اس دنیا میں بھلا سکتے ہیں نہ اگلے جہان میں۔ تہاڑ جیل سے ڈھاکہ کی مرکزی جیل تک قید اور ان کے تہ خانوں میں پھانسیوں پر جھول جانے والے ہمارے سب ساتھی ہمیں یاد ہیں۔ کارس ویلز، ٹیکساس سے پلِ چرخی، کابل تک اور اسلام آباد میں آئی ایس آئی کے سیف ہاؤسوں سے برما کی اجتماعی جیل میں قید ہماری عفیفہ و طاہرہ، پاک باز و پاک دامن مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہماری پہروں میں تھکتی آنکھوں اور رباط میں گرد آلود ہوتے پیروں کا سبب ہیں۔

اے شہیدو! اس جہاد میں اپنے اعضا قربان کرنے والے 'معذورو'! اے مجاہدو! اے اسیرو! چمن کے بلبلو! بہار ہو کہ خزاں: ہم تمھیں یاد رکھے ہوئے ہیں!

اللهم تقبل شهداءنا، اللهم فك قيد أسرانا وأسرى المسلمين والمسلمات في كل مكان ودمر الكفار والجبابرة والطواغيت، اللهم آمين يا ربّ العالمين!

☆☆☆☆☆

چند یادیں

از: ابرار احمد بلوچ

اس تحریر میں چند ایسے واقعات ہیں جو مجھے کبھی نہیں بھولتے ان میں سے چند تو میرے ساتھ پیش آئے یعنی میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور چند دوسروں سے سنے۔ یہ واقعات کسی خاص موضوع سے تعلق نہیں رکھتے: ان میں مجاہدین کے ایثار، بہادری، تقویٰ وغیرہ کے واقعات ہیں، چند انصار کے مہاجر مجاہدین کے ساتھ محبت کے قصے ہیں اور چند کافروں کے مظالم کی داستانیں بھی۔ بس ملے جلے واقعات ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنے حضور قبول فرمالے، آمین۔ (ابرار احمد)

عثمان بھائی شہیدؒ

عثمان بھائی کا تعلق جنوبی پنجاب کے علاقے تونسہ شریف سے تھا، میدانِ جہاد ان کو مصعب کے نام سے جانتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی۔ آپ نے انجنیئرنگ کی تعلیم کے لیے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلہ لیا۔ آپ اسلامی جمعیت طلبہ سے منسلک ہوئے، ادھر آپ کا تعارف القاعدہ سے وابستہ کچھ ساتھیوں سے ہوا جو دعوتی کام کرتے تھے۔ ساتھیوں نے آپ کو بھی جہاد کی دعوت دی، آپ تو جیسے انتظار میں تھے۔ فوراً دعوت قبول کی اور اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ کو ساتھیوں نے بہت کہا کہ آپ کچھ عرصہ یہیں گزار لیں لیکن آپ قطعاً اس معاشرے میں نہیں رہنا چاہتے تھے۔

آپ کے جذبۂ جہاد کو دیکھ کر آپ کو آپ کے امیر نے وزیرستان جانے کی اجازت دے دی۔ آپ کو جب اجازت ملی تھی مجھے آج بھی یاد ہے کہ آپ اتنے خوش تھے کہ آپ کو جیسے دنیا کی سب سے بڑی نعمت مل گئی ہو۔

آپ اللہ سے شہادت اس تڑپ سے مانگتے تھے کہ ساتھی آپ کو زندہ شہید کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے عزام بھائیؒ نے بتایا کہ ایک رات میں نیند سے اٹھا اور کمرے کی لائٹ جلائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مصعب بھائی نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے آنسو تھے کہ رک ہی نہیں رہے تھے۔ عزام بھائیؒ نے کہا مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ یہ بندہ اپنے رب سے جلد شہادت منوا لے گا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ آپ کچھ ہی دن بعد دشمن پر حملے کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں ڈرون حملہ ہوا اور آپ اس میں شہید ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

ویسے تو عثمان بھائی کے بہت سے واقعات ہیں مگر ایک واقعہ ایسا ہے جس نے مجھے ان کے بہت قریب کر دیا۔

ابھی مجھے ان سے ملے ہوئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ ہم لوگ ایک بار ہاسٹل کی مسجد میں نماز کے لیے گئے۔ میں نماز سے فارغ ہو کے پچھلی صف میں عثمان بھائیؒ کا انتظار کرنے لگا۔ وہ دعا میں مصروف تھے۔ کافی دیر بعد وہ دعا سے فارغ ہوئے۔ انہوں نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ مجھے دیکھ کے تھوڑے شرمندہ سے ہو گئے، ان کو اندازہ نہیں تھا کہ میں ان کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ وہ اٹھ کے آئے اور میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ان کا دامن آنسوؤں سے ایسے بھیگ چکا تھا جیسے ابھی ان پر کسی نے پانی انڈیلا ہو۔

یونیورسٹی کے ماحول میں اپنے اللہ کے آگے اس طرح گڑگڑا کے رونا میرے تصور میں بھی نہ تھا۔ اس واقعے نے مجھے عثمان بھائی کے بہت قریب کر دیا اور اللہ نے انہیں کو میرے جہاد میں نکلنے کا سبب بنا دیا۔ اللہ پاک جنت الفردوس میں بھی مجھے ان کے قریب کر دے، آمین!

☆☆☆☆☆

اے وادیٔ کشمیر!

تُو حسن کا پیکر ہے تو رعنائی کی تصویر
مخمور بہاروں کے حسیں خوابوں کی تعبیر
رخشاں ہے تیرے ماتھے پہ آزادی کی تنویر
تو جلوہ گہِ نور جہاں، قلبِ جہانگیر

اے وادیٔ کشمیر، اے وادیٔ کشمیر!

شاید تجھے مسلم کی وفاؤں سے گلہ ہے
فریاد تری سچ ہے، ترا شکوہ بجا ہے
لیکن میرے محبوب وہ وقت آن لگا ہے
گونجے گا فضاؤں میں جب اک نعرۂ تکبیر

اے وادیٔ کشمیر، اے وادیٔ کشمیر!

(اشعار: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ)

غزوۂ ہند کا غازیؒ گفتار و کردار

معین الدین شامی

غزوۂ ہند کے مقدمۃ الجیش میں شامل 'القاعدہ برِّ صغیر' سے وابستہ مجاہد فی سبیل اللہ 'شاہ مطیع الرحمٰن صدیقی' کا تذکرہ، جو وادیٔ کشمیر کے برف پوش پہاڑی سلسلے 'پیر پنجال' میں ہندو فوج کے ساتھ لڑتے ہوئے مقامِ شہادت سے سرفراز ہوا۔ یہ چند صفحات مطیع الرحمٰن شہید کی شخصیت کی ایک جھلک ہیں، اللہ پاک مجھے بھی خاتمہ بالخیر بصورتِ شہادت عطا فرمائیں، مقبلاً غیر مدبرٍ، آمین! (راقم)

دل غمگین ہے، ذہن پر ابرِ غم کا سایہ ہے، آنکھوں سے غم ٹپک رہا لیکن ہم زبان سے وہی کہیں گے جس کی تعلیم ہمارے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی۔

إن العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضي ربنا!

شہادتیں راہِ وفا کا خاصہ ہیں، شاید صبح و شام کا معمول ہیں سو غم سہنے اور برداشت کرنے کی ایک بظاہر عادت سی ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک طویل عرصے بعد ایک ایسے ساتھی کی شہادت کی اطلاع ملی، جس سے دل غم گرفتہ ہو گیا اور آنکھیں بہانے بہانے سے بہتی رہیں۔

بیسویں صدی، ۱۹۹۹ء کا سورج غروب ہو رہا تھا جب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی نسل میں ایک ستارہ طلوع ہوا۔ حضرتِ صدیقؓ سے نسبت کے سبب اس خاندان کے افراد 'شاہ' اور 'صدیقی' کہلاتے ہیں، والدین نے اس نومولود کا نام 'مطیع الرحمٰن' رکھا۔ جائے پیدائش، شہر ملتان کا ایک چھوٹا سا محلہ تھی۔

مطیع الرحمٰن نے خود بتایا کہ اس کے آباواجداد، برِّ صغیر کے صوبۂ سندھ میں سید عثمان مروندی المعروف بہ لعل شہباز قلندر کے ساتھ بغرضِ تبلیغ و اشاعتِ دین آئے اور بعداً ملتان میں سکونت اختیار کی۔

مطیع الرحمٰن صدیقی نے ساری زندگی 'مقابلوں اور معرکوں' میں گزاری۔ وہ عام بچوں کی طرح سکول میں داخل ہوا لیکن اس کی بعض صلاحیتیں دیگر کے مقابل نہایت ممتاز تھیں۔ سکول میں ابتدائی جماعتوں ہی سے وہ تقریری مقابلوں میں شرکت کرنے لگا اور ہمیشہ اول آتا۔ ۲۰۱۵ء میں انٹر میڈیٹ لیول کے 'کُل ملتان' مقابلے میں اول آیا، وہاں سے ڈویژن لیول کے مقابلے میں اول آیا، پھر مذکور مراحل طے کرنے کے بعد جب 'کُل پنجاب' تقریری مقابلہ لاہور میں منعقد ہوا تو اس میں بھی اول ٹھہرا اور پنجاب کا سال ۲۰۱۶ء میں انٹر میڈیٹ لیول کا اردو زبان میں بہترین مقرر قرار پایا، سرکاری سطح کا میڈل، سند اور نقد انعام وصول کیا۔ دیگر عصری تعلیمی و تکنیکی سرگرمیوں میں بھی ممتاز رہا، سرکاری سطح کا تعلیمی و تکنیکی وظیفہ (سکالرشپ) پاتا رہا اور سال ۲۰۱۷ء میں وزیرِ اعلیٰ پنجاب کے فنونِ کمپیوٹر کے خصوصی تکنیکی دس ماہی پروگرام کے لیے قابلیت (میرٹ) کی بنیاد پر منتخب ہوا۔

ابتدائے بچپن میں سایۂ پدری سے محروم ہو گیا، کئی بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا، بہنوں کی شادیاں ہو گئیں اور وہ اپنے گھر سدھار گئیں۔ والدہ نے دوسرا نکاح کیا اور مطیع الرحمٰن اپنی والدہ اور سوتیلے والد کے ساتھ رہتا رہا۔ سوتیلے والد نے محاورے میں 'سوتیلوں' جیسا سلوک روا نہ رکھا بلکہ اپنے بیٹے کی طرح پالا۔ وہ نہایت معمر تھے اور ۲۰۱۷ء میں انتقال کر گئے۔ ذریعۂ معاش والد کی پنشن تھی اور وہ ان کے انتقال کے بعد آدھی ہو گئی۔ چھ آٹھ ہزار روپے پنشن، ملتان کے ایک چھوٹے سے محلے میں مختصر سے صحن، ایک کمرے و باورچی خانے اور ایک بیت الخلاء پر مبنی، کٹیا نما مکان میں رہتا مطیع الرحمٰن بے شمار نعمتوں سے مالا مال تھا، جن میں ایک فقرِ غیور بھی تھا۔ میری مطیع الرحمٰن کے ساتھ پہلی ملاقات تھی اور مجھے ابھی اس کے معاشی حالات کی خبر نہ تھی، از راہِ 'تہادوا تحابوا'[1] میں نے اس کو کچھ پیسے دینا چاہے۔ کہنے لگا 'میری امی نے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ کسی سے پیسے نہیں لینے'۔ میں نے کہا 'یہ پیسے نہیں ہیں، تحفہ ہے، تم میرے چھوٹے بھائی نہیں ہو کیا؟'۔ 'الفقر فخری' کا استعارہ کہنے لگا 'اللہ کے لیے مجھے پیسے نہ دیں، میں رو پڑوں گا'۔ تحفہ دینے والے کا ہاتھ رک گیا اور اس کی کیفیت بزبانِ اقبالؒ اس سے کچھ مختلف نہ تھی:

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا[2]

گھریلو معیشت کی ایک طرف یہ حالت تھی تو دوسری طرف 'وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'[3] کا عالم یہ تھا کہ وہ خود اور اس کی اللہ والی والدہ، پائی پائی جوڑ کر سارا سال پیسے جمع کرتے اور محاذوں پر اور ہجرتوں کی زندگی بسر کرتے مجاہدین اور ان کے اہلِ خانہ کے لیے عیدِ قربان پر قربانی کے پیسے بھجوایا کرتے۔ مالک نے جب یہ فرمایا تو بے شک سچ فرمایا:

لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَـٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ (سورۃ الحج: ۳۷)

"اللہ کو (ان کی قربانی کا) نہ گوشت پہنچتا ہے نہ خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

---

[1] رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے 'تَهَادَوْا تَحَابُّوا'، 'تحفہ وہدیہ دو اور محبت بڑھاؤ'! (مؤطا امام مالک)

[2] یہاں گدائی سے مراد فقیری ہے، گدا سے مراد فقیر (نہ کہ خدانخواستہ بھکاری) اور ہم جیسے 'منعِم' نہیں!

[3] "اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔" (سورۃ الحشر: ۹)

مجھ سے ملنے جب بھی آتا تو میں اس سے اس کے شہر کی سوغات، ملتانی سوہن حلوہ ضرور منگواتا، لیکن اسے اس کی قیمت ادا کرنا ایک پورا معرکہ بن جاتا اور بڑا ہونے کی دھونس جما کر زبردستی پیسے دیا کرتا۔

بیت المال کو استعمال کرنے سے اپنے آپ کو حد درجہ بچاتا۔ ایک بار اس کے جہادی ذمہ دار نے اس کو کاموں کے لیے ایک فون خریدنے کے لیے چھ ہزار روپے دیے۔ اس نے فون خریدا، لیکن فون میں کوئی تکنیکی خرابی تھی اس کا وائی فائی نہ چلتا تھا جو کام کے لیے ناگزیر تھا، سو وہ کاموں میں استعمال نہ ہو سکا۔ اس نے فون بازار میں بیچ کر بیت المال کا خسارہ گوارا نہ کیا (کہ فون خرید کر چاہے آپ نے ایک گھنٹہ ہی کیوں نہ استعمال کیا ہو دوبارہ بیچیں تو اس کی کم از کم ایک تہائی قیمت عموماً گر جاتی ہے)، بلکہ اپنی بچت کیے ہوئے پیسوں سے خود خرید لیا اور چھ ہزار روپے الگ سے محفوظ کر لیے اور اپنے ذمہ دار کو اس کی اطلاع دے دی اور کہا کہ 'بیت المال کی امانت مبلغ چھ ہزار روپے میرے پاس رکھے ہوئے ہیں'۔

میری معرفت، مطیع الرحمٰن سے ۲۰۱۵ء میں ہوئی، اس کی عمر محض سولہ سال تھی۔ اس عمر کے نوجوانوں کے آج کی دنیا میں مشاغل کیا ہوتے ہیں؟ اچھی تعلیم تا کہ اچھی جگہ مزید تعلیم کے لیے داخلہ مل سکے، پھر اچھے کیریئر کا خیال، عشق معشوقی عبث، آوارہ گھومنا، سیر سپاٹے کرنا، دنیا کو تاڑنا۔ مطیع الرحمٰن سے ملا تو پہلے سے تعارف اور سببِ ملاقات جہاد تھا، شجاعت، مردانگی، سرفروشی اور عشقِ حقیقی کی راہ۔ میں نے پوچھا 'جہاد سے کیسے جڑے؟'۔ اس نے بتایا:

'بچپن سے جہادِ کشمیر کے ترانے سنے تھے۔ خاندانی تعلق ''لشکرِ طیبہ'' سے تھا۔ میں کچھ بڑا ہوا تو ایجنسیوں کے ہاتھوں جہادِ کشمیر کو یرغمال پایا۔ ساتھ ہی جہاد کو فرضِ عین پایا۔ گھر کے قریب ایک جہادی و دینی تقریروں اور ترانوں کی کیسٹوں کی دکان تھی، اکثر اس دکان پر جاتا، کوئی کیسٹ خرید کر لاتا اور گھر میں سنتا۔ ایک دن دکان دار نے کہا کہ ''کیسٹیں ہی سنتے رہو گے یا جہاد کے لیے بھی جاؤ گے؟''۔ میں نے دکان دار سے کہا کہ میرا تو مجاہدین سے کوئی رابطہ نہیں، آپ ہی ملوا دیں۔ پھر اسی دکان دار کے توسط سے ۲۰۱۴ء میں افغانستان جاتے کچھ مجاہد مل گئے۔ ان کا تعلق ''کمانڈر حاجی عبد الجبار صاحب'' کے ساتھ تھا۔ سو میں بھی پہلے پہل انہی کے ساتھ ہو کر قندھار پہنچ گیا، وہاں تدریب کی اور سکول سے گرمیوں کی چھٹیوں کا عرصہ محاذ پر گزارا۔'

'آپ تو چھوٹے سے ہوں گے اس وقت؟ چودہ پندرہ سال کے؟' میں گاڑی چلا رہا تھا، چلاتے چلاتے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور پوچھا۔

'ہاں جی! چھوٹا ہی تھا جی!'

'آپ تو مسلکاً سلفی ہیں، آپ گئے بھی قندھار...... وہاں مشکل نہیں ہوئی؟ رفع الیدین نہیں کرتے تھے کیا؟' میں نے تعجب سے پوچھا۔

'شیخ! کرتا تھا جی رفع الیدین۔ بڑی مشکل ہوئی شیخ مجھے وہاں پر!'، مطیع الرحمٰن جن سے محبت کرتا انہیں اکثر شیخ کہتا تھا۔

'پھر کیا کیا آپ نے؟' میرا تعجب برقرار تھا۔

'حنفی طریقے سے نماز شروع کر دی جی'

'کس نے سمجھائی آپ کو یہ بات؟'

'وقت اور تجربے نے جی۔ جہاد تو فرض تھا جی، یہ تو کرنا ہی تھا۔ رفع الیدین تو فرض نہیں تھا ناں شیخ! بس رفع الیدین اور سلفی طریقے سے نماز پڑھنا حنفی ساتھیوں کے سامنے چھوڑ دی جی، اس کے بعد کبھی مشکل نہیں ہوئی جی!'

اللہ تعالیٰ نے مطیع الرحمٰن کو فہمِ سلیم عطا فرمایا تھا۔ وہ پیدا ہوا تھا تو ایک سلفی گھرانے میں۔ ہمارے یہاں مسالک کی عبث 'برتری' ثابت کرنے کی فضا میں اس نے آنکھ کھولی تھی۔ لیکن یہ فہم اللہ نے اسے وہب کیا تھا کہ وہ جہاد کی فرضیت کو سمجھا اور جہاد کی خاطر اس نے مسلک پر عمل کو قربان کر کے زیادہ اجر والے اور زیادہ فضیلت والے اعمال کیے۔ بعد میں اسے شیخ عبد اللہ عزام شہیدؒ کا فتویٰ بھی معلوم ہو گیا کہ مصلحتِ جہاد کی خاطر اپنے مسلک کو چھوڑنا افضل بلکہ مطلوب ہے سو اس کا دل اس عمل پر مزید مطمئن اور شاد ہو گیا۔

مطیع الرحمٰن ہر سال گرمیوں کی چھٹیوں میں قندھار جاتا اور پھر اللہ نے اسے اس کی خواہش کے مطابق القاعدہ کے ساتھ جڑنے کا راستہ عطا کر دیا۔ اسے القاعدہ سے محبت، القاعدہ والوں کے کردار کے سبب تھی، پابندئ شرعِ متین کے سبب اور طاغوتی ایجنسیوں کے مفادات و غلامی سے آزادی کے سبب، اس کے قائدین کی خود جان و مال کی قربانیاں دینے کے سبب۔ ورنہ القاعدہ کیا ہے؟ اسی امت کا ایک حصہ، افراط و تفریط اور ارجاء و تکفیریت سے بچتی، منہجِ شرعی کے مطابق جہاد و قیامِ خلافت کے لیے کوشاں، دعوت دیتی اور جہاد کرتی ایک جماعت، امت کا درد رکھنے والی اور امت پر ہونے والے وار کو اپنی استطاعت کے مطابق اپنے سینے پر روکنے والوں کا ایک گروہ، امت جیسا نا کہ امت سے فوق تر! اسی بات کا اظہار مطیع الرحمٰن نے اپنی آخری وصیت میں بھی کیا:

> ''کروڑوں رحمتیں ہوں اللہ تعالیٰ کی عالمی جہاد کے قائدین پر، ان کے سپاہیوں پر، انصار و اعوان پر، محبین اور دعاخوانوں پر۔ اپنی ہمہ قسم کی غربت، کسمپرسی اور لاچاری کے باوجود یہ نہ صرف امت کے قاتل باغی خوارج کی راہوں میں حائل رہے بلکہ ہمہ قسم کے ارجائی طبقات سے بھی مقابلہ جاری رکھا۔ بے شک یہ اہلِ سنت پر ان کا احسانِ عظیم ہے۔ اللہ ان کی شہادتوں کو قبول فرمائے، ان کی کاوشوں کو جِلا بخشے، ان کے جانشینوں کو قوت دے اور ہمیں ان کے منہج پر استقامت۔''

میں مطیع الرحمٰن کو اپنے شہید ہونے والے ایک قریبی رشتے دار کے نام کی نسبت سے 'طارق' کے نام سے پکارا کرتا، پہلے طارق 'والد نما' تھے اور یہ دوسرا طارق، بھائی بلکہ سچ یہ ہے کہ تعلق و اعانت میں 'بیٹا نما'۔ مطیع الرحمٰن، سوشل میڈیا کی دنیا میں 'ثاقب گیلانی' کے نام سے معروف ہوا۔ وہ پوری دنیا کے جہاد کا غم خوار تھا اور پوری دنیا کے جہاد کا خبر نگار۔ شام سے مالی تک، فلسطین سے یمن و صومالیہ تک، افغانستان سے عراق تک اور کاشغر و کشمیر کے مجاہدین کی خبروں

کا ایک مستند ذریعہ ثاقب گیلانی تھا۔ اس کے سوشل میڈیا صفحات پر امت کا غم اور دعوتِ جہاد ہی دِکھتے۔ شر پسند چاہے وطنی تعصب کو لے کر بڑھے یا تنظیمی و مسلکی تعصب کی تلوار کو، اس کے لیے ثاقب گیلانی کے زیرِ انتظام چلتے سوشل میڈیا صفحات و چینلوں پر کوئی جگہ نہ ہوتی۔ جہادی خبروں اور دعوتی مواد کی تشہیر و توزیع کے لیے اس نے اپنے امرا کی اجازت سے 'مختصر قطعات' کے نام سے کام شروع کیا جس میں اللہ پاک نے بے پناہ برکت رکھی۔

مطیع الرحمٰن کے ذمہ داران نے، سائبر سکیورٹی اور سائبر سرویلنس کے زمانے میں اسے 'شریعت یا شہادت' نامی سوشل میڈیا منصوبے کا حصہ بنایا اور ایک کثیر تکنیکی کام اس کے حوالے کیا، دعوتی کام تو وہ پہلے سے ہی کر رہا تھا۔ مطیع الرحمٰن کا ایک ایک فعل (activity) اور لکھا ایک ایک حرف اس کے متعلقہ ذمہ دار دیکھتے، اصلاح و تنبیہ کرتے۔ مطیع الرحمٰن نے سوشل میڈیا پر جہاد و نفاذِ شریعت کی دعوت کو ایسے انداز سے پھیلایا کہ اس کا کام ایک فرد نہیں کسی 'سائبر ٹیم' کا ثمرہ معلوم ہوتا۔ مطیع الرحمٰن کو کام سونپ دیجیے، پھر اسے چاہے ایک روپے کے وسائل بھی نہ دیجیے، بس نتائج پوچھیے، وہ آپ کے سامنے رپورٹوں کا ڈھیر لگا دے گا۔ وہ ایک وقت میں درجنوں ناموں سے کام کرتا۔ بے لوث داعی تھا، نام و نمود سے بے پروا، کبر و عجب سے پاک۔ پنجاب بھر کا تقریروں کا چیمپئن تو تھا ہی درجنوں تحریریں بھی اس نے لکھیں۔ چھوٹی سی عمر تھی، تجربہ وسیع تھا اور سفر بے پناہ کرتا، کبھی قندھار کے معسکر میں، کبھی قندھار کے کسی محاذ پر، کبھی غزنی میں، کبھی داعشی خارجیوں کے خلاف ہندوکش کے کوہِ سفید و جلال آباد میں، کبھی کراچی میں کسی جہادی دورے میں، کبھی لاہور میں کسی دورۂ شرعیہ میں، کبھی بھمبر و کوٹلی کے معسکرات میں تو کبھی جموں کے کسی محاذ پر، ان سب اسفار و تجرباتِ جہادیہ نے قلم میں خوب تاثیر رکھ دی تھی۔

مطیع الرحمٰن کی تحریرات مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' و بعداً 'نوائے غزوۂ ہند'، 'شریعت یا شہادت' کے بلاگ اور دیگر سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے دعوتی و جہادی شاخچوں پر کلیاں اور پھول کِھلاتی رہیں۔ سوشل میڈیا کی مہمات (Social Media Campaigns) میں ایک سو چالیس (۱۴۰) حروف کی قید میں رہتے ہوئے درجنوں فکری، تحریضی، دعوتی، جہادی اور جذباتی جملے و نعرے اس کے قلم سے بر آمد ہوتے رہے۔ ایک پھول نما نعرہ جو کِھل کر اپنی لطافت کی کما حقہ داد نہ پا سکا 'کشمیر شریعت چاہتا ہے'، مطیع الرحمٰن کے قلم سے ہی ظاہر ہوا۔

اپنی تکنیکی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس نے مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کے سرورق و پس ورق اور اندرونی رنگین صفحات بھی ڈیزائن کیے۔ راقم کو مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' کی مجلسِ ادارت کے ایک رکن ساتھی نے بتایا کہ مطیع الرحمٰن کی صلاحیتوں اور جہاد و اخلاص کے پیشِ نظر 'نوائے غزوۂ ہند' کی 'مجلسِ ادارت' کی خواہش تھی کہ مطیع الرحمٰن کو مجلّے کی ٹیم میں با قاعدہ شامل کیا جائے۔

مطیع الرحمٰن اطاعتِ امیر میں یکتا تھا۔ ایک بار اس کو کہا گیا کہ 'ٹیلی گرام' کی ایپ کچھ عرصہ سکیورٹی وجوہات کی بنا پر استعمال نہیں کرنی۔ یہ ہدایت دینے والا میعادِ ترکِ استعمال بتانا بھول گیا جو چند دن تھی، لیکن جب چار ماہ بعد یونہی پوچھا تو جواب ملا 'جب سے آپ نے حکم دیا ہے تو ٹیلی گرام کے آئکن (icon) کو چھوا بھی نہیں، کھولنا تو دور کی بات ہے'۔ امیر بھی یہ سن کر تصویرِ حیرت بن گیا۔

؏ یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

مطیع الرحمٰن نے مجھے پہلی بار کشمیری مجاہد قائد ذاکر موسیٰ سے متعارف کروایا۔ آئی ایس آئی نے جس طرح 'جہادِ کشمیر' کی تحریک کو سازشوں کا اکھاڑا اور پیسے کا کھیل بنایا تھا، تو کشمیر سے آنے والی ہر آواز ہی (اس دین سے خائن ایجنسی کے سبب) مشکوک لگتی تھی، گو کہ جہادِ کشمیر ہمارے لیے ایسا تھا گویا دل کا کوئی ٹکڑا یا جگر کا کوئی پارہ۔ پھر بھائی ذاکر موسیٰ کا تعارف بڑھتا گیا اور ان کے ساتھیوں نے اپنے نعرۂ 'شریعت یا شہادت' کو اپنے عمل اور شہادت کے خون سے جلا بھی بخشی، اثر بھی اور حقانیت کی دلیل بھی۔ مطیع الرحمٰن نے اس زمانے میں بھائی ذاکر موسیٰ، برہان وانی اور منہجِ شریعت یا شہادت کے وابستگان کے متعلق لکھنا شروع کیا جو 'نوائے افغان جہاد' کے فاضل مدیر و برادرِ حبیب جنابِ میاں طلحہ احمد صاحب نے مجلّے میں شامل کرنا شروع کیا۔ جہاد سے اس کی محبت تو انگ انگ سے، اس کے قول و عمل سے ظاہر تھی لیکن جہادِ کشمیر سے اس کا لگاؤ کچھ زیادہ ہی عجیب تھا۔ کشمیر کے متعلق یوں لکھتا گویا خود وادی میں موجود ہو، گویا پیر پنجال کی کسی چوٹی پر ہو، کسی چنار کے سائے میں بیٹھا ہو۔ شہدائے کشمیر میں سے تین درجن سے زائد شہدا کی سیر تیں اس نے لکھیں، درجن کے قریب نوائے افغان جہاد میں شائع ہوئیں جن میں مفتی ہلال، سبزار احمد بھٹ، عبد القیوم نجار، ابو دجانہ بلتستانی، ہارون عباس وغیرہ کے متعلق مضامین شامل ہیں اور باقی کثیر ذخیرہ اس نے مجھے ارسال کیا کہ متعلقہ حضرات تک پہنچا دوں، لیکن للاسف کہ وہ راقم کو پیش آنے والے ایک حادثے میں ضائع ہو گئیں۔ یہ بھی ایک عجیب واقعہ ہے کہ مطیع الرحمٰن نے کبھی مجھ سے اس کا شکوہ نہ کیا۔ اس کی نظر تو کہیں اور تھی، وہ تحریر کے شائع ہونے یا لوگوں تک پہنچنے نہ پہنچنے سے غنی تھا۔

جس کا عمل ہے بے غرض، اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر

اس کے اخلاق و اطوار، فکر و کردار، تبلیغ و دعوت اور قتال و جہاد کو دیکھ سن کر راقم کے ایک قریبی ساتھی کی عرصے سے خواہش تھی کہ اس کی بہن کا نکاح مطیع الرحمٰن سے کیا جائے۔ مطیع الرحمٰن اس بات سے بے خبر تھا۔ اپنی بہن کو مطیع الرحمٰن کے عقد میں باندھنے کی خواہش رکھنے والا میرا ساتھی بخوبی مطیع الرحمٰن کی معاشی حالت کو جانتا تھا اور میں نے اپنے اس ساتھی کو بارہا تفصیلاً بتایا بھی، لیکن مطیع الرحمٰن کا کردار اتنا متاثر کن تھا کہ حسبِ قولِ شاعر

ان کے اخلاق کیسے ہیں قاصد؟
ان کی صورت کی بات رہنے دے

دراصل مطیع الرحمٰن نے جائے نکاح کا انتخاب خود کر رکھا تھا، جنت کی کوئی بڑی بڑی آنکھوں، ستّر پوشاکوں، جنت کے لہنگوں اور غراروں، خوشبودار و آنکھوں کو بھاتے رنگوں کی اوڑھنیوں کو اوڑھنے پہننے والی حور اس کا انتخاب تھی۔

رسولِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو تمام زمین کو روشن کر دے اور رُوئے زمین معطر کر دے، اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیاومافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔" (بخاری ومسلم)

اور پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ حیادار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

"جنت میں ایک نور چمکا، جب لوگوں نے اپنے سروں کو اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک حور کی مسکراہٹ تھی جس نے اپنے خاوند کے چہرے کو دیکھ کر مسکراہٹ ظاہر کی تھی۔" (بخاری ومسلم)

اور ساری زندگی غموں میں بسر کرتے مجاہدین سے زیادہ دِلوں کو لبھاتی، ہنستی وگنگناتی حوروں کا مستحق کون ہے اور مجاہدین سے بڑھ کر حوروں کا پاکیزہ و حیادار، سچا عاشق تمام دیگر اہلِ ایمان میں کوئی ہے ؟!

مطیع الرحمٰن نے ایک کثیر وقت جہادی قائد 'کمانڈر حاجی مولانا عبد الجبار صاحب' کے ساتھ گزارا اور القاعدہ سے باقاعدہ جڑ جانے کے بعد بھی کمانڈر عبد الجبار صاحب کی تنظیم کے ساتھ اپنے القاعدہ کے ذمہ داران ہی کے منشا پر تشکیلات گزارتا رہا۔ کمانڈر صاحب شہید ایک سچے مجاہد قائد اور مقاتل فی سبیل اللہ تھے اور 'آزاد جہاد' کے قائل بھی۔ مطیع الرحمٰن نے مجھے کمانڈر صاحب شہیدؒ کے متعلق بتایا کہ:

"میری خود موجودگی میں کی گئی (کمانڈر حاجی صاحب شہیدؒ کی) باتیں یہی رہی ہیں کہ سب جانتے ہیں کہ پاکستان میں اگر اسلامی انقلاب آیا تو وہ خون کی ندیوں سے گزر کر آئے گا!"

کمانڈر صاحب شہیدؒ کے ایک ساتھی نے جب امریکی اتحادی اور شریعت کی دشمن انٹیلی جنس ایجنسی 'سی ٹی ڈی' کے تین اہلکاروں کو جہنم واصل کیا، نیز دیگر جہادی کاموں کو روکنے کا مطالبہ جب طاغوتی ایجنسی 'آئی ایس آئی' کے ایک کرنل نے ان سے کیا تو مطیع الرحمٰن کے بقول کمانڈر حاجی صاحب نے امریکی غلام ایجنسی کے کرنل کو جواب دیا:

"میں یہ کام نہیں روکوں گا!"

اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمانڈر مولانا حاجی عبد الجبار صاحب کو اولاً نظر بند و قید کیا گیا اور بعداً انہیں قید خانے سے نکال کر ڈیرہ غازی خان کے پاس رڑکن کے مقام پر ہاتھ پیچھے باندھ کر شہید کر دیا گیا اور آپ کی نعش کو ایک برساتی نالے میں پھینک دیا۔ حاجی صاحب شہید کے ذکر پر مبنی مضمون مطیع الرحمان نے لکھا جو اکتوبر ۲۰۱۹ء کے مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کے شمارے میں شائع ہوا۔

مطیع الرحمٰن اذکار و تلاوت کا بے حد اہتمام کرتا اور اپنے امرا کو ذاتی معمولات سے مستقل آگاہ رکھتا۔ اپنی زندگی کے آخری مہ و سال جو اس نے باقاعدہ اپنے گھر میں گزارے اور جب وہ کمپیوٹر کا تکنیکی کورس کر رہا تھا تو اس کے دن کا نہایت قلیل حصہ نیند کے لیے وقف ہوتا، فجر سے دوپہر بارہ بجے تک اولاً معمولاتِ اذکار و امورِ جہاد یہ انجام دیتا پھر کالج چلا جاتا اور شام کو واپس آ کر دوبارہ دعوتِ جہاد کی خدمت میں جُت جاتا اور تب تک کاموں میں لگا رہتا یہاں تک کہ نیند اس پر غالب آ جاتی اور وہ کسی انجان لمحے سو جاتا۔

مطیع الرحمٰن کو اپنی والدہ سے بے حد محبت تھی، ظاہر ہے ماں رشتہ ہی ایسا ہے جس سے ہر کسی کو محبت ہوتی ہے، لیکن جس قدر محبت یہ دونوں ماں بیٹا ایک دوجے سے کرتے وہ واقعی بے نظیر ہے۔ لیکن 'مطیع الرحمٰن' نام رکھنے والی ماں سے بھی بڑھ کر دولتِ ایمان کے سبب اس کو زیادہ محبت اللہ سے تھی، وَالَّذِينَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلّهِ[1]! یہ مصرعے گو کہ عہدِ رواں کے ہر مہاجر مجاہد کا حال بیان کرتے ہیں لیکن ان میں اکثر مطیع الرحمٰن کے لیے تو بلا مبالغہ حقیقت تھے:

انہیں یہ بھی بتا دینا جو ہم اس راہ پہ نکلے
سوائے دردِ امت کے، ہمیں درپیش غم نہ تھے
وگرنہ زندگی کے امتحاں کچھ اور_____کم نہ تھے
ابھی بہنوں کی رخصت کا ہمیں سامان کرنا تھا
ابھی بیمار ماں کو بھی معالج کو دکھانا تھا
ضعیف اک باپ کا بھی ہاتھ پھر ہم کو بٹانا تھا
مگر ہم سر ہتھیلی پر لیے، فی اللہ نکل آئے
یہ فرضِ عین بھی آخر ہمیں کو تو نبھانا تھا!

اپنی آخری وصیت میں، مطیع نے اپنی والدہ کے نام لکھا:

"اے ماں!

نہیں معلوم یہ پیغام کب اور کس حالت میں آپ تک پہنچ پائے، مگر اللہ کی دی بشارت سے آپ کو تسلی دینا چاہوں گا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُواْ وَأُخْرِجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُواْ فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُواْ وَقُتِلُواْ لأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ

[1] "اور جو مومن ہیں ان کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔" [(سورۃ البقرۃ: ۱٦۵) ترجمہ از حضرت تھانویؒ]

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ○(سورۃ آلِ عمران:۱۹۵)[1]

اللہ کی قسم! میں آپ سے ملاقات کا شدید متمنی ہوں اور آپ سے جدائی کا ہر لمحہ میرے چھلنی دل سے رِستے ہوئے خون کے قطروں کی مانند ہے۔ مگر اس کا واحد مرہم حوضِ کوثر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے ملنے والا جام ہے اور اللہ وہیں آپ سے ملاقات کروا دیں!"

مطیع الرحمٰن کے جہاد سے جڑنے اور جہاد میں بھی جسے عرفِ عام میں 'عالمی جہاد' کہتے ہیں سے جڑنے میں اہم کردار اس کی والدہ ماجدہ کا بھی تھا۔ مطیع نے اپنے ایک مضمون میں لکھا (جو 'نوائے افغان جہاد' کے 'فتحِ مبین نمبر' مارچ ۲۰۲۰ء میں شائع ہوا):

"میں حقیقت میں ایک نالائق طالبِ علم ہوں۔ اللہ راضی ہو جائیں امی سے اور ان کی تکالیف کو راحت میں بدل دیں، وہ سکول بھیجنے سے پہلے ابتدائی حساب کتاب کی پمفلٹ نما کتاب سے پہاڑے پڑھاتی تھیں، جس کی شکل مخمس سی ہوتی تھی۔ اب انگریزی میں شاید اسے Five sided polygon کہتے ہیں۔ اس پر ہاتھ رکھ کر کئی بار بتایا کہ 'امریکہ کا پنٹاگان ایسا ہی ہے، جسے مجاہدین نے جہاز مار کر تباہ کیا ہے'۔ نیم کے بڑے سے درخت کے نیچے سکھایا گیا وہ سبق مجھے ابھی تک یاد ہے، الحمدللہ۔"[2]

۲۰۱۸ء میں آئی ایس آئی نے اس کی تلاش شروع کر دی اور وہ اپنے وطن میں ہی رہتے ہوئے اجنبی اور بے گھر ہو گیا۔ بعد اَجب نوائے افغان جہاد کے مدیرِ ثانی جناب میاں طلحہ احمد (فک اللہ اسرہٗ)، جرمِ دعوتِ جہاد و محنتِ نفاذِ شریعت میں گرفتار ہو گئے تو ان کے بعض برقی اکاؤنٹس استعمال کر کے آئی ایس آئی نے مطیع الرحمٰن کو جھانسا دے کر خانیوال میں بلایا، لیکن اللہ نے اس پر رحم فرمایا اور اپنے نورِ ایمانی سے دیکھنے کے سبب اور القاعدہ برِّ صغیر کے فاضل قائدین کے حکیمانہ فیصلوں کے سبب مطیع الرحمٰن اس دھوکے میں آنے سے بچ گیا۔ بعد ازاں ایجنسی کے اہلکاروں نے اس کے گھر پر چھاپہ مارا لیکن وہ پہلے ہی محاذوں پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری ڈھائی سال فی سبیل اللہ دربدری، بے گھری اور بے گانگی میں گزارے، لیکن اس کے دعوت، جہاد اور قتال میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ اسی زمانے میں وہ داعش کے خلاف امارتِ اسلامیہ افغانستان کی تشکیل میں جلال آباد کی طرف بھی روانہ ہوا۔

آخر کار اپنے مخلص تعلقات کو استعمال کرتے ہوئے آزاد جموں و کشمیر کے ضلع بھمبر پہنچ گیا، تقریباً ایک سال وہیں مختلف معسکرات و جہادی مراکز میں گزارا اور متعدد بارڈر کارروائیوں میں شریک ہوتا رہا۔ بلکہ خونی لکیر یعنی لائن آف کنٹرول کئی بار پار کر کے بھارتی مقبوضہ جموں کے علاقوں میں جا کر ہاون (مارٹر) و کاتیوشا بی ایم (زمین سے زمین پر مار کرنے والا راکٹ) بھارتی بھگوا دہشت گرد فوج پر برساتا رہا۔ مطیع الرحمٰن نے اوائلِ سال ۲۰۲۰ء میں ایک کارروائی کا احوال خط میں لکھتے ہوئے مجھے بتایا کہ جب وہ بھارتی فوج پر کارروائی کر کے مجاہد ساتھیوں کے ہمراہ واپس ہوا تو ہندو فوج پر حملہ کرنے کے 'جرم' میں ایل او سی پر متعین اپنی ہی 'محسن' پاک فوج نے ان مجاہدینِ غزوۂ ہند پر فائر کھول دیا۔ اس طرح کے پاک فوج کے حملوں کے سبب جموں و کشمیر میں موجود کئی مجاہدینِ غزوۂ ہند متعدد بار زخمی ہو چکے ہیں۔

مطیع الرحمٰن نہایت راز داری سے آزاد کشمیر میں رہ رہا تھا اور پاکستانی خفیہ ایجنسیاں اس کو ڈھونڈنے میں ناکام رہ رہی تھیں۔ ایسے میں ایجنسیوں کے 'نامردوں' نے مطیع الرحمٰن کے گھر دھاوا بولا اور اس کی بوڑھی و ضعیف ماں پر تشدد کیا، اللہ پاک ان ہاتھوں کو شل کر دے جو اس مجاہد کی بوڑھی ماں پر اٹھے، آمین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا مفہوم ہے کہ 'مجاہد کے اہلِ خانہ کی حرمت ایسی ہے جیسے کسی کی اپنی ماں کی حرمت'۔ سوچیے مجاہد کی بیوی کی حرمت ایسی ہے، مجاہد کی ماں کی حرمت کیسی ہو گی اور جو کسی مجاہد کی ماں پر ہاتھ اٹھائے اس سے زیادہ بدبخت دنیا و آخرت میں کوئی ہو سکتا ہے؟

ان حالات میں مطیع الرحمٰن کے لیے گھر جانا یا کسی اور طرف نکلنا بالکل ناممکن ہو گیا۔ یوں کئی ماہ کی شب و روز کوششوں کے بعد جہادِ غزوۂ ہند میں شرکت کے دیوانہ وار تمنائیوں میں سے اس ایک تمنائی کے ایل او سی پار کر کے داخل کشمیر میں جانے کی ترتیب بن گئی۔ ماہِ دسمبر ۲۰۲۰ء کے شروع میں مطیع الرحمٰن آزاد جموں و کشمیر کے ضلع پونچھ (جموں) سے بھارتی مقبوضہ جموں میں داخل ہو گیا اور چند دن کے پیدل سفر کے بعد بھارتی مقبوضہ جموں سے وادی (کشمیر) میں داخل ہو گیا۔ ۱۲ دسمبر کو مطیع الرحمٰن پیر پنجال کے برفانی پہاڑی سلسلے میں داخل ہوا۔ اس موسم میں بے تحاشا برف باری کے سبب بہت سے راستے مسدود تھے اور اسی حالت میں مطیع الرحمٰن اور اس کے ساتھ موجود دوسرے مجاہد ساتھی سے راستہ گم ہو گیا۔ یہ دونوں مجاہد ایک قریبی گاؤں میں گئے اور ایک مقامی ہمدرد انصار کو ساتھ لے کر سفر پھر سے شروع کر دیا۔ گاؤں میں موجود بھارتی انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے بھارتی پولیس کو مخبری کر دی

---

[1] ترجمۂ آیت: "چنانچہ ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کی (اور کہا) کہ: میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی، اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا، اور میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں، اور جنہوں نے (دین کی خاطر) لڑائی لڑی اور قتل ہوئے، میں ان سب کی برائیوں کا ضرور کفارہ کر دوں گا، اور انہیں ضرور بالضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہو گا، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بہترین انعام ہے۔"

[2] پھر یہی سبق مطیع الرحمٰن کو ان مجاہدینِ عالی قدر کے پاس جنت میں بھی لے گیا جنہوں نے جہاز مار کر امریکہ کے تکبر کو توڑنے والا پہلا کاری وار کیا تھا! اللہ پاک انہی مجاہدین کے ساتھ اس کا معاملہ فرمائیں (نحسبہم کذلك واللہ حسیبہم)۔ اللہ پاک اپنے خزانۂ غیب سے اس کی والدہ کی حمایت و نصرت فرمائیں اور انہیں صبرِ جمیل و اجرِ جزیل عطا فرمائیں، آمین!

اور پیر پنجال کے برفانی پہاڑی سلسلے کے ایک پہاڑ کو بھارتی فوج نے گھیرے میں لے لیا۔ بچپن سے مقابلوں اور معرکوں میں مگن مطیع الرحمٰن کو ایک اور معرکہ پیش آیا۔ بھارتی بھگوا دہشت گرد فوج کے ساتھ ایک طویل معرکے کے بعد اکیس (۲۱) سالہ 'الرحمٰن' کا اطاعت گزار، کشمیر کے لیے تقریریں کرنے اور تحریریں لکھنے والا، غازیٔ گفتار و کردار مطیع الرحمٰن، مشرک ہندوؤں سے لڑتا ہوا پیر پنجال کے سفید برفانی پہاڑوں کو اپنے سرخ و گرم لہو سے گل و گلزار کر کے راہیٔ جنت ہو گیا۔ ۱۹۹۹ء میں طلوع ہونے والا ستارہ، ۱۳ دسمبر ۲۰۲۰ء کو کہکشاں کی صورت دھار گیا!

شہادت سے قبل مطیع الرحمٰن کا توشۂ خوراک ختم ہو چکا تھا اور وہ فاقے کی حالت میں تھا۔ ظالم و وحشی دشمن اور سخت برف باری کے منفی درجۂ حرارت والے موسم کے محاصرے میں، بھوک برداشت کرتے ہوئے، اپنی حیاتِ دنیوی کے آخری گھنٹوں میں مطیع الرحمٰن نہایت صبر کے ساتھ تھا، زبان پر مستقل ذکر اللہ جاری تھا اور دیگر ساتھیوں کو اپنی ان آخری گھڑیوں میں صبر اور حق کی تلقین کر رہا تھا۔

بھوک کے عالَم میں دنیا سے رخصت ہونے والے مطیع الرحمٰن کا استقبال، ان شاء اللہ جنت کے اعلیٰ دستر خوانوں پر ہوا ہو گا جن کے سامنے دنیا کا ہر طعام و اہتمامِ طعام ہیچ ہے:

عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۝ (سورۃ آلِ عمران: ۱۶۹)

"انہیں اپنے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے۔"

ان شاء اللہ حدیث کے مصداق[1] جب مطیع الرحمٰن اپنی زندگی کا آخری معرکہ لڑ رہا ہو گا تو اس کی عفیفہ زوجۂ جنت، اپنی سہیلیوں اور خادماؤں کے جلو میں جنت سے اتر کر آسمانِ دنیا پر اس کی شجاعت کا نظارہ کرنے آ گئی ہو گی، وہ اپنے محبوب کی جہاد میں شجاعت کو دیکھ کر فخر کرتی ہو گی اور ابھی مطیع کی روح، اللہ نے اپنی قدرت سے قبض نہیں فرمائی ہو گی کہ اس کا نکاح اس بی بی سے ہو چکا ہو گا۔ تصویروں میں بھگوا ہندو دہشت گرد فوجیوں کے ہاتھوں مطیع کا لاشۂ پامال برف میں گھسٹتا تو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس کی روحِ سعید تو حوروں کے ساتھ راہیٔ خیمۂ جنت ہو چکی ہو گی!

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۃ آلِ عمران: ۱۷۰)

"اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے وہ اس میں مگن ہیں۔"

مطیع الرحمٰن کے ساتھ میری ایک طویل زمانہ خط و کتابت رہی اور اس کے بیسیوں خطوط میرے پاس الحمد للہ محفوظ ہیں۔ میں چند دن قبل اس کے لکھے پرانے خطوط دیکھ رہا تھا، اس کا کوئی خط بھی ایسا نہیں جس میں وہ شہادت کی تمنا کا اظہار نہ کرتا ہو یا جس میں وہ شہادت کی دعا نہ طلب کرتا ہو۔ ایک خط میں اس نے مجھے لکھا:

"بس اب دعا یہ ہے کہ اللہ اب تو میدانوں کے لیے بھی چن لیں، (اس دنیا میں) تقریباً ساری ہی خواہشیں پوری ہو گئیں ہیں سوائے شہادت کے......"

بالآخر یہ خواہش بھی پوری ہو گئی، نحسبه كذلك والله حسيبهٗ ولا نزكي على الله أحدا!

بلا شبہ ہندو فوج اور بھارت پر قابض بھگوا دہشت گرد ہمارے دشمن ہیں اور ہمیں ان سے یہ جذبۂ دشمنی ہمیشہ سے تھا۔ لیکن میرا ذاتی معاملہ یہ ہے کہ میرا اپنا یہ ایک بھائی، جو کچھ ماہ و سال پہلے میرے ساتھ تھا، جس کے ساتھ میں اٹھتا بیٹھتا تھا، کھاتا پیتا تھا، ہم اکٹھے ہنستے مسکراتے تھے اور اپنے غم بانٹتے تھے، یہ بھائی انہی بھگوا دہشت گرد ہندو فوجیوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا ہے اور میرے دل میں انتقام کی آگ کا ایک نیا الاؤ بھڑک اٹھا ہے۔ مطیع الرحمٰن نے کشمیر میں شہید ہو کر مجھے ان بھگوا دہشت گردوں کے خلاف لڑنے کا ایک نیا جذبہ عطا کر دیا ہے۔

تیری شہادت نے پیارے بھائی! ہمیں نیا ولولہ دیا ہے
ہمیں قسم ہے خدائے حق کی، کہ تیرا بدلہ ضرور لیں گے!

اے وادیٔ کشمیر! ہم تیرے فی اللہ متوالے و دیوانے، بہت جلد تجھے مشرک ہندوؤں سے چھڑانے اور تیرے دروازے سے غزوۂ ہند لڑنے کے لیے پہنچنے والے ہیں!

وادیٔ کشمیر میں منتظر ہماری ماؤں، بہنو اور بیٹیو! غم نہ کرو، مطیع الرحمٰن جیسے مہاجر بیٹے، بھائی اور باپ بہت جلد تمہاری دہلیز پر پہرہ دیں گے، تمہاری جانب اٹھنے اور بڑھنے والا ہر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، آنکھ پھوڑی جائے گی اور دشمن کا دل سینہ چاک کر کے نکالا جائے گا!

کشمیر کے نہتے مجاہدو اور مرابط سنگ باز نوجوانو! ہمت جمع رکھو، ہم تمہارے مہاجر و انصار بھائی گولیوں سے بھرا ایک جعبہ اپنے سینے پر اور دوسرا اپنی کمر پر لاد کر، ایک کلاشن کوف اپنے ایک کاندھے پر اپنے لیے اور دوسرے کاندھے پر ایک بندوق تمہارے لیے اٹھائے بہت جلد خونی لکیر کو پامال کر کے تم سے ملنے والے ہیں۔

جہادِ کشمیر کی راہ میں حائل خائن 'محسنو'! وقت کے محمودوں اور ابنِ قاسموں کی راہ سے ہٹ جاؤ، اگر تم ہندوؤں کے خیموں کو بچانے بڑھے تو امریکیوں کی چاکری میں تم نے جو نقصان اٹھایا ہے، اس سے ہزار گنا زیادہ نقصان تمہیں اٹھانا پڑے گا، امریکہ تو یہاں سے چلا گیا لیکن مشرک ہندوؤں نے اسی گنگا و جمنا میں غرق ہونا ہے اور مشرکوں کا فرنٹ لائنیا بننے سے تم بھی مشرکوں کی طرح، مثلِ عاد و ثمود نیست و نابود کر دیے جاؤ گے، کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا وعدہ سچا ہے، غزوۂ ہند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ برپا ہو گا اور سندھ و ہند کے حکمران بیڑیوں میں جکڑے جائیں گے اور برِّ صغیر کی فتح کی خوش خبریاں سیاہ و سفید پرچموں والے سیّدنا مسیح علیہ السلام اور سیّدنا مہدی علیہ الرضوان کے پاس شام و فلسطین میں پہنچائیں گے!

اور اے مشرک ہندوؤ! تمہیں ہمارا کوئی پیغام پڑھنے اور سننے کی ضرورت نہیں۔ بہت جلد اپنا انجام تم خود دِلّی و بمبئی، لکھنؤ و احمد آباد اور مدراس و کلکتہ میں دیکھو گے!

[1] بحوالہ مشاری الاشواق

آخر میں اپنے سگے بھائی کی طرح عزیز و محبوب، مطیع الرحمٰن شہید کی شہادت سے تقریباً تین ہفتے قبل لکھی آخری وصیت کے بعض اقتباسات نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد فریضہ ہے، اور فرض سے روگردانی اللہ کے عتاب کا باعث۔

إِلاَّ تَنفِرُواْ يُعَذِّبْكُمْ عَذَاباً أَلِيماً وَيَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ وَلاَ تَضُرُّوهُ شَيْئاً وَاللّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ○ (سورۃ التوبۃ:۳۹)

'اگر تم (جہاد کے لیے) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا، اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔'

دجل کا زمانہ ہے اور اصطلاحات کی چوری ایک ٹرینڈ۔

جہاد محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے، جب کہ ذیلی مقاصد کو بھی اعلائے کلمۃ اللہ کا اعلیٰ و ارفع مقصد ہی 'کور' (cover) کرتا ہے۔ دیگر دنیوی اور وطنی عَلَم ہر کچھ ہو سکتے ہیں جہاد نہیں!

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّه (سورۃ الانفال:۳۹)

'اور (مسلمانو) ان کافروں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین پورے کا پورا اللہ کا ہو جائے۔'

بندۂ فقیر نے دنیا کو دیکھا اور وہ بھی قریب سے، بے جا افکار و نظریات اور کالعدم سی پریشانیوں کا خزانہ۔ جب کہ مومن کو اللہ 'احدی الحسنیین' (دو بھلائیوں میں سے ایک) کی طرف بلاتے ہیں۔

میں اپنے کثیر کرم فرماؤں، محبت کرنے والے بزرگوں اور محفل کی رونق دوستوں، سب کو یاد رکھے ہوئے ہوں۔ آیئے اپنی قلیل مگر قیمتی ترین حیات ضائع ہونے سے بچائیں کیونکہ ہم دنیا میں کسی کام پر آئے ہیں اور اس کی جواب دہی بھی ہو گی۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ○ (سورۃ المومنون:۱۱۵)

'بھلا کیا تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے مقصد پیدا کر دیا، اور تمہیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائے گا؟'

مجاہدینِ کشمیر!

ہم بدترین خائن اور قابلِ ملامت ٹھہریں اگر ہم مشرک بھگوا فوجوں سے کوئی بھی نرمی برتیں یا پھر خود کو، اپنے رازوں یا ترتیبوں کو صلیبی اتحادیوں کے حوالے کر دیں، کیونکہ مومن تو ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جا سکتا۔

احباب!

قلیل زندگی کے باوجود سفر طویل اور منزل دور ہے، تو آیئے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ شاعرِ جہاد، مرشد احسن عزیز رحمہ اللہ کے الفاظ میں:

تخت اور تاج تلک، سلطنت و راج تلک
جن کی خاطر یہ سفر جاری رہا آج تلک
محفلِ حور تلک، نقرئی قصور تلک
راحتِ عین تلک، زمرۂ حضورؐ تلک
مجھے جانا ہے بہت دور، بہت دور تلک
ہاں مری جاں! بہت دور بہت دور تلک

اللھم قدر فتح الهند بایدینا، و یسره لنا ثم بارك لنا فیه یا ارحم الراحمین. اللھم وفقنا لما تحب. اللھم خذ دمائنا حتی ترضی!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء، جمعرات"

☆☆☆☆☆

جان لو کہ اللہ کی نصرت نہایت قریب ہے!

"دنیا بھر میں بستے میرے مسلمان بھائیو!

یاد رکھیے کہ اللہ کے اذن سے خراسان میں موجود آپ کے مجاہد بھائی اہلِ کفر اور اللہ کے دین کے دشمنوں کے حلق کا کانٹا بنے رہیں گے۔ اور خراسان میں موجود یہ مجاہدین اللہ کے حکم سے اللہ کے دین پر ثابت قدم رہیں گے۔ یہ مجاہدین نہ بدلے ہیں اور نہ ہی انہوں نے مداہنت اختیار کی ہے۔ مجاہد ساتھیوں کی بے تحاشا شہادتیں، مشکلات اور حالات کی کلفتیں، پے در پے آزمائشیں، ان پر ہونے والی طعن و تشنیع، ان پر لگائے گئے جھوٹے الزامات، تہمتیں اور بہتان، مشکلات کی اس طویل فہرست کے باوجود یہ اللہ کے دین پر صبر کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں۔

یہ مجاہدین جانتے ہیں کہ یہ سب مشکلیں تو اس راہ کے سنگِ میل ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے آزمائشوں کا بے حد بڑھ جانا؛ فتح و نصرت، آسانیوں اور تمکین کے بہت جلد حاصل ہو جانے کی دلیل ہے۔"

(شیخ ابو دجانہ پاشا شہید رحمہ اللہ)

(رکن مرکزی قیادت؛ جماعت قاعدۃ الجہاد و مسئول القاعدہ برائے خراسان)

سحر ہونے کو ہے

بنتِ طبیب

ابو بکر اور علی اسلام آباد کے بس اڈے پر ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے بیگ لیے کھڑے تھے۔ بہت مشکلوں کے بعد وہ دونوں ایران کے راستے بالآخر پاکستان پہنچ ہی گئے تھے۔ ابو بکر نے ادھر ادھر نظر گھمائی، پورے اڈے پر اکّا دکّا گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اس نے پاس سے گزرتی ایک ٹیکسی کو روکا اور گھر کا پتا سمجھانے لگا۔ گاڑی روانہ ہو گئی۔

"چاچا جی! شہر کے کیا حالات ہیں؟" ابو بکر نے گاڑی چلتے ہی ڈرائیور سے سوال کیا۔

"حالات ویسے ہی ہیں بھائی جیسے ان ملکوں میں ہو سکتے ہیں جہاں کی حکومت پہلے ہی ہر طاقت ور کے اشارے پر سجدہ ریز ہو جانے کو تیار ہوتی ہو۔ ہر طرف خون ہی خون ہے، معصوم شہریوں پر بمباریاں ہو رہی ہیں، شک و شبہ کی بنا پر عوام سے جیلیں بھری جا رہی ہیں......لاہور اور سیالکوٹ میں تو ہندو فوجیوں نے اپنے کئی جنم کے بدلے اتارے ہیں، دونوں شہر باہر سے جانے والوں کے لیے بند ہو چکے ہیں، خدا جانتا ہے کہ وہاں کے باسیوں کی کیا حالت ہے"، بزرگ ٹیکسی ڈرائیور دلگیر لہجے میں بولے۔

"کیا فوج دراندازی کرنے والی افواج کا مقابلہ نہیں کر رہی؟" اب کے علی نے سوال کیا۔

"فوج!" ٹیکسی ڈرائیور استہزائیہ انداز میں ہنس کر بولا، "فوج ملک میں ہو گی تو دشمن کو کچھ کہے گی ناں! فوج کی قیادت تو پہلے ہی ملک سے باہر جا چکی ہے اور باقی جو رہ گئے ہیں وہ بھی امریکہ و بھارت سے اپنی وفاداری جتانے میں ایک دوسرے سے نمبر لے جانے کی کوشش میں ہیں!"

ابو بکر اور علی خاموشی سے باہر دیکھنے لگے۔ اسلام آباد ویران ہو چکا تھا۔ بازار بھائیں بھائیں کر رہے تھے۔ کہیں کہیں کوئی ایک آدھ بندہ نظر آجاتا۔ سیکٹروں کے سیکٹر تباہ ہو چکے تھے۔ پورے اسلام آباد پر ہی ایچ نائن کے قبرستان کی مانند خاموشی طاری تھی۔ ابو بکر کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔ یہ ان کا اسلام آباد تو نہ تھا۔ ان کی گاڑی بلیو ایریا کی جانب بڑھی تو سامنے ہی ان کو امریکی فوج کی پوسٹ نظر آئی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آہستہ کر لی۔ ایک امریکی ان کی جانب بڑھا اور انگریزی میں ان سے سوال جواب کرنے لگا۔ پھر ان سے ان کے شناختی کارڈ مانگے۔

ابو بکر نے دانت بھینچتے ہوئے اپنا کارڈ نکالا۔ 'اب یہ وقت آگیا ہے کہ ہمارے دشمن ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی شہر کی سڑکوں پہ ہم سے ہماری شناخت طلب کریں!'، اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

اتنے میں چیک پوسٹ پر افراتفری سی مچ گئی۔ ان کے پاس کھڑا فوجی بھی انھیں چھوڑ کر اس طرف کو بھاگا۔ ابو بکر نے سیٹ پر آگے ہوتے ہوئے باہر جھانکا۔

ایک لینڈ کروزر کے باہر لمبی داڑھی والا پچیس چھبیس سالہ نوجوان کھڑا تھا جس کو شک کی بنا پر امریکی پکڑنا چاہ رہے تھے مگر وہ انگریزی زبان میں امریکی فوجیوں کو برا بھلا کہے جا رہا تھا اور کسی صورت ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار نہ تھا۔

"ہم تم لوگوں کو چھوڑیں گے نہیں!" وہ چلّا رہا تھا "تم لوگوں نے سمجھا کیا ہے ہمیں؟ ہم مسلمان کسی کی غلامی قبول کرنے والے نہیں! ہم ثابت کر دیں گے کہ پاکستان پر حملہ کرنا امریکہ کی سب سے بڑی غلطی ہے!"

اچانک غصے سے بھرے دو امریکی فوجی اس نوجوان کی جانب اپنی بندوقیں تانے بڑھے۔

"شٹ اپ یو......! جسٹ شٹ اپ! یو بلڈی پاکی! وی ول کل یو!" وہ غصے سے گالیاں دیتے ہوئے اس کی جانب بڑھے تھے۔ ابو بکر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا مگر وہ نوجوان ذرا بھی متاثر نہ ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر اپنی جانب بڑھتے امریکی فوجی کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ پیچھے کو لڑکھڑا گیا۔ لینڈ کروزر میں سے ایک عورت اور تین ننھے منے بچے بھی نکل آئے تھے اور روتے ہوئے اس نوجوان کو پیچھے کرنا چاہ رہے تھے۔

'ٹھا! ٹھا'

اچانک فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ ابو بکر کا حلق خشک ہو گیا۔ امریکی فوجیوں نے اس نوجوان پر گولی چلا دی تھی۔

وہ عورت اور اس کے بچے چیختے ہوئے اس کی طرف دوڑے تو امریکیوں نے بندوقوں کا رخ ان کی طرف کر دیا۔

ابو بکر کی بس ہو گئی اور وہ بپھر کر ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور غصے سے امریکیوں پر جھپٹا۔ اس کی دیکھا دیکھی ارد گرد موجود گاڑیوں سے بہت سے لوگ نکل آئے اور فوجیوں پر پل پڑے۔ اب کی بار امریکی ذرا خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹے اور ہوائی فائرنگ کرنے لگے۔ کسی نے زمین پر پڑے نوجوان کو اٹھایا اور گاڑی میں ڈالا۔ امریکی فوجی غصے میں پاگل ہو کر اب اندھا دھند فائرنگ کرنے لگے تھے۔ گولیاں لگنے سے چند مزید افراد زمین پر گر گئے۔ اتنے میں فضا میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ ہجوم فوراً منتشر ہو گیا۔

"صاحب جی! اندر بیٹھیں جلدی!" ٹیکسی ڈرائیور کے گھبرا کر چلّانے پر ابو بکر اور علی گاڑی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی تیزی سے سڑک پر روانہ ہو گئی۔ امریکی فوجیوں نے فائرنگ کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اور کچھ ہی دیر میں وہ خطرے سے باہر تھے۔

ابو بکر اور علی ابھی تک صدمے کے عالم میں تھے۔ جو کچھ ابھی ہوا تھا اس کی ان کو بالکل توقع نہ تھی۔ ان کے دل اس واقعے سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

"صاحب! آپ کی مطلوبہ جگہ آگئی!" ٹیکسی ڈرائیور نے اچانک ہی گاڑی کو بریک لگائی اور ان دونوں کو مخاطب کیا۔

ابو بکر نے چونک کر سر اٹھایا اور اپنے گھر کی طرف دیکھا۔

اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا!

☆☆☆☆☆

اماں کو ہسپتال میں ایڈمٹ ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا مگر ان کی حالت روز بروز بگڑتی ہی جا رہی تھی۔ انھیں آئی سی یو میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ابو بکر سے ایک ہفتے سے رابطہ نہ ہو پایا تھا۔ وہ چاروں باری باری اماں کے پاس رہتے۔ آج رات مصعب اور موحد چچا ہسپتال میں تھے۔

عائشہ چچی رات کو اپنے گھر آنے کا کہتی رہیں مگر انھوں نے اپنے گھر رہنے میں ہی زیادہ آسانی محسوس کی۔ پھر بھی بسام بھائی رات کو ان کے پاس آگئے تھے۔

رات دو بجے ان کے گھر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ نور کو جب ہوش آیا تو بسام بھائی اور محلے کے دیگر لوگ سعد اور ہاجر کے زخمی وجود ملبے کے نیچے سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نور نہیں جانتی تھی کہ وہ کس طرح باہر پہنچ گئی تھی۔ اسے بس اتنا علم تھا کہ ہوش میں آتے ہی وہ سعد اور ہاجر کو باہر نکالنے کی فریادیں کرتی چیخ رہی تھی۔

ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ دھماکے ابھی تک ہو رہے تھے۔ بھارتی فضائیہ نے رات اسلام آباد پر بمباری شروع کی تھی جو وقفے وقفے سے ابھی تک جاری تھی۔ جہاں میزائل آکر لگتا، ملبہ اٹھاتے لوگ اسی طرف بھاگتے۔ سول انتظامیہ کچھ ویسے ہی ناکارہ تھی اور پھر جب حکومت اور فوج سب ہی حملہ آوروں کے ساتھ مل جائے تو اس نے کیا کرنا تھا۔ لوگ اپنی مدد آپ کے تحت ہی ملبہ ہٹاتے، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے، لاشوں کی تدفین کرتے اور خود ہی اپنے آنسو پونچھ کر اگلے ملبے کی جانب بڑھ جاتے۔

اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ کس وقت مومنہ اور منال اسے اپنے گھر لے گئی تھیں، وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں عائشہ چچی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"مصعب! جلدی آؤ! یہاں قیامت آگئی ہے!...... پلیز مصعب!" فون پر مصعب کی آواز سن کر اس کا سکتہ ٹوٹا اور اس سے بات کرتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"نور! حوصلہ رکھو! میں اماں کو چھوڑ کر نہیں آسکتا! عائشہ چچی وغیرہ ہیں ناں تمہارے پاس!" مصعب ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا تو نور خاموش ہو گئی۔ وہ اپنی وجہ سے مصعب اور موحد چچا کو مزید تنگ نہ کرنا چاہتی تھی۔ وہ پہلے ہی بہت پریشان تھے۔

"نور! ہاجر اور سعد کو ملبے سے نکال لیا گیا ہے...... بسام بھائی ان کے پاس ہسپتال جا رہے ہیں...... تم نے جانا ہے؟" منال نے اس کا کندھا دھیرے سے ہلا کر کہا تو وہ چونک کر اس کی طرف مڑی۔

"ہاں! ہاں! میں نے بھی جانا ہے!"

"تو پھر ایسا کرو کہ جلدی سے مومنہ کا عبایا پہن لو! بسام بھائی گاڑی میں بیٹھ چکے ہیں!" منال نے ہاتھ میں پکڑا عبایا اس کو تھماتے ہوئے کہا۔ وہ جلدی جلدی عبایا پہننے لگی۔

☆☆☆☆☆

اس کی نگاہوں کے سامنے گھر کی بجائے ملبے کا ڈھیر تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس ڈھیر کو تک رہا تھا۔ ملبے کو دیکھتے ہوئے وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اندر موجود ایک فرد بھی بچ نہ پایا ہوگا۔ تایا جان کا گھر بھی تباہ ہو چکا تھا۔ موحد چچا کے گھر کا ڈھانچہ البتہ باقی تھا۔

"اماں! مصعب! نور! ہاجر! سعد!...... کوئی ہے؟" وہ ملبے کے ڈھیر پر کھڑا بے بسی سے چلّایا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہے چلے جا رہے تھے اور وہ بے قراری کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے ملبے کی اینٹیں اٹھا اٹھا کر پرے پھینک رہا تھا۔

موحد چچا کے ٹوٹے پھوٹے گھر سے مومنہ اور منال نے جھانک کر باہر دیکھا۔ ابو بکر اور علی کے چہروں پر نظر پڑتے ہی ان کے چہروں کی رونق کچھ بحال ہوئی۔ اسی وقت ابو بکر اور علی کی نگاہ بھی ان کی جانب اٹھی۔

"ماما! ماما! ابو بکر بھائی اور علی آگئے ہیں!" وہ دونوں وہیں کھڑے کھڑے چیخی تھیں۔

"منال! مومنہ! میرے گھر والے کہاں ہیں؟" ابو بکر تڑپ کر ان کی جانب بڑھا۔ اس کے سوال پر وہ دونوں ہی ساکت ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں گویا فیصلہ نہ کر پا رہی ہوں کہ کیا جواب دیں۔ ابو بکر کو لگا اس کی سانس رک جائے گی۔

"ابو بکر بھائی!...... وہ ...... تائی امی کو نمونیہ کی کوئی کامپلیکیشن ہو گئی تھی...... کافی دن سے وہ ہسپتال ہی میں ہیں......" منال نے آخر کار ہمت کر کے کہنا شروع کیا۔ "دو دن پہلے رات کے وقت بمباری ہوئی تھی...... ہاجر اور سعد زخمی ہو گئے تھے...... وہ بھی ہسپتال میں ہیں، ابّا اور بسام بھائی بھی ان کے ساتھ وہیں ہیں"۔

ابو بکر کا چہرہ دھواں دھواں ہونے لگا۔ اس نے مومنہ اور منال کو علی کو اندر لے جانے کا کہا اور خود دیوانہ وار سڑک کی جانب دوڑ لگائی۔

"ابو بکر بھائی! پمز! پمز!" دوڑتے ہوئے اسے منال کی آواز سنائی دی جو اسے ہسپتال کا پتا بتا رہی تھی۔

راستے میں اسے ایک ایمبولنس سے لفٹ مل گئی۔ وہیں اسے معلوم ہوا کہ اسلام آباد کے مضافات میں بمباری ہوئی ہے۔ ہسپتال پہنچتے ہی اس نے بھی دیگر لوگوں کی طرف اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔

نور اور مصعب اس کو جلدی ہی نظر آگئے۔ ان دونوں کی ویران آنکھیں آئی سی یو کے شیشے پر جمی تھیں جہاں عملے کے افراد کسی وجود پر سفید چادر ڈال رہے تھے۔ سٹریچر پر وہ جسد باہر لایا گیا تو نور اور مصعب دوڑ کر اس کی طرف لپکے۔ ابو بکر دور سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک ماہ کے اندر اندر ہی وہ دونوں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکے تھے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی جانب بڑھا۔

"السلام علیکم!" اس کے سلام کرنے پر ان دونوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا مگر کسی بھی قسم کے رد عمل کے بغیر وہ دونوں بے تاثر نگاہوں سے اسے تکنے لگے۔

”ابو بکر!...... تم آ گئے؟“، نور کا سکتہ پہلے ٹوٹا اور اس کے ہونٹوں پر غمگین مسکراہٹ ابھری،
”یہ دیکھو!......اماں بھی چلی گئیں!“
ابو بکر سناٹے میں آ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر سٹریچر پر پڑے بے جان وجود کے چہرے سے چادر ہٹائی۔ وہ واقعی اماں تھیں۔ آنسو خاموشی سے اس کے چہرے پر بہنے لگے۔ اس نے نور اور مصعب کی جانب نگاہ اٹھائی، دونوں اپنی سرخ آنکھوں میں مچلتے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اچانک ہسپتال میں شور کی آواز سنائی دی۔ بوڑھے ماں باپ اپنے زخموں سے چور کڑیل جوان بیٹے کو لیے آ رہے تھے۔ وہ پر امید تھے کہ ان کا بیٹا بچ جائے گا مگر ڈاکٹروں نے بتایا کہ وہ تو کب کا ختم ہو چکا ہے۔ وہ دونوں آنسو بھی نہ بہا پائے۔ بس ایک دوسرے کو سہارا دیے خاموشی سے اپنے بیٹے کی لاش دیکھتے رہے۔

ایک اور جانب سے چیخ و پکار کی آواز پر وہ تینوں اس طرف متوجہ ہوئے تو ایک شخص اپنے دو سالہ بیٹے کے بے جان وجود کو گود میں لیے دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔ قریب ہی سٹریچر پر اس کی بیوی آخری سانسیں لے رہی تھی۔

ایک طرف زخموں سے چور ایک شخص کی سانس اکھڑ چکی تھی اور اس کی دس سالہ بیٹی اپنے باپ کے زخمی وجود سے لپٹ کر رو رہی تھی۔

ابو بکر آنکھیں پھاڑے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ مصعب نے اماں کے ماتھے کا بوسہ لے کر اس کی طرف دیکھا۔

”ابو بکر! تمہیں یہ سب عجیب لگ رہا ہے؟ ہم تو روز ہی یہ سب دیکھ رہے ہیں!“

”مگر میڈیا پر تو......!“ ابو بکر بولتے بولتے اچانک رکا، ”ہاجر اور سعد کہاں ہیں؟“

مصعب نے خالی خالی آنکھوں سے ابو بکر کو دیکھا اور کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دھیرے سے بولا،

”سعد...... سعد تو آج صبح ہی...... صبح ہی اس کا انتقال ہوا ہے...... موحد چچا اور بسام اس کو لے گئے ہیں...... البتہ ہاجر کے پاس چلتے ہیں!“ بے تاثر لہجے میں مصعب بولا۔

ابو بکر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا، اس نے سٹریچر کا سہارا لیا۔

”تم کیوں اتنا ضبط کرتے ہو مصعب؟ تم بھی تو دل ہلکا کر لو!“ نور نے تاسف سے مصعب کی جانب دیکھا جس کا دل زخموں سے چور تھا، مگر وہ خاموش رہا۔ البتہ نور کو اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگتے ہوئے محسوس ہوئے۔

”اگر میں بھی حوصلہ چھوڑ بیٹھا تو تم دونوں کو کون سنبھالے گا؟“ وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

اچانک ایک نرس دوڑتی ہوئی آئی اور انھیں ہاجر کی بگڑتی حالت کا بتا کر واپس دوڑی۔ وہ تینوں بھی تیزی سے اس کے پیچھے ہو لیے۔

اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل چکی تھیں۔ انھیں دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرائی۔

”ہاجر! کلمہ پڑھو!“ ابو بکر اس کے قریب ہوتے ہوئے بولا مگر شناسائی کی کوئی رمق اس کی آنکھوں میں پیدا نہ ہوئی، اس کی سانس اکھڑنے لگی اور آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

قریباً تین گھنٹے بعد اس کو ہلکا سا ہوش آیا۔ نور نے اس سے بات کرنا چاہی مگر ڈاکٹر نے منع کر دیا۔ وہ یک ٹک چھت کو تکے جا رہی تھی۔ گویا وہ ہوش میں ہونے کے باوجود اس دنیا میں نہ تھی۔

”مصعب! دعا کرو ناں کہ ہاجر ٹھیک ہو جائے!“ نور نے بے چینی سے مصعب سے کہا۔

”کر رہا ہوں نور!“ وہ دھیرے سے بولا مگر نور کی حالت بالکل غیر ہو رہی تھی۔ مصعب اور ابو بکر اس کو سنبھالنے کی بہت کوشش کر رہے تھے مگر وہ بکھرتی ہی جا رہی تھی۔

”یا اللہ! ہاجر کو بچا لے!“ وہ آنسوؤں کے درمیان ٹوٹے ٹوٹے لفظوں میں دعا کر رہی تھی، ”اللہ جی! اگر میری بہن بھی نہ رہی تو میں کیا کروں گی؟ اللہ جی! میری بہن کو بچا لے!“

بار بار کی بے ہوشی کے بعد رات بارہ بجے اسے آئی سی یو لے جایا گیا اور ایک بجے ان سب کو ڈاکٹر نے اس کے پاس جانے کی اجازت دی۔ وہ اب بھی نیم بے ہوش تھی۔ پھر اس کے لب ہلنے لگے۔

”محمد......رسول...... اللہ“ نور کو بمشکل اس کے آخری الفاظ ہی سمجھ آ پائے اور اس کے ساتھ ہی ہاجر نے آخری ہچکی لی اور اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ نور اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکی اور ہاجر کے بے جان لاشے سے لپٹ کر رونے لگی۔

ابو بکر نے بے بسی سے بیڈ کے کنارے اپنا سر ٹکا دیا اور بے آواز آنسو بہانے لگا۔

مصعب کچھ دیر بے تاثر نگاہوں سے ہاجر کے بے جان وجود کو دیکھتا رہا، پھر وہ بھی دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا بیڈ کے سائیڈ پر پڑے بینچ پر بیٹھ گیا اور ہاجر کا ہاتھ پکڑ کر بلک بلک کر رونے لگا۔

☆☆☆☆☆

بمباریاں مسلسل جاری تھیں۔ موحد چچا پورے گھرانے کے واحد کفیل رہ گئے تھے۔ تائی جان اپنے بچوں کے ساتھ اپنے میکے واہ کینٹ چلی گئی تھیں۔ نور، مصعب، ابو بکر اور علی البتہ موحد چچا کے ساتھ ہی تھے۔ یہ گھرانہ اسلام آباد کے مضافات میں ایک خستہ حال سے گھر میں منتقل ہو گیا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ کب کوئی رستہ کھلے اور وہ یہاں سے نکل جائیں۔

حملہ ہوئے ایک ماہ سے زیادہ ہو چکا تھا۔ حکومت بس نام کو ہی رہ گئی تھی۔ نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ حکومت کی نااہلی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے دیگر جرائم پیشہ لوگ متحرک ہو گئے تھے اور آئے دن گھروں میں ڈاکے ڈالتے اور بچا کھچا سامان لوٹ کر لے جاتے۔ خوراک و دوا، ہر قسم کی چیزوں کی درآمد پر بین الاقوامی سطح پر پابندی لگا دی گئی تھی، یوں ہر چیز ہی ناپید تھی۔ اب دن غربت میں بسر ہو رہے تھے۔ کروڑ پتی خاندان یک دم ہی زمین بوس ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

رمضان آیا اور گزر گیا۔ عید سب کی ہی سوگوار گزری۔ نور منال، مومنہ اور مسفرہ کے ہمراہ کچھ دن کے لیے پنڈی میں مقیم نمرہ پھپھو کے گھر رہنے چلی گئی کہ شاید ماحول بدلنے سے ذہنی حالت کچھ بہتر ہو سکے۔

وہ ظہر کی نماز پڑھ کر ابھی جائے نماز ہی پر بیٹھی ہوئی تھی کہ آسمان پر جیٹ طیاروں کی گھن گرج سنائی دی۔ منال، مومنہ اور مسفرہ باہر کی طرف بھاگیں۔ نور نے بھی جائے نماز لپیٹی اور باہر کو دوڑی۔ سب لوگ گھروں سے باہر نکل کر درختوں کے نیچے بیٹھ گئے کہ بمباری عموماً عمارتوں پر ہی کی جاتی تھی۔

نمرہ پھپھو نے چاروں کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔

دھم! دھم! دھم!

گولوں کی دھمک کے ساتھ ہی ان سب کے دل دہل گئے۔ زمین تھرّا گئی۔ کہیں دور سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔ نور کا دل ڈوب گیا۔

’نجانے کس معصوم پر قیامت ٹوٹی!‘ اس کے سارے غم پھر سے تازہ ہو گئے۔

”مومنہ! کیسی زندگی ہو گئی ہے ناں ہماری! کبھی خیال میں بھی یہ سب نہ گزرا تھا!“ نور نے ساتھ بیٹھی مومنہ کو مخاطب کیا۔

”میں تو......!“ وہ کچھ بولتے بولتے رک گئی۔

نور نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور تھک کر درخت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

’دھم! دھم! دھم!‘

زمین پھر سے تھرّا اٹھی۔ نور نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔

’نجانے اب کہاں صف ماتم بچھی ہو گی؟‘

اس نے دکھی دل سے سوچا اور ذکر کرنے لگی۔

☆☆☆☆☆

مصعب بستر پر لیٹا اخبار پڑھ رہا تھا۔ ابو بکر زمین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا۔ نور کچن میں عائشہ چچی کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ منال اور مومنہ پچھلے صحن میں کپڑے دھو رہی تھیں۔ بسام بھائی چچا کے ساتھ باہر گئے ہوئے تھے۔ علی گم سم سا صحن میں زمین پر لیٹا آسمان پر تیرتے بادلوں کو تک رہا تھا۔

چھوٹے سے صحن کے گرد تین کمروں، ایک کچن اور کونے میں بنے ایک چھوٹے سے غسل خانے پر مشتمل یہ خستہ حال سا گھر اس گھرانے کی ضرورت کے لحاظ سے کافی چھوٹا تھا۔

موحد چچا کئی دنوں سے اسد بھائی کو بلوانا چاہ رہے تھے تاکہ وہ آکر ان کے اور بسام بھائی کے ساتھ مل کر یہاں سے نکلنے میں مدد کریں یا پھر ان کے لیے امریکہ آنے کا بندوبست کریں۔ مگر وہ دونوں میں سے کسی صورت پر راضی نہ تھا کیونکہ دونوں ہی صورتوں میں امریکہ میں اس کے شاندار مستقبل کے داؤ پر لگنے کا خطرہ تھا۔

ٹروں! ٹروں!

اچانک خاموش سے گھر میں مصعب کے موبائل کی گھنٹی کی آواز گونجی۔ سب چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ گھر چھوٹا ہونے کی وجہ سے کوئی پرائیویسی نہ تھی۔

”کس کا فون ہے؟“، ابو بکر نے مصعب کو موبائل کی سکرین گھورتے دیکھ کر پوچھا۔

”ماموں کا!“ مصعب منہ بنا کر بولا۔

”ماموں کو کہاں سے خیال آ گیا؟“، ابو بکر چونک کر بولا۔ اتنے میں کال کٹ گئی۔

ٹروں! ٹروں!

کال پھر آنے لگی۔ مصعب نے بے دلی سے موبائل کان سے لگایا۔

”السلام علیکم!...... جی!...... الحمد للہ ہم ٹھیک ہیں!...... آپ کیسے ہیں؟...... اچھا!...... ٹھیک! ٹھیک ہے!...... ایز یو وِش! (جیسے آپ کی مرضی!)“، مصعب بے تاثر لہجے میں بولو۔ اس کے چہرے سے بات کی نوعیت کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ نور بھی کام ختم کر کے مصعب کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ علی البتہ صحن میں ہی تھا مگر اس کی بھی تمام تر توجہ اسی طرف تھی۔

”اچھا ٹھیک ہے!...... آپ فکر نہ کریں!...... بالکل! جی! ہاں جی!...... شیور (sure)!...... نو پرابلم!...... آپ فکر کیوں کرتے ہیں!“ ابو بکر اور نور اس کے چہرے سے کچھ اندازہ لگانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ آخر اس نے لمبا سانس لیا اور موبائل کان سے ہٹا کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور بے دم سا ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔

”کیا کہہ رہے تھے ماموں؟“ نور نے اس کی جانب دیکھا۔

”ماموں کو چھ ماہ بعد خیال آیا بھی تو کیسے؟“ مصعب اٹھ کر بیٹھ گیا اور زمین کو گھورنے لگا۔

”کیا کہہ رہے تھے اور ہم سے بات کیوں نہ کروائی؟“

”انھوں نے تم دونوں کا تو پوچھا ہی نہیں!...... نہ سلام نہ دعا!...... نہ کوئی اور بات کی!...... میں نے خود ہی بتا دیا کہ ہم ٹھیک ہیں!...... کہنے لگے کہ ہم ماریہ کو پاکستان نہیں بھیج سکتے، ہماری مجبوری سمجھو!...... اس لیے معاملہ ختم کر دو!“

”اور تم نے کچھ نہ کہا؟ آرام سے مان گئے؟ کچھ تو ہمارے حالات بھی بتا دیتے!“ نور تاسف سے بولی۔

”نور! غیرت بھی کوئی چیز ہوتی ہے!...... مجھے کوئی شوق نہیں ایسے شخص سے ہمدردی لینے کا جس کو اپنی بہن کے فوت ہونے کے بعد اپنے بھانجے بھانجی کی خیریت پوچھنے کا بھی خیال نہ آیا ہو!...... انھوں نے نہیں پوچھا...... میں نے نہیں بتایا...... ان کو خود بھی پتا ہے ہمارے حالات کا...... بے حس معاشرے میں رہ کر خود بھی بے حس ہو گئے ہیں!“ مصعب سپاٹ مگر تلخ لہجے میں بولا، ”وہ نہیں چاہتے رشتہ تو میں بھی کوئی مرا نہیں جا رہا“۔

نور اور ابو بکر اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہے تھے مگر خاموش رہے۔ کچھ دیر یوں ہی گزر گئی۔

”کیسے اپنوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا؟“ آخر ابو بکر کی آواز گونجی۔

”ماموں کو ہمارا ذرا بھی خیال نہیں!“ نور کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔ مصعب نے چہرہ موڑ کر اس کی جانب دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔

"نور! ہمیں صرف اللہ کی ضرورت ہے...... اور کسی کی نہیں! یہ رشتے تو فانی ہیں...... سیکنڈ میں ختم ہو جاتے ہیں!" وہ دھیرے سے بولا۔ اس کے لہجے میں اچانک اندر کا درد جھلکنے لگا۔

شوں! شوں!

اچانک دو جیٹ ان کے سروں کے اوپر سے گزرے۔ وہ تینوں ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یا اللہ خیر!"

"بھاگو!"

یہ کافی عرصے سے ان کا معمول بن چکا تھا۔ ضروری سامان کے بیگ تیار ہوتے، وہ اٹھاتے اور باہر بھاگتے اور قریب کسی کھیت وغیرہ کے کنارے لگے درخت کی اوٹ میں بیٹھ جاتے۔ نور فوراً کچن سے کھانے کا ہاٹ پاٹ اور پریشر ککر اٹھا کر باہر کو لپکی۔ باقی سب نکل چکے تھے، صرف ابو بکر اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔ اس نے ککر نور کے ہاتھ سے لے لیا اور دونوں باہر کی طرف بھاگے۔

دھم! دھم! دھم!

دور کہیں بمباری ہوئی تھی۔

"لگتا ہے پھر اسلام آباد میں بمباری ہوئی ہے!" علی نے جیٹ کا رخ دیکھ کر اندازہ لگایا۔

"چچی! چچا کہاں گئے تھے؟" نور نے فکرمندی سے پوچھا۔

"بیٹا وہ پنڈی گئے تھے، نمرہ کی طرف!"

"اللہ خیر کرے!" ان سب کی زبانیں دعا میں مصروف ہو گئیں۔

☆☆☆☆☆

مصعب اور ابو بکر تیز تیز قدم اٹھاتے ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہوئے۔ نور اور مومنہ بھی ان کے پیچھے پیچھے تھیں۔

"کہاں ہیں چچا؟"، مصعب ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

"وہ رہے!"

موحد چچا وارڈ کے کونے میں ایک بیڈ کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ان کی طرف بڑھ رہے گئے۔ ان پر نظر پڑتے ہی وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"السلام علیکم! شکر ہے تم لوگ آ گئے!"، ان کے قریب آنے پر وہ دھیرے سے بولے۔

"چچا! احمر اور سیف کہاں ہیں؟"

"بیٹا! احمر کے زخم اتنے زیادہ نہ تھے، وہ تو فوراً ہی ڈسچارج ہو گیا تھا۔ بسام اس کو لے کر نمرہ کی طرف گیا ہے!"، وہ آہستگی سے بولے۔ اچانک ہی وہ بہت بوڑھے لگنے لگے تھے، "اور سیف کافی زخمی ہے، ابھی آپریشن تھیٹر میں ہے!"

آج دوپہر کو واہ کینٹ میں بمباری کی خبر سن کر وہ سب یہاں موحد چچا کے پاس پہنچے تھے۔

"ابا! تائی جان کہاں ہیں؟ وہ بھی پھپھو ہی کی طرف ہیں کیا؟" مومنہ نے کچھ دیر کے بعد پوچھا۔

"ہاں! وہیں ہیں! واپسی پر تم لوگ بھی ان کے پاس چلے جانا!"

اتنے میں ڈاکٹر وارڈ میں داخل ہوا اور موحد چچا کی طرف بڑھ گیا۔ موحد چچا اٹھ کر اس کے ساتھ وارڈ سے باہر نکل گئے۔

وہ چاروں وہیں بیڈ کے پاس ہی بینچ پر بیٹھ گئے اور ارد گرد کا جائزہ لینے لگے کہ دفعتاً نور کی نگاہ ایک بیڈ کے پاس بیٹھے دو افراد پر پڑی اور پھر وہاں سے ہٹنا ہی بھول گئی۔

"مومنہ! وہ دیکھو!" اس نے مومنہ کو اس طرف متوجہ کیا تو وہ بھی چونک گئی۔

"ہائیں! یہ دونوں یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"آؤ دیکھ کر آئیں!" نور کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ مومنہ بھی اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"بھائی! ہم ذرا آتی ہیں!" مصعب کے اجازت دینے پر وہ دونوں اس بیڈ کی طرف بڑھ گئیں۔ قریب پہنچنے پر ان کو ایک خاتون پٹیوں میں لپٹی نظر آئیں اور ان کا ہاتھ تھامے سر جھکائے بیڈ کے دونوں طرف ان کے دو بچے بیٹھے تھے۔

"السلام علیکم!" نور کے اونچی آواز سے سلام کرنے پر دونوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ ارمغان اور لائبہ تھے۔

"نور تم؟" دونوں ہی اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"لائبہ! کیا ہوا ہے؟"

"نور! ہمارے ڈیڈی کی ڈیتھ پچھلے ہفتے ہو گئی تھی اور آج ممی کی بھی ڈیتھ ہو گئی ہے!"، لائبہ نے روتے ہوئے اس کو بتایا۔ ارمغان بھی خاموشی سے اپنی ماں کی میت کو تک رہا تھا۔ "نور! اب ہمارا اس دنیا میں کوئی نہیں رہا!"

"ایسے کیوں کہتی ہو؟" نور نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"ہماری پوری فیملی abroad (ملک سے باہر) ہے اور کوئی بھی ہماری ذمہ داری اٹھانے کو تیار نہیں!...... ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ کیا کریں!"، وہ اپنے آنسو پونچھ کر بولی۔

"ایسے کیوں کہتی ہو؟ ہم ہیں ناں!" نور نے اس کو دلاسہ دیا، "بھائی اور ابو بکر تو کافی عرصے سے تم لوگوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر کچھ پتا ہی نہ چل رہا تھا"۔

"ابو بکر اور مصعب کہاں ہیں؟" ارمغان کافی دیر کے بعد پہلی مرتبہ بولا تھا۔ نور نے پیچھے مڑ کر ان کی طرف اشارہ کرنا چاہا مگر وہاں ان دونوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔

"ہائیں! مومنہ!" اس نے مڑ کو مومنہ کی جانب دیکھا، "بھائی اور ابو بکر نجانے کہاں چلے گئے؟" مومنہ بھی حیرت سے مڑی۔ اتنے میں موحد چچا وارڈ میں داخل ہوئے مگر ان کو نہ پا کر واپس مڑنے لگے۔

"ابا! ادھر!" مومنہ کے پکارنے پر موحد چچا نے ان کی جانب دیکھا اور اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں لائبہ اور ارمغان کو سلام کر کے وہاں سے اٹھ گئیں۔

"سیف کمرے میں آ گیا ہے! ابھی ہوش میں نہیں ہے!...... آجاؤ تم لوگ بھی مگر اس کے سامنے حوصلے سے رہنا!" ان کے قریب آنے پر موحد چچا تھکے تھکے سے انداز میں بولے، "اور تم دونوں وہاں کیا کر رہی تھیں؟"

"وہ...... چچا...... وہ ارمغان اور لائبہ تھے...... ان کی ممی اور ڈیڈی کی ڈیتھ ہو گئی ہے...... اور ان کی پوری فیملی باہر ہوتی ہے...... اس لیے پریشان تھے!"

"ابا! آپ کچھ کر سکتے ہیں ان بے چاروں کے لیے؟" مومنہ نے آنکھوں میں امید کی کرن لیے موحد چچا کی جانب دیکھا۔

"اچھا! ہاں ان شاء اللہ دیکھتے ہیں!" موحد چچا نے اثبات میں سر ہلا دیا، "ابھی تو آؤ!"

وہ دونوں چچا کے ہمراہ وارڈ سے باہر نکل گئیں۔

"چچا! بھائی اور ابو بکر کہاں گئے ہیں؟"

"ان کو اپنا کوئی جاننے والا نظر آ گیا تھا شاید!...... اب سیف کے پاس ہی ہوں گے"، موحد چچا کہتے ہوئے ایک کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔

اندر مصعب اور ابو بکر پہلے ہی کسی اجنبی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ نور نے بے اختیار اپنا عبایا اور سکارف درست کیا اور چہرہ موڑ کر جب سیف کی طرف رخ کیا تو بے اختیار اس کے منہ سے دبی دبی چیخ نکل گئی۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون!" وہ آہستگی سے بولی اور آنکھوں میں اترنے والے آنسو اندر اتار گئی۔ سیف ابھی تک بے ہوش ہی تھا اور اس کی دونوں ٹانگیں گھٹنے سے اوپر تک کٹی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر کمرے میں چکر لگا رہے تھے۔

"چچا!" وہ آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"بیٹے! اللہ کو یہی منظور تھا!"، وہ دکھ سے بولے۔

بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پا کر وہ قریب پڑی کرسی پر مومنہ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ پھر نظر ترچھی کر کے مصعب اور ابو بکر کی طرف دیکھا جو نجانے کس اجنبی کو لے آئے تھے۔ اجنبی چہرہ جھکائے بیٹھا تھا۔ مصعب اور ابو بکر کے چہروں پر دبے دبے جوش کے آثار تھے۔ نجانے کیوں؟ نور کو حیرت سی ہوئی۔

"مصعب! یہ کون ہیں؟ ان کی تعریف؟" موحد چچا نے گویا نور کی مشکل آسان کر دی۔

اجنبی نے چونک کر چچا کی طرف دیکھا اور گویا سب کو زوردار جھٹکا لگا ہو...... نور کو لگا کہ ایک کمرے میں آکسیجن کم ہو گئی ہو اور اسے سانس لینا دشوار ہو گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت اور بے یقینی سے پھیل گئیں۔

ایک لمحہ لگا تھا اجنبی کو پہچاننے میں۔

وہ عبادہ تھا!...... عبادہ مرتضیٰ!...... امینہ خالہ کا بیٹا!

"اوہ! آپ تو...... عبادہ......" موحد چچا سے حیرت کے مارے جملہ مکمل نہ ہو پایا۔ عبادہ شرمندہ سا مسکرا دیا۔

مومنہ نے بھی حیرت سے نور کی جانب دیکھا گویا کہہ رہی ہو کہ یہ کہاں سے آ گیا۔ مصعب اور ابو بکر سب کے ردعمل دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے۔ عبادہ بالکل بدل چکا تھا اور پہلی نظر میں پہچاننا مشکل تھا۔ اس نے سفید شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ چہرے پر گھنی لمبی داڑھی جس نے اس کی گردن کو ڈھانپ رکھا تھا۔ بال شاید سنت کی پیروی میں کندھوں سے کچھ اوپر تک آ رہے تھے۔ سر پر سفید کڑھائی والی ٹوپی۔

"تم کب آئے بیٹے؟"

"چچا جان! جب سے امریکہ کا حملہ ہوا ہے...... تب سے میں اپنے دیگر ساتھیوں سمیت آ گیا ہوں!" وہ دھیرے سے بولا۔

"تم جہاد سے واپس آ گئے ہو؟"

"نہیں چچا جان!...... اب ہم پاکستان میں رہ کر جہاد کریں گے!"، وہ متانت سے بولا۔

"تو کیا پہلے پاکستان میں نہیں تھے؟"

"چچا جان! ان امریکیوں کی حفاظت پر مامور پاکستانی غلاموں نے ہمیں پاکستان سے باہر نکال دیا تھا مگر اب ہم ان شاء اللہ امریکہ کو بھگا کر دم لیں گے...... چاہے یہ فوج چاہے یا نہ چاہے...... اللہ کے اذن سے!"

"اچھا!...... گھر والے کیسے ہیں؟...... یہاں کیسے آنا ہوا؟"

موحد چچا نور کے لیے آسانی پیدا کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ یہ تمام سوال چاہنے کے باوجود نہ کر سکتی تھی۔

"بابا تو شہید ہو گئے ہیں...... پچھلے ماہ...... ماما اور جویریہ آج کل واہ کے قریب رہ رہی ہیں...... جویریہ کو کسی دوا کا ری ایکشن ہو گیا ہے...... اس کو لے کر آیا ہوں...... تیز بخار بھی ہو گیا ہے!...... وارڈ ہی میں ہو گی...... میں نماز پڑھنے گیا تو مصعب اور ابو بکر مل گئے......"، اس نے تفصیل بتائی۔

اچانک سیف کے کراہنے نے سب کو چونکا دیا۔ وہ دھیرے دھیرے ہوش میں آ رہا تھا۔

"ماما!" وہ کراہ کر بولا۔

"بیٹے ہم سب ہیں آپ کے پاس! اٹھو بیٹے!" موحد چچا فوراً آگے بڑھے اور اس کے بال سہلانے لگے۔ آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھولیں اور اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ وہ سب ہی اس کے بیڈ کے گرد جمع تھے۔

"سیف! کیا حال ہے؟" ابو بکر نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میری ٹانگیں؟"، اس نے زخمی نگاہوں سے موحد چچا کی جانب دیکھا۔ نور کی آنکھوں میں دوبارہ آنسو اترنے لگے۔

"سیف! تمہاری ٹانگیں تو تم سے پہلے ہی جنت میں پہنچ چکی ہیں!"، مصعب بولا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور دو آنسو اس کے گالوں پر پھسل گئے۔

"اب میں زندہ کیسے رہوں گا؟"، وہ آہستگی سے بولا اور دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ شاید دواؤں کا اثر ابھی تک باقی تھا۔

کمرے میں ایک بوجھل سی خاموشی چھا گئی اور سب اپنی اپنی سوچ میں گم ہو گئے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

سُلطانئ جمہور

علی بن منصور

کمرے میں ہلکی ہلکی کھٹ پٹ کی آواز سے نبیلہ کی آنکھ کھلی۔ اس نے ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھا، نیم اندھیرے کمرے میں ایک ہیولا اِدھر اُدھر چیزیں سمیٹتا پھر رہا تھا۔ گویا کہ سات بج چکے تھے۔ اس نے اپنے اوپر اوڑھا ہلکا لحاف سر تک کھینچ لیا اور ذرا سی دیر میں وہ ایک بار پھر نیند کی وادی میں گم ہو چکی تھی۔ دوبارہ اس کی آنکھ تب کھلی جب کوئی اس کے سرہانے کھڑے ہو کر ہلکا سا کھنکھارا۔

’آپ کی چائے...... میڈم!‘، کرن کی آواز پر آخر کار اسے اٹھنا ہی پڑا۔ لحاف پرے کرتے ہوئے وہ اپنے بستر میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی کرن نے اس کی کمر کے پیچھے تکیہ درست کر دیا تاکہ وہ آرام سے ٹیک لگا سکے۔ کمرے کی مشرقی دیوار میں کھلنے والی بڑی سی کھڑکی پر پڑے پردے اس نے سلیقے سے سمیٹ کر ڈوری سے باندھ دیے تھے۔ اوائل فروری کی ٹھنڈی ٹھنڈی دھوپ کھڑکی کے راستے اندر کمرے میں جھانک رہی تھی اور بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ سلائڈنگ وِنڈو بھی بس اس قدر کھول دی گئی تھی کہ باہر پھیلے باغ سے آنے والے تازہ ہوا کے جھونکے کمرے کی فضا کو معطر تو کر رہے تھے، مگر خنک نہیں۔

نبیلہ نے کرن کے ہاتھ سے چائے کی پیالی لیتے ہوئے ایک نظر ساتھ والے سِنگل بیڈ پر ڈالی۔ فاطمہ کا بستر نفاست سے سمٹا ہوا تھا۔ بیڈ کے ساتھ رکھی اس کی چھوٹی سی تپائی جس پر عموماً اس کی کتابوں کے ڈھیر، قلم، پونیاں، اس کا ٹیبلِٹ اور دس قسم کی متفرق چیزیں بکھری پڑی ہوتی تھیں، وہ بھی اس وقت صاف ستھری سمٹی ہوئی حالت میں تھی اور میز کے اوپر ایک نازک سے گلدان میں سجے دو پھولوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ بلکہ ایک فاطمہ کی میز ہی کیا، کمرے کا ہر کونہ کرن کی نفاست، سلیقے اور پھرتی کا مظہر تھا۔ کونے میں رکھی کرسی کی پشت پر اس نے نبیلہ کے لیے آج پہننے والا جوڑا، بمع اس کے ٹاپ کوٹ اور اس ہلکی سی سٹول کے...... جو وہ ان دنوں کے لیے مخصوص رکھتی تھی جب اسے میڈیا کا سامنا کرنا ہوتا تھا، نکال کر سامنے رکھ دیا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی اسے یاد آیا کہ آج کے دن کیا کام اس کے منتظر تھے۔

’......فاطمہ...... کالج گئی ہے کیا؟‘، اس نے پلیٹ سے سینڈوچ اٹھاتے ہوئے کرن سے پوچھا جو اس کے سامنے آج کا اخبار رکھ رہی تھی۔

’جی میڈم...... وہ کہہ رہی تھیں آج ان کی صرف دو میک اَپ کلاسز ہیں، وہ گیارہ بجے تک واپس آ جائیں گی......‘، کرن نے مؤدب انداز میں جواب دیا۔

’ہوں...... صحیح...... سِوِک فارغ ہے ناں آج؟...... تم نے سلطان کو کل یاد دلا دیا تھا کہ آج ہم نے الحمرا جانا ہے، سِوِک فارغ رکھے؟‘۔

’جی میڈم...... ابو بکر صاحب نے آج ہاشمی صاحب کو ڈاکٹر نوید کے پاس لے جانا تھا، لیکن میں نے کل ہی سلطان سے کہہ دیا تھا۔ اس نے ان کو بتا دیا کہ آج تو آپ نے پہلے سے گاڑی کا کہہ رکھا ہے، لہٰذا ابو بکر صاحب جاوید صاحب کے ساتھ چلے گئے، ان کی گاڑی پر......‘۔

’ہوں...... ٹھیک ہے......‘، اس تفصیل پر نبیلہ نے ہلکا سا سر ہلایا اور اپنے سامنے پھیلے اخبار پر سرسری سی نظر ڈالنے کے بعد اسے ایک طرف ڈال دیا۔

اللہ کرے فاطمہ وقت پر آ جائے۔ اور نجانے ہادیہ کا آج کیا شیڈول تھا، جویریہ نے تو کالج سے سیدھا الحمرا آنے کا ہی وعدہ کیا تھا، وہ بھی شاید آخری وقت پر ہی پہنچ پائے گی۔ وہ کسل مندی سے بستر پر پاؤں لٹکائے بیٹھی سوچ رہی تھی۔ گویا کہ آج الحمرا میں منعقدہ حجاب گالا میں ان کے سیگمنٹ کی آخری وقت کی تیاریوں کے لیے اس کے ساتھ شاید ہادیہ اور کرن کے علاوہ کوئی نہ ہو گا۔ ویسے تو خیر...... زیادہ تر انتظامات مکمل ہی تھے، اور پھر کرن بھی ساتھ تھی، جو حیرت ناک حد تک پھرتیلی اور کاموں میں مستعد تھی، سو اسے زیادہ فکر نہ تھی۔

کرن بہت مفید دریافت تھی، اور اس کے الیکشن جیتنے پر مسز کلثوم نیازی، ’گھر فاؤنڈیشن‘ کی سربراہ، کی جانب سے اس کے لیے ایک تحفہ تھی۔ جب سے اس نے کرن کو ملازم رکھا تھا، اس کو اپنے دفتری کاموں میں بہت زیادہ سہولت ہو گئی تھی۔ وہ روزانہ صبح ساڑھے چھ بجے بہت پابندی سے ان کے گھر پہنچ جاتی، اور سارا دن اس کی ذمہ داری نبیلہ کے کاموں کو منظم کرنا ہی تھا۔ وہ نبیلہ کی ذاتی خدمت گار سے لے کر اس کی سیکرٹری تک، سب کچھ تھی۔ اور گو کہ ایک سے زائد دفعہ اس نے اس قسم کے احکام جیسے کچرا باہر پھینکنے اور سامان اٹھا کر مطلوبہ جگہ پر پہنچانے جیسے کاموں سے انکار کرتے ہوئے نبیلہ پر یہ واضح کیا تھا کہ جو کام اس کے فرائض میں داخل نہیں، وہ کام وہ نہیں کرے گی، اس کے باوجود نبیلہ کو اس کی افادیت کا بہت اچھا اندازہ و ادراک تھا۔ سو کرن کے صفاچٹ انداز میں ’لوری‘ کے ہم وزن ’سوری میڈم!...... یہ میری جوب نہیں ہے......‘، کہہ کر انکار کرنے کے باوجود وہ برا نہ مانتی۔

کرن ہی کی چھوٹی دو بہنوں، ارم اور رانی کو بھی اس نے پچھلے ماہ گھر کے دیگر کاموں کے لیے نوکر رکھ لیا تھا۔ ارم جو بڑی تھی، وہ عثمان اور جاوید صاحب والے پورشن میں ہوتی اور وہاں پرویز مالی کی بیٹی لبنیٰ کے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹاتی۔ جبکہ رانی، جو بہنوں میں سب سے چھوٹی تھی، وہ ابو بکر صاحب والے پورشن میں ہوتی تھی۔ یہاں آپا جی اور سلمیٰ کی موجودگی کی وجہ سے کام کم ہی ہوتے تھے۔ پھر نسرین اور صولت بیگم بھی زیادہ تر کام اپنے ہاتھ سے کرنے کو ترجیح دیتی تھیں۔ لیکن ارم اور رانی کو رکھنے کے بعد نبیلہ نے صولت بیگم سے کہہ دیا تھا کہ اب انہیں ہرگز اپنی کثیر آل اولاد اور وقت بے وقت آنے جانے والوں کے لیے اپنے بوڑھے وجود

کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ گھر میں اب اتنے نوکر موجود تھے کہ وہ سارا دن اپنی نشست پر بیٹھ کر آرام سے بھی گزارتیں تو بھی ہر کام اپنے وقت پر ہو جاتا۔ اس کی اس بات پر صولت بیگم نے خاموش نظروں سے اس کی جانب دیکھا اور اتنا سا کہہ کر ہی چپ ہو گئیں کہ 'سطحی تبدیلیوں کو انقلاب نہیں کہا جاتا، اور نہ دولت مندی کا اظہار خوشحالی کا ضامن ہے' ان کے اس قدر سیاسی بیان پر وہ سٹپٹا گئی 'کیا مطلب ہے اس بات کا؟'، اس نے کڑھ کر پوچھا۔ 'گھر کام والیوں سے نہیں، گھر والیوں سے بستے ہیں......'، صولت بیگم سنجیدگی سے اپنے بیان کی تشریح میں بولیں۔ ان کی اس بات پر وہ ہمیشہ کی طرح چڑ گئی تھی، پھر بھی اس نے ان کو کوئی جواب دینے سے احتراز کیا۔ مگر اگلے ہی دن یہ دیکھ کر اسے بہت تسکین پہنچی کہ صولت بیگم نے ایک آدھ بار کے علاوہ بالکل کچن میں نہ جھانکا، بلکہ لاؤنج میں ہی کونے میں رکھے صوفے پر بیٹھ کر، سارا دن کسی کتاب کے مطالعے میں اور باقی وقت نمازیں پڑھنے میں گزار دیا۔ وہ اپنی ماں کو جانتی تھی، وہ کبھی بھی اس کے سامنے یہ اعتراف نہ کرتیں کہ ان ملازمین کے ہونے سے ان کے آرام اور سہولت میں اضافہ ہوا ہے۔ ظاہر ہے، یہ اعتراف کر لیتیں تو اپنے ان سارے فرسودہ و دقیانوسی افکار اور فلسفوں کا کیا جواز پیش کرتیں کہ جن کے مطابق عورت گھر کی ملکہ تھی، اور اپنی زندگی گھر اور گھر والوں کی خدمت وسیوا کرتے ہوئے اپنے آپ کو گھن چکر بنا لینے اور اپنی شخصیت ووجود کو دوسروں کی خاطر مٹا ڈالنے میں عورت کی عظمت کی معراج تھی۔

وہ باتھ روم سے منہ ہاتھ دھو کر اور کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو کرن اسی وقت آج کی ڈاک اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنی سفید پھولدار کڑھائی والی گلابی سٹول تُرک انداز میں سر پر لپیٹ رہی تھی۔ اس نے ننھے ننھے موتیوں والی پنوں سے سٹول کو اچھی طرح اپنے سر پر جماتے ہوئے ذرا سا رخ موڑ کر کرن کی طرف دیکھا۔

'......کوئی اہم چیز آئی ہے آج؟......'۔

'یہ تو میڈم گیس اور بجلی کے بل ہیں......ایک کسی اکیڈمی کا دعوتی لیٹر ہے، ایک پیکج گھر فاؤنڈیشن کی جانب سے آیا ہے......اور ایک یہ خط ہے کسی 'اے اینڈ اے سولسٹرز' کی جانب سے......'۔

'اچھا......ایسا کرو تم یہ بل وغیرہ سب کچھ اوپر آفس میں میری میز پر رکھ آؤ!......میں فارغ ہو کر آرام سے دیکھتی ہوں......'۔

☆☆☆☆☆

''......میں حوّا کی بیٹی ہوں......مجھے مستور رہنے دو......!

......میں گلِ مشرق کی پنکھڑیوں میں بستی......بوئے وفا ہوں......

......میں شفاف پانی پہ چٹکی......چاندنی کا نور ہوں......

......میں تارِ حیات کو تڑپاتا......نغمہ ہوں حیا کا......

میں سیپ میں بند موتی......میں اک اَن کہا فسانہ......

......میں شاعر کا خواب ہوں......''

ننھے ننھے سفید موتیوں سے سجا پیلا حجاب اوڑھے، گول چہرے پر خوابناک آنکھوں والی کمپئیر کا پر فسوں اور مسحور کن لہجہ پورے ہال میں گونج رہا تھا۔ محفل کے یہ اختتامی جملے اس نے کچھ اس حسنِ ادا سے کہے کہ نبیلہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ لوگ اس وقت الحمرا آرٹس گیلری کے ایک ہال میں مسلم ویمن یونین فار پیس کی جانب سے منعقد کردہ حجاب گالا میں شریک تھیں۔ پروگرام پورا ہی بہت خوب رہا تھا۔ مقررین کی تقریریں، حجاب کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرتے چھوٹے چھوٹے نثر پارے، بچیوں کی جانب سے پیش کردہ ٹیبلوز، اور سب سے بڑھ کر حجابی فیشن واک۔ جس میں سیکنڈری کلاسز سے تعلق رکھنے والی بچیوں نے دنیا کے مختلف حصّوں میں اوڑھے جانے والے حجاب کی متفرق اقسام کی نمائش کی۔ مختلف قسم کے حجاب میں مستور، یہ سجی بنی بچیاں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ اس کے بعد شرکا اس ہال سے متصل دوسرے ہال میں چلے گئے تھے جہاں حجاب اور اس سے متعلقہ سامان کے سٹالز لگے ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک سٹال ان کا بھی تھا۔

ویسے تو ان کا سٹال حجاب کے ساتھ استعمال ہونے والے سامانِ آرائش جیسے بروچز، پنیں، تھوڑی سی جیولری اور دیدہ زیب سٹولز وغیرہ پر مبنی تھا، لیکن ان کو سٹال پر آنے والی لڑکیوں کی جانب سے ملنے والی پذیرائی کا سبب یہ سامان نہیں تھا۔ نبیلہ اب اپنی ذات میں ایک ایمپاورڈ وومن تھی۔ اور جیسا کہ اس کا آٹوگراف مانگنے والی ایک لڑکی نے اسے باور کرایا ''آپ مردوں کی بالادستی والے گھٹن زدہ معاشرے میں امید کی ایک کرن ہیں ہم عورتوں کے لیے......ایک ایسی کرن جو روزانہ ہمیں نیا حوصلہ عطا کرتی ہے کہ اگر ہم چاہیں......اور اپنی بھرپور کوشش کریں تو آج بھی، مردوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے بجائے ان سے اپنے حقوق چھین کر حاصل کر سکتی ہیں......''۔

نبیلہ اس دن محفل کی جان بنی رہی تھی۔ توجہ تو اس کے ساتھ موجود بینش، ہادیہ، جویریہ اور فاطمہ کو بھی خوب ملی، مگر ظاہر ہے کہ جو بات نبیلہ کی تھی، وہ ان کی نہیں تھی۔ لڑکیاں اس کے آٹوگراف لینے، اس سے ہاتھ ملانے، اس کے ساتھ سیلفی کھینچنے کے لیے بے تاب ہوئی جا رہی تھیں۔ اسی وجہ سے پروگرام کے اختتام پر انہیں ہال سے نکلنے میں کافی دیر بھی ہو گئی۔ بینش، فاطمہ، ہادیہ وجویریہ کے ہال سے نکلنے کے بعد بھی نبیلہ کو اپنے سراہنے والوں کے جھرمٹ سے نکلنے میں تقریباً پونا گھنٹہ لگ گیا۔ بقول بینش 'اتنا تو نئی دلہن کے فوٹو شوٹ پر وقت نہیں لگتا جتنا میڈم پریزیڈنٹ ہاشمی ہاؤس کے فوٹو شوٹ پر لگ گیا'، مگر اس طویل انتظار کے باوجود شام کے چھ بجے الحمرا سے نکلتے ہوئے وہ سب بہت خوش تھیں۔

سبھی کے ہاتھوں میں نمائش سے خریدی ہوئی اشیا کے تھیلے تھے۔ وہ آپس میں باتوں میں مگن گیٹ کے قریب پہنچیں تو ایک عجیب سا شور ان کے کانوں سے ٹکرایا۔ سامنے الحمرا کے آہنی گیٹ کے باہر نوجوان لڑکوں کا ایک ہجوم تھا جسے الحمرا کے گارڈز بڑی مشکل سے گیٹ سے ہٹانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ نوجوانوں کے اس نعرے لگاتے ہجوم کو منتشر کرنا تو ان کے بس کی بات نہیں تھی، البتہ بدقت تمام وہ انہیں گیٹ سے چند فٹ پیچھے رکھنے کی مقدور بھر

کوشش کر رہے تھے۔ پھر بھی ہر کچھ دیر بعد کوئی نہ کوئی دیوانہ ایک نعرۂ مستانہ بلند کرتا اور اپنی ٹائی گلے سے کھینچ کر، یا سر پر پہنی کالج یونیفارم کی ٹوپی، اِک ادائے عاشقانہ کے ساتھ گیٹ کے اوپر سے اندر موجود خواتین اور لڑکیوں کی جانب اچھال دیتا۔ جوں جوں حجاب گالا میں شریک حجابی لڑکیاں باہر آرہی تھیں، ہجوم کے جذبات بے قابو اور نعرے حدودِ تہذیب سے باہر ہوئے چلے جارہے تھے۔

'ہم باہر کیسے نکلیں گے آپی؟...... ان لڑکوں نے تو کوئی راستہ ہی نہیں چھوڑا......'، فاطمہ نے گھبرا کر نبیلہ سے پوچھا۔ لاشعوری طور پر وہ سر پر لپٹی چھوٹی سی سٹول کو باقی جسم پر پھیلا رہی تھی۔ مگر درجن بھر پنوں سے سیٹ کی گئی سٹول اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہلنے پر قادر نہ تھی۔

'ٹھہرو!...... میں سلطان کو کال کرتی ہوں...... گاڑی یہاں گیٹ کے سامنے ہی لے آئے......'، نبیلہ نے مسئلے کا حل نکالا۔ پانچ منٹ بعد ان کی گاڑی رینگتی ہوئی گیٹ کی جانب آتی نظر آئی۔ جب وہ گیٹ کے عین سامنے پہنچ گئی تو وہ تیزی سے بیرونی راستے کی جانب بڑھیں۔ ان کو دیکھ کر گارڈ نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا تھا، مگر ان کے باہر نکلتے ہی تیزی سے دوبارہ بند کر دیا، مبادا ہجوم کو اندر گھسنے کا موقع نہ مل جائے۔

'...... ذرا جلوہ تو دکھاؤ......!'، ان کے باہر نکلتے ہی لڑکوں کی جانب سے کسے جانے والے آوازوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ گاڑی ان سے چند قدم کے فاصلے پر ہی کھڑی تھی۔ نبیلہ نے تیزی سے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ اس کے پیچھے پیچھے بینش، ہادیہ، فاطمہ اور جویریہ بھی جلدی سے گاڑی میں سوار ہو گئیں۔ مگر ابھی جویریہ بیٹھ ہی رہی تھی کہ ہجوم میں موجود کسی منچلے نے یہ سوچ کر کہ ہاتھ سے نکلتے چور کی لنگوٹی ہی سہی، برق رفتاری سے آگے بڑھ کر جویریہ کے ہاتھ میں تھاما تھیلا جھپٹ لیا۔ جویریہ اس اچانک افتاد پر چیخ بھی نہ سکی تھی۔ فاطمہ نے اسے جلدی سے گاڑی کے اندر کھینچ لیا اور ان کے بیٹھتے ہی سلطان نے گاڑی چلا دی۔ مگر جب تک وہ ہجوم سے دور نہ ہو گئے، لڑکے مسلسل ان کی گاڑی کے دروازوں اور بمپر پر لٹکتے، کوئی فینڈر پر ہاتھ مارتا تو کوئی شیشوں سے جھانکتا، ان پر آوازے کس رہے تھے۔ وہ ہجوم سے کچھ دور ہوئے تو ان سب نے سکھ کا سانس لیا۔

'...... گڈّی دا ناس مار دتّا اے......'، سلطان بڑبڑایا۔ مگر پیچھے بیٹھی خواتین میں سے کسی کو گاڑی کی فکر نہیں تھی، وہ تو بخیریت گھر کی جانب رواں دواں ہونے پر شکر ادا کر رہی تھیں۔ کچھ حواس بحال ہوئے تو اب ان سب کو اپنی حالت یاد کر کے ہنسی آنے لگی۔ ماسوائے جویریہ کے...... جو آج ہی خریدا قیمتی بروچ اور نیکلیس سیٹ کے یوں ہاتھ سے نوچے جانے پر آنسوؤں سے رو دینے کو تھی۔

'...... فکر مت کرو جویریہ ڈیئر...... تمہیں اپنی پاکٹ منی کے نقصان پر افسوس ہو رہا ہے، میں تمہیں اس کی کمپن سیشن (compensation) دے دوں گی......'، نبیلہ نے اسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے نبیلہ کا موبائل بج اٹھا تھا۔ نبیلہ نے اپنے چھوٹے سے کلچ میں سے اپنا موبائل نکالا، ابو بکر صاحب کا نمبر تھا۔ ان سب کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش کراتے ہوئے اس نے کال ریسیو کی۔

'...... ہیلو...... جی ابّو......؟'، وہ موبائل کان سے لگائے دھیان سے ان کی بات سن رہی تھی۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ ان کی واپسی کب تک ہو جائے گی۔ '...... بس ہم پندرہ بیس منٹ میں گھر پہنچ جائیں گے...... کیوں...... کیا آپ کو کوئی کام تھا......؟'۔

'...... ہاں...... تمہیں یقیناً یاد ہو گا کہ کل نسرین کے کیس کی سماعت ہے عدالت میں...... بشیر صاحب دو دفعہ فون کر چکے ہیں...... مگر تم گھر پر نہیں تھیں، وہ کل کی سماعت کے لیے تمہارے ساتھ کچھ ڈسکشن کرنا چاہتے تھے......'، انہوں نے نسرین کے وکیل کا نام لیتے ہوئے اسے بتایا۔ نبیلہ کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ وہ اتنی اہم بات کیسے بھول گئی کہ آج اسے بشیر صاحب کے ساتھ نسرین کے مقدمے کے حوالے سے بہت اہم ملاقات کرنی تھی۔ مقدمے کے تمام نکات، ان کی جانب سے عائد کردہ الزامات...... ان سب کو انہوں نے مل کر فائنل کرنا تھا۔ اس نے ایک تیز نظر کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈالی، مغرب ہونے میں چند ہی منٹ باقی تھے۔

'...... جی...... جی...... مجھے یاد ہے...... میری ان کے ساتھ بات ہو گئی ہے، میں نے انہیں آٹھ بجے کا وقت دیا تھا، ہم ان شاءاللہ فون پر ہی ڈسکس کر لیں گے تمام نکات، وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے لیے مصروفیت کے سبب گھر آنا مشکل ہے......'، اس نے جلدی سے ابو بکر صاحب کو مطمئن کیا۔ فون بند کر کے اس نے تھک کر سر سیٹ کی پشت پر ہیڈ ریسٹ سے ٹکا دیا۔ جی تو اس کا چاہ رہا تھا کہ گھر جا کر کپڑے تبدیل کر کے سیدھا بستر میں گھس جائے اور سارے دن کی تھکاوٹ کل بارہ بجے تک سو کر اتارے، مگر ابھی یہ کام باقی تھا۔ ابھی بشیر صاحب کے ساتھ بھی مغزماری کرنا تھی۔ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے آنکھیں کھولیں اور موبائل کو چہرے کے سامنے کر لیا۔ اس کے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا اب موبائل کی جگمگاتی سکرین پر حرکت کرتا، کانٹیکٹ لسٹ میں بشیر صاحب کا نام تلاش کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

یہ عشق نہیں آساں، بس اتنا سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

گھر پہنچ کر جویریہ، ہادیہ اور بینش تو اپنے پورشن کی جانب رخصت ہو گئیں، جبکہ فاطمہ اس کی مدد کرانے کی بھرپور یقین دہانی کرا کے، بغیر کپڑے تبدیل کیے اپنے بستر میں گھس گئی تھی۔ اور نبیلہ کو یقین تھا کہ جب تک وہ نسرین والی فائل لے کر واپس کمرے میں پہنچے گی، فاطمہ گہری نیند میں مدہوش ہو گی۔ آفس میں داخل ہو کر اس نے لائٹ جلائی اور اپنی میز کی جانب بڑھ گئی۔ اس کی میز بڑے قرینے سے سجی ہوئی تھی، ہر چیز اپنی جگہ پر اہتمام سے سیٹ کی گئی تھی۔ کہیں کوئی بے ترتیبی نہیں تھی، کسی بد سلیقگی کے آثار نہیں تھے۔ فائلنگ کیبنٹ میں سامنے ہی نسرین کے نام کی فائل دھری تھی۔ اسے ایک بار پھر کرن کی قدر ہوئی۔ وہ فائل اٹھا کر الٹے

قدموں آفس سے نکلنے ہی والی تھی کہ اس کی نظر میز کے عین وسط میں رکھے کاغذات پر پڑی۔ یہ آج کی ڈاک تھی جو اس نے صبح کرن کو اپنی میز پر رکھ آنے کی ہدایت کی تھی۔

ان کاغذات میں سے دو تو یونہی گیس اور بجلی کے بل تھے۔ اس نے ایک سرسری نظر بل پر ڈالنے کے لیے بل اٹھایا، مگر وہ اٹھانے سے اس کے نیچے رکھا سفید لفافہ سامنے آ گیا تھا۔ 'اے اینڈ اے سولسٹرز' کی جانب سے آیا یہ خط ایک خاص دفتری شان کا حامل تھا۔ نجانے کس سلسلے میں آیا تھا۔ کورے لفافے پر تحریر یہ نام اس کے ذہن میں کوئی بھی بتی روشن کرنے سے قاصر تھا۔ اس نے لفافہ اٹھایا اور ایک سائڈ سے چاک کیا۔ اندر سے موٹے کاغذ پر پرنٹ ہوئی ایک تحریر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ جوں جوں اس کی نظریں خط کے مندرجات پر پھسل رہی تھیں، اسے اپنے چودہ طبق روشن ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

عادل اینڈ اکبر سولسٹرز،

۲۰۵اے، تماشا کمرشل بلڈنگ،

ایم اے جناح روڈ، لاہور۔

تاریخ: ۴ فروری، ۲۰۱۹ء

ہاشمی ہاؤس، ۴۳۴، اے بلاک،

ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

محترم جناب سربراہِ خانہ، ہاشمی ہاؤس!

مورخہ ۱۵ جنوری، ۲۰۱۸ء کو آپ نے ہمارے مؤکل 'ٹرسٹ بینک' سے مبلغ پچیس لاکھ پاکستانی روپے (PKR 2,500,000) بطور قرض لیے تھے جو کہ پورے ایک سال بعد یعنی ۱۴ جنوری، ۲۰۱۹ء تک پانچ فیصد (5%) شرح سود کے ساتھ واجب الادا تھے (Ref.: TRUSTBANK_DEED_0000345897-190)۔ ضابطے کی کارروائی کے مطابق آپ کو گزشتہ تین ماہ میں ہمارے مؤکل 'ٹرسٹ بینک' کی جانب سے یاد دہانی کے دو خطوط بھیجے جا چکے ہیں، جن کا کوئی جواب آپ کی جانب سے ہمارے مؤکل 'ٹرسٹ بینک' کو موصول نہیں ہوا۔

ادائیگیٔ قرض کی مقررہ تاریخ گزر جانے کے بعد بھی آپ کی جانب سے قرض ادا نہ ہونے پر آپ کو یہ ڈیمانڈ لیٹر بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ اس کے جواب میں فوری طور پر قرض ادا کر دیں گے جو اس وقت مبلغ ستائیس لاکھ اور پچاس ہزار پاکستانی روپے (PKR 2,750,000) ہے اور اس رقم (PKR 2,750,000) میں اولاً مذکور ڈیڈ کے مطابق ہر ماہ ایک فیصد (1%) شرح سود کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس 'ڈیمانڈ لیٹر' کا ایک ہفتے کے اندر اندر جواب نہ دینے کی صورت میں 'عادل اینڈ اکبر سولسٹرز' اپنے مؤکل 'ٹرسٹ بینک' کی طرف سے قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتے ہیں، جس کے نتیجے میں آپ کا موجودہ مکان (ہاؤس نمبر: ۴۳۴، اے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور) 'سیل' کیا جا سکتا ہے۔

فقط،

چودھری عادل احمد،

سولسٹر، لاہور ہائی کورٹ۔

☆☆☆☆☆

وہ آندھی طوفان کی طرح عمیر کے دروازے پر پہنچی اور زور سے اس کا دروازہ دھڑ دھڑایا۔ اندر سے فوراً ہی کسی کے بیڈ سے اٹھنے اور تیز قدموں سے دروازے کی جانب آنے کی آواز آئی۔ دروازے کا لاک کھلتے ہی نبیلہ پوری طرح دروازہ کھلنے کا انتظار کیے بنا، عمیر کو پیچھے دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ سامنے ہی صوفے پر ہاتھ میں موبائل پکڑے اور کانوں میں ائیر فونز ٹھونسے، زوار نیم دراز تھا۔

'کیا ہوا نبیلہ......؟ خیر تو ہے......؟'، اس کے جارحانہ انداز اور غصّے سے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے عمیر نے پوچھا۔

'خیر......؟!!... خیر تو اس گھر سے اسی دن رخصت ہو گئی تھی جب آپ کو ہم نے پہلی بار سربراہِ خانہ چنا تھا......'، وہ غصّے سے کانپتے ہوئے لہجے میں بولی اور مٹھی میں بھینچا ڈیمانڈ لیٹر عمیر کے چہرے کے سامنے لہرایا۔ '......جانتے ہیں یہ کیا ہے......؟ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی چاچو!!...... کہ آپ اتنے بڑے فراڈ ہیں!......'۔ اس نے غصّے اور تنفر سے کہتے ہوئے لیٹر عمیر کی جانب اچھال دیا۔ کاغذ کا مڑا تڑا ٹکڑا عمیر کے پاؤں کے قریب جا گرا تھا۔

عمیر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر جھک کر زمین سے لیٹر اٹھا لیا۔ اب وہ اس کے بل سیدھے کرتے ہوئے بغور اس پر لکھی تحریر پڑھ رہا تھا۔ زوار بھی اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور کانوں سے ائیر فونز نکال کر اب پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھا۔ خط پڑھ کر عمیر نے سر اٹھا کر نبیلہ کی جانب دیکھا۔ ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ابھری جسے دباتے ہوئے وہ اپنے بیڈ کی طرف مڑ گیا۔ اس نے لاپروائی سے ہاتھ میں پکڑا ڈیمانڈ لیٹر بیڈ سائڈ ٹیبل پر ڈال دیا اور پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کی ڈبیا نکال لی۔ کچھ بھی کہے بنا وہ ایک بار پھر مزے سے تکیوں سے ٹیک لگا کر بیڈ پر نیم دراز ہو گیا تھا۔ جبکہ اسے یوں ایک شانِ بے نیازی سے سگریٹ سلگاتے دیکھ کر نبیلہ کا خون کھول اٹھا تھا۔

'......آپ اتنے بڑے دھوکے باز ہیں!......اتنے بڑے اداکار ہیں......سب کیا سمجھتے رہے، اور کیا نکلے آپ!......سب کہتے تھے...... کہ دیکھو عمیر نے گھر کتنے سلیقے سے چلایا ہے......اتنے سارے اضافی خرچے کتنی اچھی طرح بجٹ میں مینج کیے ہیں......یہ تھا راز آپ کے سلیقے کا......آپ کی مینجمنٹ کا......!'، وہ غصّے سے ابل رہی تھی اور اس پر مستزاد عمیر کا لاپروا رویّہ، جلتی پر تیل ڈالنے کا کام کر رہا تھا۔

'ہاں یہی راز تھا......'، عمیر ایک چڑانے والی مسکراہٹ اس کی جانب اچھالتے ہوئے بولا، '......تمہیں تو خوش ہونا چاہیے نبیلہ......میں نے تو تمہیں سنہری موقع فراہم کیا ہے کہ تم اپنے حسنِ انتظام کا مظاہرہ کر کے گھر والوں کے دل جیت لو......اس طرح تمہاری پوزیشن بھی

مضبوط ہو گی اور تمہیں آئندہ اقتدار کی مسند تک پہنچنے کے لیے کسی کی منت سماجت بھی نہ کرنی پڑے گی......‘۔

’منت سماجت......مائی فُٹ!......‘، وہ غصّے سے دھاڑی۔’کس کی منت سماجت کی میں نے......؟! میں جو کچھ ہوں اپنی قابلیت کی بنیاد پر ہوں......اور کھوٹا سکّہ نہیں ہوں......دیکھنے میں کچھ، اور حقیقت میں کچھ......ابھی تو آپ دیکھیے گا چاچو آپ کے ساتھ ہوتا کیا ہے، جب سارے گھر کو آپ کی اصلیت کا پتہ چلے گا......‘

’کس اصلیت کا......؟‘، اس کی بات کاٹتے ہوئے عمیر نے بھولپن سے پوچھا۔

’......اونہہ! معصومیت کی یہ اداکاری کسی اور کے سامنے کیجیے گا......بلکہ اب تو آپ جس کسی کے سامنے بھی یوں معصوم بننے کی کوشش کریں گے وہ یہی کہے گا کہ یہ ہاتھی کے دانت ہیں، کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور......‘۔

’اگر کوئی آپ کی بد تمیزی کو اخلاقاً یا مصلحتاً نظر انداز کر رہا ہو اور ضبط سے کام لے رہا ہو، تو اسے اس کی کمزوری پر محمول نہیں کرنا چاہیے......ایسا نہ ہو اس کا ضبط ختم ہو جائے تو آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ بچے......‘، عمیر سرد لہجے میں بولا، اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

’......ارے واہ!!......ایک تو چوری، اوپر سے سینہ زوری......دھمکا رہے ہیں آپ مجھے؟......ابھی تک اس گھر کے مردوں کی وہی سوچ ہے......ڈرالو، دھمکالو،......کسی طرح دبالو عورت کی آواز کو......اور آپ نے تو بد قسمتی سے اپنے پچھلے تجربے سے بھی کچھ نہیں سیکھا،......اتنی جلدی بھول گئے کہ نبیلہ ہاشمی کو دبانا اور دھمکانا اتنا آسان نہیں جتنا آپ نے سمجھ رکھا ہے‘، نبیلہ طنزیہ انداز میں بولی۔

اس کی بات کے جواب میں عمیر کا قہقہہ بے ساختہ تھا،’میں تو کچھ نہیں بھولا، البتہ تم بہت کچھ بھول گئی ہو......تمہاری یادداشت کو ذرا تازہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے‘۔

’مثلاً......کیا بھول گئی ہوں میں......؟‘، نبیلہ قدرے حیرت سے بولی۔ اسے عمیر کی ڈھٹائی پر اب غصّے کے ساتھ ساتھ شدید حیرت بھی ہو رہی تھی۔ وہ ایسا بے نیاز و بے پروا نظر آ رہا تھا جیسے یہ فراڈ اس نے نہیں بلکہ کسی اور نے کیا ہو۔ جیسے اس سارے معاملے کی زد اس پر نہیں، بلکہ کسی اور پر پڑنے والی ہو۔

اس سوال کا جواب زوار کی جانب سے آیا۔ عمیر کے ذرا سے اشارے پر وہ کچھ بھی کہے بنا اپنی جگہ سے اٹھ کر ان دونوں کے قریب چلا آیا تھا، اس کا انگوٹھا ہاتھ میں پکڑے موبائل کی سکرین پر حرکت کر رہا تھا، قریب آ کر اس نے اپنے موبائل کا والیوم بڑھاتے ہوئے نبیلہ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

’دنیا کا ایک ہی اصول ہے، کچھ لو اور کچھ دو......آپ مجھے خوش رکھیں گے تو میں بھی آپ کی خوشی کا خیال رکھوں گی......‘۔

موبائل کے سپیکر سے ایک جانی پہچانی آواز ابھری۔ نبیلہ کو یوں محسوس ہوا گویا کسی نے اس پر یخ پانی کی بالٹی انڈیل دی ہو۔ اس کا سارا غصّہ اور طنطنہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ موبائل سے ابھرتی سرگوشی کی آواز کمرے میں گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔’میری صرف ایک ڈیمانڈ ہے، اگلے چار ماہ کے لیے ہاشمی ہاؤس کے پریزیڈنٹ آفس کا مکمل اختیار......اگر یہ آپ مجھے دلا سکتے ہیں تو اس کے بدلے میں، میں اپنی ٹرم میں آپ کا خصوصی خیال رکھوں گی......‘۔

’......آپ کو جو مراعات حاصل ہیں، ان میں کوئی کمی نہ آنے دوں گی......، اس کے علاوہ بھی کوئی ڈیمانڈ ہے تو میں اسے پورا کروں گی......سمجھیں اس کے بدلے آپ کو بلینک چیک دے رہی ہوں......‘۔ (جاری ہے، ان شاءاللہ)

بقیہ: سوشل میڈیا کی دنیا سے

شراکت داری نہیں راہ داری|سید عارف شاہ نے لکھا

ہم اتنا عرصہ سی پیک کو پاکستان کے ساتھ چین کی بڑی شراکت داری سمجھتے رہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ تو صرف ۵۰ ارب ڈالر کی ایک راہداری ہے۔ اصل معاشی شراکت داری تو چین کی ایران کے ساتھ استوار ہوئی ہے، پورے ۴۰۰ ارب ڈالر کی!!!

مورخ لکھے گا|عبداللہ واحدی نے لکھا

مورخ اگر کسی سیاہ سی جماعت کا کارکن نہ ہوا تو ضرور لکھے گا کہ ملک کی تباہی میں تمام سیاہ سی جماعتیں بشمول وزیرِ اعظم کے متفق و متحد تھیں۔

سیاحت کے فروغ کے لیے ایک تجویز|عابی مکھنوی نے لکھا

پاکستان کے ہر مرنے والے وزیر اعظم، صدر، وزیر، ایم پی اے، ایم این اے، جنرل، کمشنر، ڈی سی، آئی جی تا ایس ایچ او، جج، وکیل اور جملہ ممبران بیوروکریسی کی لاش کو حنوط کر کے ممی (mummy) تیار کی جائے اور مصر کے اہرام کی طرز پر اہرام تیار کر کے ان ممیز (mummies) کو سیاحوں کے لیے ڈسپلے کیا جائے۔

مصر فرعونوں کی لاشوں کی نمائش سے سالانہ اربوں ڈالر کماتا ہے۔

ہم اپنے فرعونوں کو گمنامی کی تدفین دے کر ضائع کرتے چلے آ رہے ہیں۔

★★★★★

سوشل میڈیا کی دنیا سے......

جمع و ترتیب: بشام سالِم

یہاں درج فاضل لکھاریوں کے تمام افکار سے 'ادارہ نوائے غزوۂ ہند' کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہم ساہو تو سامنے آئے | فیض اللہ خان نے لکھا

روسی سفیر نے کہا میرے پاس قابلیت ہے تمہارے پاس کیا ہے؟

شاہ محمود قریشی بولے فرنگی غاصبوں کو رائے کھرل پکڑ کر دیا بدلے میں مربعے ملے، مزار کھول لیا ساری نسلیں وہاں ہونے والے تماشوں کے نتیجے میں ملنے والے پیسوں سے چلتی ہیں، پارٹیاں الگ بدلتا رہتا ہوں، اب بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟

دیسی لبرلز کا معیار | پروفیسر عبد الوہاب سوری نے لکھا

پاکستان میں موجود لبرل اشرافیہ علمی و فکری لحاظ سے اس معیار کی بھی بالکل نہیں ہے جتنا ماضی میں معتزلہ اشرافیہ (انٹیلیجنشیا) تھی کیونکہ ماضی کے معتزلہ اہل زبان بھی تھے اور مذہبی تھیالوجی کا علم بھی رکھتے تھے، بلکہ ان دیسی لبرلز کا علمی و فکری معیار تو موجودہ مغربی لبرلز کے پائے کا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ان دیسی لبرلز نے مغربی اوریجنل texts کو نہیں پڑھ رکھا، دیسی لبرلز صرف قانون اور تاریخ کی چند کتب کے ذریعے و لگر قسم کے لبرل ازم کو فروغ دے رہے ہیں، ان کی مقبولیت صرف اس لیے ہے کیونکہ خلا موجود ہے اور وہ اس خلا سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور جہاں تک دیسی سوشلسٹ اور کمیونسٹ کی بات ہے تو وہ اپنے نظریے سے غداری کر کے امریکہ کی گود میں چلے گئے ہیں اور لبرل ازم کے پرچارک بن گئے ہیں حالانکہ انہوں نے لبرل ازم پر تنقید کرنا تھی۔

'ناموسِ' پاک فوج کے لیے قانون | محمد شہزاد نے لکھا

دو لاکھ جرمانے کے بجائے دس روپے ٹوکن فی مذاق رکھ دیں تو یقین مانیں لوگ سارا دن ویڈیو گیم کی طرح کھیلیں گے اور آپ کی سالانہ آمدنی میں بھی اضافہ ہو جائے گا!

انصاف کی بات | اکرام اللہ نسیم نے لکھا

اگر تنقید کرنے پر دو لاکھ جرمانہ اور ۵ سال قید کا بل پاس ہو سکتا ہے تو تعریف کرنے پر DHA میں ۵ مرلے کا پلاٹ بھی ملنا چاہیے۔

اس کا بل بھی کوئی پیش کر دے!

جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ | زبیر حجازی نے لکھا

پاکستانی لبرل اور ان سے متاثر مولوی بیزار طبقہ[1] بھی منافقت کے اسفل ترین درجے پر متمکن ہے جو عموماً مسلمانوں کو سبق سکھا رہے ہوتے ہیں کہ "اختلافات نظریات سے ہونے چاہییں شخصیات سے نہیں، اور ان کی وضاحت دلیل سے کریں تذلیل سے نہیں"۔ لیکن عمران خان سمیت کسی بھی شخصیت کے اسلامی شعار کی تائید و تقویت میں بیان دینے پر جھٹ سے اس کا ماضی کھنگالنا شروع کر دیتے ہیں اور دلیل کے بجائے تذلیل اور نظریات کے بجائے شخصیات سے اختلاف کا وہی راستہ اپناتے ہیں جس پر تنقید کرتے تھے۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

Empowered Woman! | شیخ حامد کمال الدین نے لکھا

یعنی وہ جو اپنا گھر سنبھال کر بیٹھی ہے، اپنے بچوں کی تربیت میں مشغول ہے، وہ تو ہے نری بے روزگار اور قابل ترس!

اور وہ جو کسی دوسرے کے ہاں کام کرتی ہے وہ برسرِ روزگار......"empowered"......اور قابلِ رشک!!!

کیا زمانہ ہے!

حق مغفرت کرے | طارق حبیب نے لکھا

اللہ مغفرت فرمائے، عین عہد شباب میں وفات ہوئی!

#پی_ڈی_ایم

(باقی صفحہ نمبر 98 پر)

[1] دراصل دین بیزار طبقہ (مرتّب)

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبّر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہُو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات
بے کاری و عُریانی و مے خواری و اِفلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیّت کے فتوحات
وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حد اُس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کُچل دیتے ہیں آلات

جمہوریت کی بودی بنیادی قدروں میں سے ایک 'مساوات' ہے، یعنی تمام انسان بلا امتیاز برابر ہیں۔ لیکن اسی جمہوریت کے مظاہر اور رویے ہر ہر آن اس دعوائے 'مساوات' کو کچلتے ہیں۔ آج کی اسلامی جمہوریتیں ہوں یا 'دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت' ہر جگہ نام مساوات کا لینے والے کہیں وڈیرے و جاگیر دار، سیاست دان و جرنیل ہیں تو کہیں برہمن۔ یہ 'ایک فیصد سے بھی کم' انسانی کھوپڑیوں پر اپنے محلات تعمیر کرتے ہیں، غریب کے خون پسینے کی کمائی سے ٹیکس نچوڑ کر اپنے فارم ہاؤسوں کو ہرا بھرا، محلات کے قمقموں کو روشن اور سوئمنگ پُولوں کو لبالب بھرا رکھتے ہیں۔

مغرب سے درآمد کردہ 'تہذیب' نے لوگوں کو بے روزگار بنایا ہے، اس 'جمہوریت' و 'مساوات' نے فحاشی و عریانی کو فروغ دیا ہے، عورت مارچوں کا چرچا کر کے دنیا بھر میں عورتوں کو جنس بازار بنایا اور خاندانوں کو توڑا ہے، شراب نوشی و بدکاری کا چلن عام کیا ہے۔ غریب اس نظام میں غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور یہی نظام جسے 'متوسط' طبقہ کہتا ہے، اس کی چادر سمٹتی جا رہی ہے۔

حق یہ ہے کہ برکتیں اور رحمتیں خدائے برحق کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہیں۔ جہاں خدائے برحق کی اطاعت ہو، جہاں اس کی شریعت کا نفاذ ہو، جہاں اس کا کلمہ سربلند ہو تو پھر درویشی میں سلطانی اور فقیری میں پادشاہی ہوا کرتی ہے۔ جہاں رشتہ خالق سے توڑ کر محض مخلوق سے ہو، پھر وہ مشرقی ہو یا مغربی، انگریزی ہو یا چنگیزی، وہ ریاست اسلامی جمہوریہ کہلائے یا عوامی جمہوریہ، بربادی اس کا مقدر ہے۔ اس 'تہذیب' کی ابتدا بھاپ کا انجن تھا تو انتہا شاید برق رفتار انجن ہوں گے۔ لیکن نہ تو یہ کبھی اس بھاپ کی حقیقت کو جان سکیں گے، نہ برق کے اس جوہر کو جو بجلی کو بجلی بناتا ہے۔ ہر شے کا جوہر، ہر شے کی حقیقت و اصلیت اللہ کا حکم ہے اور ہدایتِ آسمانی سے محرومی خسارہ ہی خسارہ ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے 'حساب مشینیں' عام کیلکولیٹر سے کوانٹم کمپیوٹر تک تو ایجاد کر لی ہیں لیکن وہ اپنے حسابات و ریاضیات سے نہ خدا کو پہچان سکے ہیں اور نہ ہی برکت و رحمت کے 'عنصر' کو جان سکتے ہیں۔

ٹیکنالوجیٔ جدید نے سہولتوں اور آسائشوں کا انتظام تو خوب کیا ہے۔ 'سنیپ چیٹ' سے 'فیس ٹائم' و 'سکائپ' تک سیکڑوں میلوں کا فاصلہ 'ملی سیکنڈز' میں طے ہو جاتا ہے۔ 'فوڈ پانڈا' نے دنیا کے کروڑ ہا ذائقے اور 'اوبر' و 'کریم' نے ظاہری فاصلے سستے داموں چند 'ایپس' میں سمیٹ دیے ہیں۔ 'او ایل ایکس' نے 'سب بِکتا ہے' کا نعرہ لگا کر دنیا کی ہر شے تک ارزاں رسائی فراہم کر دی ہے۔ دنیا 'نائن ڈی' کا سوچ رہی ہے، 'ہولوگرام' ٹیکنالوجی کا ظہور ہے لیکن اس سب کی بنیادی قیمت جدید اصطلاح میں 'پرائیویسی' کا ختم ہو جانا ہے۔ اب دجال (Big Brother) کی اَن دیکھی آنکھ نے معاشرہ ہی کیا خواب گاہ تک 'پولیس سٹیٹ' کا اثر پہنچا دیا ہے۔ اب اس بے ہنگام ٹیکنالوجی نے نہ چادر کا وجود رہنے دیا ہے نہ چار دیواری کی اوٹ۔ رشتے اور جذبات مشینی حکومت کی نذر ہو گئے ہیں۔ بھائیوں اور یاروں کا راز اور میاں بیوی کی بات کا پردہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔

لیکن اس نظام کے باغیوں کی برتری بہر کیف ثابت ہے کہ مقاصدِ فطرت کے نگہبانوں کے صحراؤں اور کوہستانوں میں ایسی کسی 'مہلک' شے کا وجود نہیں۔ یہ صحرائی و کوہستانی اپنی ہی نہیں بلکہ سارے عالم کی زندگیوں کو 'حیاتِ طیبہ' بنانے کے لیے جتے ہوئے ہیں۔ ان کا مقصد سہولتوں کا فنا نہیں، بلکہ سہل انداز سے زندگیوں کو گزارنے کا ڈھب اور معرفتِ الٰہی عام کرنا ہے!

تشریح و ترجمانی: محمد عفان عثمان جے پوری

بھارت: ریاست اتر پردیش کے وزیر کا لاؤڈ سپیکر سے اذان پر اعتراض

عالمی خبر رساں ادارے وائس آف امریکہ کے مطابق بھارتی ریاست اتر پردیش کے وزیر آنند سروپ شکلا نے ضلع بلیا کے مجسٹریٹ کے نام ایک خط میں تحریر کیا ہے کہ پورے دن اذان ہوتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں یوگا، پوجا اور دفتری امور میں خلل ہوتا ہے۔ یہ بیان ایک ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب ہندوؤں کی جانب سے بھارت بھر میں مسلمانوں کے خلاف پُر تشدد واقعات میں اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ ان پُر تشدد واقعات کو ریاستی اداروں کی پشت پناہی بھی حاصل ہے اور حالیہ بیان مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے عزائم اور نفرت کی عکاسی کرتا ہے۔

قرآن عظیم الشان میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (سورۃ المائدۃ: ۸۲)

”تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔“

اپنے آپ کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہنے والا بھارت آج مسلمانوں کے وجود ہی کو مٹانے کے درپے ہے، آئے روز میڈیا اور سوشل میڈیا میں مسلمانوں پر تشدد اور قتل کے واقعات رپورٹ ہورہے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی مذہبی عبادات ورسومات تک کی ادائیگی میں مشکلات کا سامنا ہے۔ یہ وہی بھارت ہے جو کبھی عظیم اسلامی برصغیر کا حصہ ہوا کرتا تھا اور جس پر سینکڑوں برس تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ مسلمان ہی اس خطے کے اصل وارث ہیں اور مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق آخری زمانہ میں غزوۂ ہند لڑا جائے گا جس میں فتح مسلمانوں کی ہوگی اور یہ فاتح لشکر سندھ وہند کے بادشاہوں کو زنجیروں میں جکڑ کر لائے گا۔

پس، ضرورت اس امر کی ہے کہ برِّ صغیر پاک وہند کے مسلمان اپنے آپ کو اس غزوۂ ہند کے لیے تیار کریں اور اس کی صدا لگانے والوں کی پکار پر لبیک کہیں۔ ہر ممکن طریقہ سے ان کی مدد کریں اور اس عظیم جدوجہد میں اپنے آپ کو کھپانے اور گھلانے کا عزم لیے میدانوں کا رُخ کریں۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنے آج کو امت کے کل پر قربان کرنے کے لیے نکل آئیں۔

آپ کے سامنے افغانستان کی سرزمین پر جہاد فی سبیل اللہ کی برکت سے بے سروسامان مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے عظیم فتح سے نوازا اور کفر کے سردار آج امارت سلامی افغانستان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نظر آرہے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جب دنیا ایک بار پھر برِّ صغیر میں ایک عظیم اسلامی سلطنت کے قیام کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گی اور گائے اور بندر کے پجاری اہلِ ایمان کے ہاتھوں رسوا ہو کر رہیں گے، ان شاء اللہ!

امریکی کمپنی بوئنگ کو امریکی انتظامیہ کی جانب سے اجازت دی گئی ہے کہ وہ F15EX جیٹ طیارے بھارتی فضائیہ کو بیچ سکے

حال ہی میں یہ خبر نظر سے گزری کہ امریکی کمپنی بوئنگ کو امریکی انتظامیہ کی جانب سے اجازت دی گئی ہے کہ وہ F15EX جیٹ طیارے بھارتی فضائیہ کو بیچ سکے۔ جدید ہتھیاروں سے لیس یہ طیارہ خراب موسم میں بھی پرواز اور حملے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس سے قبل گزشتہ سال ماہِ اکتوبر میں بھی امریکہ اور بھارت کے وزرائے داخلہ و خارجہ کی ملاقاتیں ہوئی تھیں جن میں امریکہ کی جانب سے بھارت کو ڈرون طیارے، ان کے نقشے اور دیگر لوازمات دینے کی یقین دہانی کروائی گئی تھی۔

امریکہ کی جانب سے بھارت کے لیے یہ نوازشات ایک ایسے وقت میں سامنے آرہی ہیں جب امریکہ شکست کھا کر افغانستان اور اس خطے سے اپنی افواج نکالنے پر مجبور ہے لیکن جاتے جاتے وہ اس خطے میں مسلمانوں کے خلاف جاری عالمی جنگ کی کمان بھارت کے ہاتھوں میں دینا چاہتا ہے۔ دوسری جانب کشمیر میں شریعت یا شہادت کے نعرہ اور منہج کو اپنانے والے مجاہدین آئے روز ہندو افواج اور اداروں کی ناک میں دم کیے ہوئے ہیں اور ان مجاہدین کی عددی قوت، صلاحیت اور عوامی حمایت و پذیرائی میں اضافہ ہورہا ہے۔ تیسری طرف عالمی جہادی تحریک بھی ہندوستان کے مکروہ اور غاصبانہ وجود کے خلاف کمربستہ ہے اور غزوۂ ہند کی دعوت روز بروز پھیلتی جارہی ہے۔

اس بدلتے منظر نامہ میں کفر و شرک کے علمبردار خوفزدہ بھی ہیں اور پریشان بھی، اور اسی عالَم میں ایک دوسرے کے لیے عسکری امداد اور تعاون کو بڑھا رہے ہیں۔

ماسکو: امارت اسلامی افغانستان کے سابق آرمی چیف ملا محمد فضل اور امریکی غلام افغان فوج کا آرمی چیف رشید دوستم آمنے سامنے

۱۸ مارچ کو روس کے شہر ماسکو میں افغان امن کے حوالہ سے ایک بڑی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دیگر ممالک کے ساتھ بنیادی طور پر امارتِ اسلامیہ کے قطر دفتر کے معزز اراکین بھی شریک ہوئے۔ ان ارکان میں ایک عظیم شخصیت ملا محمد فضل کی بھی تھی۔ ملا محمد فضل امارتِ اسلامیہ کے پہلے دورِ اقتدار میں آرمی چیف تھے۔ امریکی

حملہ کے وقت وہ افغانستان کے شمالی شہروں میں داخلی شورشوں سے نمٹنے کے لیے اپنی فوج سمیت وہاں کے غداروں سے برسرپیکار رہے اور پھر وہیں سے گرفتار ہو کر بدنامِ زمانہ امریکی جیل گوانتاناموبے میں تیرہ سال قید رہے۔ ۲۰۱۴ء میں ایک امریکی فوجی کے تبادلہ میں اپنے پانچ ساتھیوں سمیت رِہا ہوئے اور قطر آ گئے۔ ملا محمد فضل امارت اسلامیہ افغانستان کے سیاسی دفتر کے رکن ہیں اور امارت کے دیگر اراکین کے ساتھ متعدد ممالک کے اسفار اور دوروں میں بھی شریک رہے ہیں۔

گزشتہ دنوں جب وہ روس میں منعقدہ کانفرنس میں شرکت کے لیے ماسکو پہنچے تو اس کانفرنس میں کابل انتظامیہ کی جانب سے امریکی غلام افغان ملی فوج کا آرمی چیف رشید دوستم بھی پہنچا ہوا تھا۔ آج سے بیس سال پہلے یہی ملا فضل تھے جنھوں نے امریکی یلغار کے بعد شمالی افغانستان میں وہاں کے وحشی کمانڈر رشید دوستم سے معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ اس بات پر طے ہوا کہ امارتِ اسلامیہ کے تمام مجاہدین کو باعزت جانے کا راستہ دیا جائے گا جس کے بدلے میں تمام مجاہدین دوستم کے سامنے ہتھیار ڈالیں گے۔ اس معاہدہ میں رشید دوستم نے اپنی ایمانداری اور عہد کی پاسداری کی خوب یقین دہانی کرائی۔ مگر جب عہد ووفا کے پیکر، آزادی وحریت کے علمبردار اور اسلامی تشخص کے رکھوالے مجاہدینِ امارت نے شرط کے مطابق اپنا اسلحہ دوستم کے حوالے کر دیا تو ہَوَس کے پجاری اور غلامی کی دلدل میں پھنسے رشید دوستم اور اس کے اہلکار مجاہدین پر جھپٹ پڑے اور خونخوار بھیڑیے بن کر ظلم ووحشت کی انتہا کر دی۔

جس ملا فضل نے دوستم کے وعدہ پر یقین کیا، دوستم نے بذاتِ خود اُسی کو ہتھکڑیوں میں جکڑ کر بڑی بے دردی اور بے رحمی سے محض اپنی غلامی کو پختہ کرنے کے لیے امریکہ کے حوالہ کر دیا، جس کی وجہ سے وہ تیرہ سال موت وحیات کی کشمکش میں، انتہائی وحشیانہ جیل میں کفار کے ظلم وستم کا شکار رہے۔

تاریخ نے پلٹا کھایا اور اللہ کے فضل سے آج وہی ملا فضل ایمانی رعب و دبدبہ کے ساتھ کفر کے دیگر سرداروں کی موجودگی میں اسی رشید دوستم کے سامنے موجود ہیں۔

ایک تاریخ وہ تھی جس میں رشید دوستم اپنی اسلام دشمنی اور فرعونیت کا اظہار کرتے ہوئے ملا فضل کی زندگی اور موت کا مالک بنا ہوا تھا۔ اس نے ملا فاضل کے ساتھ کیے گئے وعدے کو اسی لیے پسِ پشت ڈالا کہ اسے یقین نہیں تھا کہ یہ لوگ دوبارہ سر اٹھانے کے قابل ہو جائیں گے۔

اور ایک تاریخ آج کی ہے جس میں وہی ملا فضل سر اٹھائے، آزادی وحریت کے علمبردار اور اسلامی امت کا فخر بن کر چلے آ رہے تھے اور بلند سر سے اپنی نشست پر تشریف فرما تھے۔ جبکہ ان کے مدمقابل وہی رشید دوستم غلامی و ذلت کا لبادہ اوڑھے موجود تھا اور اس کے بیٹھنے کی کیفیت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس موقع پر اپنی ذلت خوب ہی محسوس کر رہا ہے اور حالات کا یہ منظر، تاریخ کا یہ پلٹا کس قدر اسے کوسے جا رہا ہے!

یہ ایک سبق، ایک درس، ایک عبرت ہے۔ ایک چشم کشا حقیقت ہے ان لوگوں کے لیے جو کفار کی طاقت سے متاثر ہو کر 'مٹھی بھر' مجاہدین کو ہی ملامت کیے جاتے ہیں اور جن کے ذہن کفار اور ان کے حواریوں کی ظاہری برتری سے خوفزدہ ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ اصل طاقت کا مالک تو وہی ربِ کائنات ہے اور اُسی کے ہاتھوں میں زندگی اور موت ہے۔ وہی اپنے دین کی سربلندی کے لیے نکلنے والوں کا نگہبان و کارساز ہے اور وہی عزت اور ذلت دینے والا ہے۔ بے شک! اسی کے لیے ساری حمد وثنا ہے۔

بھارت: ایودھیا کی بابری مسجد کے بعد اب بنارس کی گیان واپی مسجد کے انہدام کی ابتدا کر دی گئی

بھارت میں ایودھیا کی بابری مسجد کے بعد اب بنارس کی گیان واپی مسجد کے انہدام کی ابتدا کر دی گئی ہے۔ بھارتی ریاست اتر پردیش ضلع ورانسی (بنارس کا نیا نام) کے سول جج نے بنارس میں گیان واپی مسجد احاطے کا آثار قدیمہ سروے کرانے کا حکم جاری کیا ہے۔

انتہا پسند ہندو فریق سمبھو لارڈ وشویشور نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا تھا کہ گیان واپی مسجد ۱۶۶۹ء میں غیر قانونی طور پر تعمیر کرائی تھی۔ مسجد کی بنیادوں کے سو(۱۰۰) فٹ نیچے مندر کی باقیات موجود ہیں۔ مسجد کی دیواروں پر دیوی دیوتاؤں کی تصاویر بھی ابھر آئی ہیں۔ محکمۂ آثار قدیمہ کے ذریعے گیان واپی مسجد معاملہ کی تحقیق کرائی جائے۔ دوسری جانب یوپی سُنی سینٹرل وقف بورڈ نے اس معاملہ پر سماعت نہ کرنے کی اپیل کی تھی۔

عدالت نے آثار قدیمہ کو سروے کا حکم دے دیا ہے۔ حکم نامے میں کہا گیا ہے کہ آرکیالوجیکل سروے کے لیے پانچ افراد پر مشتمل ایک ٹیم بھی تشکیل دی جائے، سروے کے اخراجات حکومت برداشت کرے گی۔ واضح رہے کہ بابری مسجد کے انہدام کی ابتدا بھی نام نہاد سروے سے کی گئی تھی۔

ہندوؤں کے مقدس شہر بنارس میں کشی وشواناتھ احاطے کے قریب ہی واقع گیان واپی مسجد موجود ہے۔ دونوں عمارتوں کو لوہے کے جنگلے اور باڑیں علیحدہ کرتی ہیں۔ یہ دونوں مذہبی عمارتیں صدیوں سے اکٹھی رہی ہیں۔ مگر ہندوؤں کی جانب سے انتہا پسندی اور اسلام مخالفت کی جو تحریک ایک عرصہ سے شروع کی گئی ہے اس کا حالیہ نشانہ گیان واپی مسجد بنی ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے معروف مجاہد عالمِ دین اور القاعدہ برِّ صغیر کے بانی امیر مولانا عاصم عمر کے یہ الفاظ جھجھوڑنے اور بیدار کرنے کے لیے کافی ہیں، کہ:

> "میرے غیور مسلمان بھائیو!
>
> آپ اپنے ذہنوں سے یہ خیال نکال دیجیے کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہے، یہ جب چاہے ہمیں ہندوستان سے باہر نکال دیں گے۔ اپنے اللہ کی قوت پر بھروسہ کیجیے، یہ زمین تمہارے اللہ کی ہے، برہمن کے بتوں کی نہیں۔ اس زمین پر

آپ نے صدیوں حکومت کی ہے، لیکن آج یہ کمزوری، یہ ضعف، یہ مجبوری اور غلامی کیوں ہے؟ اس کی وجہ تمہارے رسول ﷺ نے بیان فرمادی، فرمایا:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ

جب تم کاروبار میں پڑ جاؤ گے، تمہاری زندگی کا مقصد ہی کاروبار بن جائے گا۔ اور تم زراعت پر راضی ہو جاؤ گے ۔ گائے کی دُم پکڑ کر بیٹھ جاؤ گے یعنی جہاد چھوڑ دو گے، جہاد کو خیر باد کہہ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ایسی ذلت مسلط فرمائے گا جو اس وقت تک نہیں ہٹے گی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آتے یعنی اپنے جہاد کی طرف نہ لوٹ آتے۔

اے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والو! ان بزدلوں کو بتا کیوں نہیں دیتے کہ ہندوستان کا مسلمان ہندوستان ہی میں رہے گا اور مسلمان بن کر رہے گا۔ ایک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غلام بن کر رہے گا۔ افغانستان، عراق و شام، صومالیہ و یمن میں اللہ کے شیر تمام دنیا کی طاقتوں کو مل کر مار رہے ہیں۔ تم ہندوستان میں پینتیس (۳۵) کروڑ سے زیادہ ہو، تمہارے پاس ہندوستان کا بہترین علاقہ موجود ہے، ملک کے ہر صوبہ میں تمہاری آبادیاں ہیں۔ تاریخ گواہ ہے، یہ بزدل ہندو تمہارے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا، اس کی فطرت اور طبیعت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے، یہ پٹتے ہوئے دشمن کو مزید پیٹتا ہے، کمزور دشمن کے خلاف یہ شیر بن جاتا ہے۔ یہ وہ کمینہ دشمن ہے جو شرافت اور اخلاق کو نہیں سمجھتا لیکن جب کوئی اس کو مارنا شروع کر دے، اس پر غالب آجائے، تو یہ اس کے قدموں میں گر کر زندگی کی بھیک مانگنے لگتا ہے۔"

افغانستان: طالبان مجاہدین کے ہاتھوں میں اللہ جلّ جلالہٗ نے ایک نیا ہتھیار دے دیا

گزشتہ سال کے اواخر میں عالمی میڈیا پر یہ خبریں گردش کرنے لگیں کہ افغانستان میں طالبان مجاہدین ایک نئے ہتھیار سے امریکی کٹھ پتلی افغان فوج پر حملے کر رہے ہیں، اور وہ نیا ہتھیار ڈرون تھا۔ افغان حکومت کے مطابق طالبان نے اب تک ڈرون کی مدد سے قندوز، لوگر، بلخ، پکتیا اور فاریاب صوبوں میں حملے کیے ہیں۔

تاہم افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے مجاہدین کی جانب سے ڈرون حملوں کے بارے میں پوچھے گئے سوال پر نہ اس کی تردید کی نہ تصدیق۔ ان کا کہنا تھا، 'میں سکیورٹی خدشات اور دیگر وجوہات کے باعث ڈرونز کے حوالے سے کسی قسم کا بیان نہیں دوں گا۔ لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ طالبان نے فروری ۲۰۲۰ء میں ہونے والے دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی نہ تو پہلے کی ہے، نہ کر رہے ہیں اور آئندہ بھی نہیں کریں گے۔'

افغان حکام نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ طالبان افغان فورسز کے خلاف کمرشل ڈرون استعمال کر رہے ہیں جن کو تبدیل (customise) کر کے عسکری مقصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ اس ڈرون کے ساتھ مارٹر یا ہلکی توپ کے گولے نصب کر کے ریموٹ سے چلائے جاتے ہیں۔

افغان حکام کے مطابق ۷ر نومبر کو صوبہ لوگر کے ضلع چرخ میں مسلح ڈرون کے ذریعہ سکیورٹی فورسز پر بم گرائے گئے اور اس کے بعد طالبان نے چیک پوسٹ پر حملہ کر دیا۔ افغان طالبان کمرشل ڈرون نگرانی کے لیے تو استعمال کرتے رہے ہیں لیکن گزشتہ سال کے اواخر میں پہلی بار تھا کہ انہوں نے کمرشل ڈرونز میں ترمیم کر کے اس کے ساتھ کم بم نصب کیے اور سکیورٹی فورسز کے خلاف استعمال کیے۔

اگرچہ افغان سکیورٹی فورسز کے پاس بھی امریکہ کے فراہم کردہ ڈرون موجود ہیں اور یہ ڈرون کہیں زیادہ جدید ہیں لیکن طالبان کی جانب سے ڈرونز کے استعمال سے افغان سکیورٹی فورسز کو اب فضائی حملوں کا بھی خطرہ لاحق ہے جو ان کے پہلے ہی سے پست حوصلوں کو مزید پست کرنے کے لیے کافی ہے۔

طالبان کی جانب سے ڈرونز کا استعمال ایسے وقت میں کیا گیا جب دوحہ امن معاہدہ کے مطابق امریکی انخلا کا وقت قریب آپہنچا ہے اور ایسے وقت میں ڈرون حملوں کا مقصد یہ ہی ہو سکتا ہے کہ امریکہ اور امریکی غلام حکومت و فوج کو یہ پیغام دیا جائے کہ اگر دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی کی گئی تو وہ لڑنے کے لیے نہ صرف تیار ہیں بلکہ اپنی جنگ میں جدت بھی لا رہے ہیں۔

افغانستان کی سکیورٹی فورسز ہزاروں کی تعداد میں چھوٹی چھوٹی چیک پوسٹوں کی صورت افغانستان بھر میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے لیے ڈرون حملے کے خلاف دفاع کرنا نہایت مشکل ہے۔

گزشتہ سال نومبر میں افغان انٹیلی جنس کے سربراہ احمد ضیا نے پارلیمنٹ میں تسلیم کیا کہ طالبان ترمیم شدہ ڈرونز استعمال کر رہے ہیں۔ اس نے کہا، 'طالبان مارکیٹ میں بکنے والے سادہ کمرشل ڈرون استعمال کر رہے ہیں جس میں کیمرہ بھی نصب ہوتا ہے۔ نیشنل ڈائریکٹوریٹ آف سکیورٹی چاہتی ہے کہ کیمرے سے لیس کمرشل ڈرونز کی درآمد بند کی جائے۔'

طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کا کہنا ہے کہ طالبان کو غیر ملکی جنگجوؤں سے تربیت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ذبیح اللہ مجاہد نے انڈیپنڈنٹ اردو سے بات کرتے ہوئے کہا، 'ہم گزشتہ ۲۰ سالوں سے جنگ لڑ رہے ہیں اور ہم سے پہلے افغان قوم نے ۲۰ سال جنگ لڑی۔ اسی وجہ سے ہم ہی ماسٹر مائنڈ ہیں اور ہم ہی تربیت دینے والے ہیں۔ ہمیں

بیرونی سپورٹ، گائیڈنس، تربیت، سمت نہیں چاہیے۔ ہم اس حوالے سے خود کفیل ہیں۔'

اگرچہ ان ڈرون حملوں میں نقصان زیادہ نہیں ہوا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ہدف کو صحیح نشانہ بنانے کا تجربہ آنے سے یہی کم شدت کے مارٹر گولے یا بم افغان سکیورٹی فورسز کا زیادہ نقصان کریں گے۔ اور عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں بڑے ڈرونز کا استعمال کیا جائے جن میں زیادہ شدت کے مارٹر یا بم نصب کیے جانے لگیں۔

لیکن ایسے وقت میں جب ایک جانب مذاکرات ہو رہے ہیں اور دوسری جانب طالبان نے حملوں میں تیزی کر دی ہے، سکیورٹی فورسز کے حوصلے پست ہوتے جا رہے ہیں۔

لیکن اصل مسئلہ ترمیم شدہ ڈرون حملوں میں نقصان زیادہ یا کم کا نہیں ہے بلکہ سکیورٹی فورسز پر نفسیاتی اثر کا ہے۔ ایک اور ملنے والی رپورٹ کے مطابق صرف طالبان کے ڈرون کی آواز ہی سے اہلکار اپنی پوزیشنیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہو رہے ہیں۔

چینی کمپنی کو پاکستان میں شراب تیار کرنے کا لائسنس مل گیا

گزشتہ دنوں ملکی خبر رساں اداروں کی ویب سائٹس پر یہ خبر گردش کرتی رہی کہ چینی کمپنی "ہوئی کوسٹل بروری اینڈ ڈسٹیلری لمیٹڈ" کو پاکستان میں شراب تیار کرنے کا لائسنس مل گیا۔ ذرائع کے مطابق چینی کمپنی حب بلوچستان کے ایڈریس پر ۳۰ اپریل ۲۰۲۰ء کو رجسٹر ہوئی اور لسبیلہ انڈسٹریل اسٹیٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی حب میں بلوچستان جوائنٹ وینچر کے ذریعے قائم ہوئی۔ جس جگہ پر یہ شراب تیار کی جاتی ہے وہاں پروڈکشن بھی شروع ہو گئی ہے۔

پاکستانی مسلمانوں کے لیے یہ خبر صرف ایک خبر نہیں بلکہ تنبیہ بھی ہے کہ چین پاکستان میں اپنی بدبودار تہذیب اور گندی ثقافت سمیت آرہا ہے اور اس کے......

(باقی صفحہ نمبر 41 پر)

بلا شبہ مسواک رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت پسندیدہ عادتِ شریفہ تھی اور ایک عظیم سنّت ہے۔ لیکن اگر کوئی تلوار کی نفی کرتے ہوئے اس کی جگہ مسواک کو سنّت باور کروائے اور رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نسبت یہ کہے ’ع ہم لوگ نمازی ہیں، مسواک بناتے ہیں...... ہتھیار بنانے کا الزام نہیں دینا‘، اور اسی کو کل دین کی دعوت ’پیغامِ پاکستان‘ جیسے سرکاری و فوجی ’بیانیوں‘ کی کھینچی گئی حدود کے اندر رہتے ہوئے ثابت کرے، تو یہ بتانا لازمی ہے کہ ’ع مسواک بھی سنت ہے تو تلوار بھی سنّت!
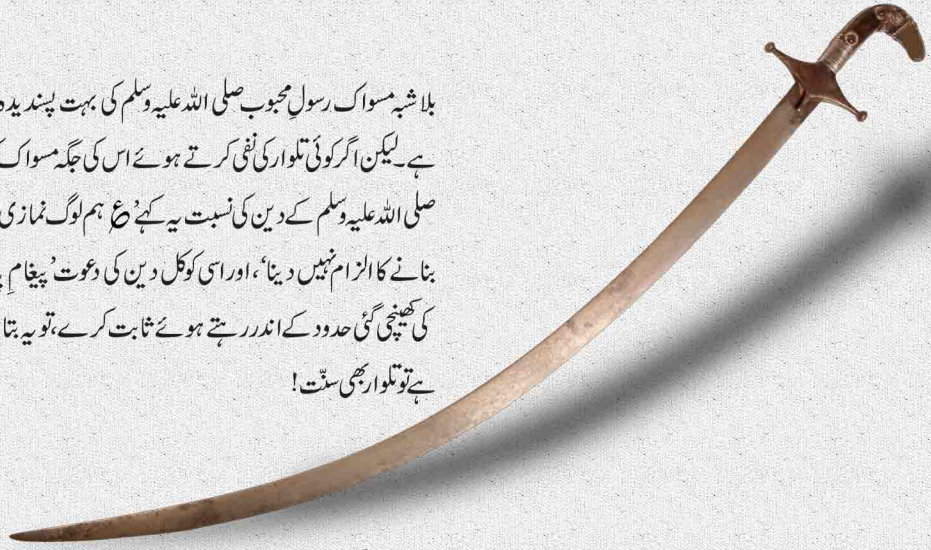
تَلــوار بھی سُنَّت!

ہُدہُد الــہ آبادی

مِسواک بھی سنت ہے تو تلوار بھی سنت
دستار بھی سنت ہے تو ہتھیار بھی سنت

کس رعب سے اَنَا نَبِیُ لَا کَذِب کہا
واعظ! بتایئے گا کہ ہے للکار بھی سنت

اعدائے دیں کو دین کی دعوت بھی خُوب ہے
اعدائے دیں سے بَرسرِ پیکار بھی سنت

مانا معاہدے بھی کیے میرے نبیؐ نے
برداشت بھی سنت ہے تو ہے یلغار بھی سنت

تلوار کے سائے تلے جنت کی بشارت
پھر کیوں نہ کہا جائے کہ ہے وار بھی سنت

قُندُوز میں، ہلمند میں، اِدلِب میں، حَلَب میں
ہُدہُدؔ نبھایئے شہہِ ابرارؐ کی سنت

اہم ترین فرضِ عین!

’’مسئلہ محض افغانستان یا فلسطین کی آزادی کا نہیں بلکہ ہر اس خطۂ زمین کا ہے جو ایک دن کے لیے بھی اسلام کے جھنڈے کے تابع رہا۔ پس خوب سمجھ لیجیے کہ جہاد آج فرض عین نہیں ہوا، نہ ہی محض افغانستان میں فرض عین ہوا۔ بلکہ اس وقت سے فرض عین ہے جب اسلامی سرزمینوں کا پہلا چپہ کفار کے ہاتھ میں چلا گیا تھا۔
یہ جہاد فرض عین رہے گا یہاں تک کہ ہر اسلامی سرزمین واپس مسلمانوں کے ہاتھ میں لوٹ آئے!‘‘

شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ